سلسلۂ کلیات خسرو مرتبہ بہ سرپرستی اعلیٰحضرت حضور عالی مقام نظام خلد اللہ ملکہٗ

کُنتُم اَعدَاءً فَاَلَّفَ بَینَ قُلُوبِکُم

نامِ ایں نامۂ والا ست قِرانُ السّعدین

کز بلندیش بسعدین سپہرست قِران

مثنوی

قِران السّعدین

حضرت امیر خسروؒ دہلوی

بہ تنقید

جناب خاں صاحب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم میرٹھی

و بہ تمہید
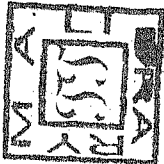
مسٹر سیّد حسن برنی بی اے (علیگ) مہتمم دفتر کلیاتِ خسروؔ

و جنرل سپرنٹنڈنٹ صدر دفتر تکمیل مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

باہتمام محمد مقتدیٰ خاں شروانی

مطبع انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ کالج میں طبع ہوئی ۱۳۳۷ھ ۱۹۱۸ء

انتساب

یہ سلسلہ نہایت فخر و مباہات کے ساتھ حسب
اجازت اعلیحضرت بندگان عالی متعالی ہز اگزالٹڈ
ہائنس آصف جاہ مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ
نواب میر سر عثمان علی خاں بہادر
فتح جنگ جی سی ایس آئی، جی سی بی خلد اللہ ملکہ
و سلطانہ و ادام اقبالہ کے نام نامی و اسم سامی
کے ساتھ منسوب و معنون کیا جاتا ہے

مثنوی

قِران السعدین

مختصر فہرستِ مضامین

متن

تمہید

مثنوی قران السعدین خسرو

نوشتہ

سید حسن برنی بی اے

این سخن چند کہ بیخو است ست
شاعری نیست ہمہ راست ست

(از مثنوی قران السعدین)

فہرست مضامین

قِران السعدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ اللہ آج سے چار برس پہلے جب کلیات امیر خسروؒ کی اشاعت کا خیال پیدا ہوا تو ملک میں ابھی تک وہ بزرگ موجود تھے جو ماضی کو سمجھتے اور اُسے حال و مستقبل سے روشناس کر سکتے تھے۔ حالی، شبلی اور اسمٰعیل اسی کاروانِ قدیم کے سالارِ راہ تھے۔ لیکن یہ قافلہ مرحلہ پیمائی کر چکا تھا، اور اُن کے نقوشِ قدم بہت جلد اُس منزل تک پہنچنے والے تھے جس سے آگے گم شدگانِ عدم کا سراغ نہیں لگتا۔ اُس زمانے میں مولٰنا حالی پیرانہ سالی سے معذور اور پا بہ رکاب تھے۔ مولٰنا شبلی کا قلم ابھی تک ہاتھ سے نہ چھوٹا تھا، لیکن سیّافِ اجل کمیں لگائے بیٹھا تھا۔ مولٰنا اسمٰعیل بھی اپنے دوسرے معاصرین کی طرح آفتابِ لبِ بام تھے۔ لیکن کمرِ ہمّت چُست باندھکر منزلِ مقصود کی رہ پیمائی کے لیے آمادہ ہو گئے۔ گردشِ ارضی کے دو تین دور وہ اس وادی میں مرحلہ پیما رہے۔ جب کہ منزلِ مقصود کے دھندلے نشان

دکھائی دینے لگے تھے اور اُمید کی شعاعیں کوشش کے راستہ کو منوّر کر رہی تھیں، یکایک داعیِ اجل نمودار ہوا، اور مولٰنا لبیک کہکر اپنے ساتھیوں سے، جو کسی قدر پہلے روانہ ہو چکے تھے، جا ملے ؎

مجلسِ یاراں پریشاں شد زبادِ تندِ دہر ✿ برگ ریزی گوئی اندر گلستاں آمدہ

سلسلۂ خسروی میں "حیات" کا قرعہ مولٰنا کے نام ڈالا گیا تھا، بعد میں مثنوی قران السّعدین بھی اُن کے سپرد ہوئی۔ اُن کی عمر کے آخری ڈھائی برس اسی علمی مشغلہ میں گذرے۔ اِس مدّت میں قران السّعدین پر مکمّل تنقید لکھی، حیاتِ خسروی کے لیے بہت سا مواد جمع کیا اور سوانح عمری کے چند اجزا ترتیب دے لیے جن میں معز الدین کیقباد کے اخیر عہد (۶۸۹ھ) تک خسرو کے حالات درج ہیں۔ افسوس قضا نے اتنی مہلت نہ دی کہ یہ عظیم الشان علمی منصوبہ مولٰنا کے ہاتھوں سرانجام پا جاتا۔ یکم نومبر ۱۹۱۷ء کو سہ پہر کے وقت پچھتّر برس کی عمر میں چند روزہ علالت کے بعد اُن کا انتقال ہو گیا۔

مولٰنا اسمٰعیل ہمارے لٹریچر کے اُن معدودے چند مربّیوں میں سے ہیں جن کا نام شہرتِ عام حاصل کر چکا ہے، اور کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ وہ نثر و نظم دونوں میں ملک کے چند بہترین اہلِ قلم میں شمار ہوتے تھے۔ بچّوں کے لیے اُن کا تصنیف کیا ہوا درسیات کا سلسلہ آج تک بے مثل مانا جاتا ہے، اور اُن کی اخلاقی اور نیچرل نظمیں قبولیتِ عامّہ حاصل کر چکی ہیں، اور گھر گھر پھیلی ہوئی ہیں۔

مولانا کی زندگی ملک کے سامنے ایک قابلِ قدر نمونہ پیش کرتی ہے۔ وہ ۱۲ر نومبر ۱۸۴۴ء کو میرٹھ کے ایک گاؤں میں جس کا "لاوڑ" نام تھا پیدا ہوئے تھے۔ ۱۶ برس کی عمر میں ہی فکرِ معاش دامنگیر ہوگئی۔ سرشتۂ تعلیم میں نہایت قلیل تنخواہ پر نوکری اختیار کی۔ لیکن خداداد قابلیت نے اپنے لیے راستہ نکال لیا۔ اواخر ۱۸۹۹ء میں جب اُنھوں نے پنشن لی تو وہ نارمل اسکول آگرہ میں ہیڈ مولوی تھے۔ اپنے قلم کی بدولت اُنھوں نے دنیا کی ثروت اور عزت حاصل کی۔ اُن کی کتبِ درسیہ جو اُردو مدارس میں عرصہ تک داخلِ نصاب رہیں لاکھوں کی تعداد میں نکلیں، اور اب تک رائج ہیں۔ گورنمنٹ نے اُن کے تعلیمی خدمات کے اعتراف میں "خاں صاحب" کا خطاب دیا جس سے زیادہ مناسب اُن کے لیے "شمس العلما" کا خطاب ہوسکتا تھا۔

وہ تعلیم کے خاص طور پر دلدادہ تھے، اور قلمے، قدمے، درمے ہر طرح اپنی زندگی علم اور اشاعتِ تعلیم کے لیے وقف کردی تھی۔ اُن کی یہ تعلیمی خدمت بھی خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مسلمانانِ میرٹھ میں (جہاں اُنھوں نے سکونت اختیار کرلی تھی) تعلیمِ نسواں نے اُنھیں کی مساعیِ جمیلہ سے ترقی حاصل کی۔ ۱۹۱۰ء میں اُن کی تحریک سے مدارسِ نسواں کا افتتاح ہوا، جن کی نگرانی اُنھوں نے اپنے ذمّے لی، اور اخیر تک نہایت تندہی سے اُسے انجام دیتے رہے۔ علاوہ ازیں وہ ہر قسم کی مفیدِ عام تحریکوں میں حصّہ لینے کی کوشش کرتے تھے۔

وابستگانِ سلسلۂ خسروی پر اُن کا بہت بڑا احسان ہے، اور اُن کی خدمات

پورے طور پر اعترافِ خاص اور اظہارِ شکریہ کی مستحق ہیں۔ اُنھوں نے ابتداءً یہ علمی کام، فخرِ ملک و ملت اور رشیدائے علم و فن نواب حاجی محمد اسحٰق خاں صاحب بہادر آنریری سکریٹری مدرسۃ العلوم کی فرمایش سے مخلصانہ تعلقات کی بنا پر قبول فرمایا تھا۔ آغازِ کار کے بعد مولنٰا کو اس مشغلہ سے ایسا عشق پیدا ہو گیا تھا کہ اخیر تک وہ اسی میں منہمک رہے۔

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ فرمایشی کام (خواہ اُس کی کوئی نوعیّت ہو) لوگوں پر بار ہوتا ہے لیکن مولنٰا کی حالت اس کے بالکل برعکس تھی۔ اُن کے شغف کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اکثر ایّامِ علالت میں بھی وہ بستر پر لیٹے لیٹے کچھ نہ کچھ خسرو کا کام کرتے رہتے تھے۔ سلسلۂ خسروی میں اُنھوں نے اپنا تمام قیمتی وقت بغیر کسی قسم کا معاوضہ قبول کیئے صرف کیا، اور جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ دُنیا میں بہت کم لوگ ایسا استغنا دکھا سکتے ہیں تو مولنٰا کا ایثار خاص طور پر ہمارے دل میں اُن کی وقعت پیدا کر دیتا ہے۔

راقمِ آثم کو کئی دفعہ "خسرو" کے سلسلہ میں مولنٰا مرحوم کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ اُن سے ملکر سچّی روحانی خوشی ہوتی تھی، اور اُن کے بزرگانہ اخلاق اور علم و فضل کا دل پر گہرا اثر پڑتا تھا۔ خسروؒ کے ساتھ تعلّقِ خاطر بہت بڑھ گیا تھا۔ خسروؒ کا کلام نہایت ذوق و شوق کے ساتھ سناتے تھے۔ ایک مرتبہ فرماتے تھے "خسرو عجیب و غریب شخص تھے۔ سچ یہ ہے کہ اس سے پہلے ہم اُنھیں اتنا بڑا نہ جانتے تھے، لیکن اب جو تفصیل کے ساتھ اُن کے کلام کو دیکھنے کا موقع ملا تو معلوم ہوا کہ وہ کیا تھے"۔ ایک دفعہ وسط الحیوٰۃ سے "خانِ شہید" کے مرثیہ کے کچھ بند سنائے اور اس بے مثل ترجیع بند کی

خاص تعریف کی۔ مرثیہ کا ایک بیت بہت پسند تھا جسے کئی کئی دفعہ پڑھکر سنایا ؎

"کشتگاں افتادہ در اطراف آں صحرای سبز — ہمچو صورتہا کہ در دیبایے اخضر بافتند"

ایک مرتبہ فرماتے تھے کہ "امیر کے کلام میں صنایع بدایع بہت ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان تکلفات سے دوسروں کی شاعری پر برا اثر پڑجاتا ہے، لیکن خسرو کے یہاں اکثر اسقدر بے تکلف اور بامزہ ہیں کہ اُن کی وجہ سے لطفِ شاعری بڑھ جاتا ہے" مثال کے طور پر قران السعدین سے یہ شعر پڑھا اور کئی دفعہ دہرایا ؎

آبِ دُر از تاج و قبا و کمر — تا بکمر تا بہ گلو تا بہ سر (صفحہ ۸۴)

قران السعدین کی تنقید جو مثنوی مذکور کے ساتھ اس وقت ناظرین کی خدمت میں پیش ہے مولانا اسمٰعیل مرحوم کی اخیر مکمل تصنیف ہے۔ اس کے لکھنے میں مولانا نے پوری جانکاہی سے کام لیا ہے۔ اُن کی تحریر سلیس اور خالص اُردو کا بہترین نمونہ ہوتی ہے۔ زبان شستہ اور خیالات سلجھے ہوئے ہوتے ہیں۔ طول کلام سے وہ ہمیشہ بچتے ہیں لیکن اختصار کے ساتھ کہنے کے قابل جتنی باتیں ہوتی ہیں وہ سب بیان کر دیتے ہیں یہ سب خوبیاں اس تنقید میں موجود ہیں جو ناظرین کے سامنے ہے۔

اس تنقید کے بعد قران السعدین پر کسی مزید تبصرہ کی گنجایش نہیں ہے۔ البتہ اس مثنوی کے متعلق محض ضمناً چند متفرق امور بیان کیے جاتے ہیں جن سے یا تو تنقید کے بعض ضروری نکات کی توضیح و تنقیح مقصود ہے یا اس مثنوی کے بعض تاریخی پہلوؤں پر روشنی ڈالنا مرکوز ہے۔

خسرو نے جس قدر مثنویاں لکھی ہیں ان کی دو جداگانہ قسمیں قرار دی جاسکتی ہیں
اوّل وہ مثنویاں جو اتباعاً لکھی گئی ہیں۔ دوم وہ مثنویاں جو طبع زاد ہیں۔ پہلی قسم میں
خمسہ کی پانچوں مثنویاں ہیں جن میں خمسۂ نظامی کا تتبع کیا ہے۔ دوسری قسم میں متعدد
چھوٹی چھوٹی مثنویاں اور قران السعدین، عشیقہ، نہ سپہر، اور تغلقنامہ داخل ہیں۔

مثنوی نگاری میں خسرو نے جابجا اپنے آپ کو نظامی کا متّبع بتایا ہے۔ اس اتباع
کی دو حیثیتیں ہیں جن میں فرق کرنا ضروری ہے۔ ایک اتباع وہ ہے جو خمسے میں کیا ہے۔
یعنی نظامی کی پانچوں مثنویوں کے جواب لکھے ہیں۔ دوسرا اتباع اس سے بالکل جدا
ہے جو محض زمانی حیثیت سے اُن پر عاید ہوتا ہے۔ ارتقائے تمدن کے دوسرے شعبوں
کی طرح لٹریچر کی تاریخ میں ہر پیچھے آنے والا پہلے آنے والوں کا پیرو ہوتا ہے۔ اس
لحاظ سے مثنوی میں خسرو نظامی کے ایسے ہی تبع ہیں جیسے نظامی فردوسی کے یا فردوسی
دقیقی کے متبع تھے۔ اس اتباع سے خسرو کی "شخصیت" پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مثنوی
نگاری میں اُن کی ذاتی خصوصیات کافی طور پر نمایاں ہیں اور غور کرنے سے صاف نظر
آجاتی ہیں اور اُن کی شاعری کو نظامی (یا کسی دوسرے مثنوی نگار) سے اسی طرح بیّن
طور پر متمائز کر دیتی ہیں جس طرح نظامی کی خصوصیات اُن کی شاعری کو فردوسی یا سعدی
سے جدا کرتی ہیں۔ یہ خصوصیات خسرو کی طبع زاد مثنویوں میں بدرجہ غایت غالب
ہیں۔ اسی وجہ سے طبع زاد مثنویوں کے متعلق یہ کہنا بیجا نہو گا کہ یہاں پر ان کا اتباع

فی الحقیقت محض اُس قسم کا اتباع ہی جو متقدمین کے مقابلہ میں متاخرین پر تاریخی حیثیت سے ہمیشہ عاید کیا جاتا ہی۔

اِس بحث کو زیادہ پھیلانے کا موقع نہیں ہی۔ قران السّعدین (جو بڑی مثنویوں میں سب سے پہلی طبعزاد مثنوی ہی اور جو خمسے سے دس بارہ برس پہلے لکھی گئی تھی) اس وقت ہمارے سامنے موجود ہی۔ یہ مثنوی فارسی لٹریچر میں اپنا جواب نہیں رکھتی اور اپنے رنگ میں بالکل انوکھی کتاب ہی۔ اس مثنوی کے لیے خسرو کے سامنے کوئی نمونہ موجود نہ تھا، اور ہمارے علم میں خسرو کے بعد اس کا جواب نہیں لکھا گیا۔ اگر لکھا گیا ہو تو وہ ایسا ہی جسے کوئی نہیں جانتا۔

ع۵ منیر نے ایک چھوٹی سی مثنوی "درصفت بنگالہ" لکھی ہی، جس میں وصف نگاری کا التزام کیا ہی جو بلاشبہ خسرو کا اتباع ہی۔ لیکن یہ مثنوی قران السعدین کے جواب میں نہیں لکھی گئی ہی، اور نہ بجز وصف نگاری کے خسرو کی مثنوی کے ساتھ اس میں کوئی مشابہت پائی جاتی ہی۔ مثلاً کشتی کی تعریف میں منیر نے بھی چند اشعار لکھے ہیں جو بغرض دلچسپی ناظرین درج ذیل کئے جاتے ہیں:

ز کشتی بل کمانِ دل نشینے ✤ بہر گوشہ درو چلّہ گزینے ✤ ندانم تیر او چوں می کند کار ✤ کہ نے پیکانش کس دیدہ نہ سوفار ✤ کمانش گفتم و الحق ہمانست ✤ سیہ ملّاح او زاغِ کمانست ✤ اگر سہراب باشد ور بہ بیمن ✤ نیارد ایں کماں تنہا کشیدن ✤ نہ آنستایں کماں تنہا ایں کماں ہ ✤ ولی ہرگز نہ شد شایستۂ زہ ✤ گر اندیشہ امن و امان ست ✤ کہ طوفاں چاشنیِ ایں کمان ست ✤ بود چنگے کنارِ آب جایش ✤ ز فیضِ رود ہا سازِ نوایش ✤ مگر زیں چنگ رو رہ گشتہ خوشحال ✤ کہ کف بر کف زند ہر دم چو قوال ✤ ازاں مانند بچنگِ نغمہ پرداز ✤ کہ باشد باد بانش پردہ ساز ✤ شبیہِ او ہمہ از چنگ جویند ✤ ولیکن اہلِ ہندش ناؤ گویند ✤ بود پیر کہن سالیش زیباست ✤ ز شوقِ آب جانش ناشکیباست ✤ محاسن از قطاسش گشتہ پیدا ✤ بر وہم پیر وہم برناست شیدا ✤ بروں آورد ریشِ دلپسندی ✤ بجنبد گر کسے دارد ریش خندی ✤ کند با موج بحرِ آہنگِ آشوب ✤ تراشد دست و پای خویش از چوب ✤ بیابد تا سراغِ آشنائی ✤ زند ہر دم بدریا دست و پائی ✤ گزارش تا سوئے آب اوفتادہ ✤ عنانِ خنج در دستِ باد دادن ✤ دمادم علمِ دریا کردہ تکرار ✤ معلم تختۂ او شستہ صد بار ✤ پرستارش بر غم چرخ پیر ✤ پزد ہر لحظہ سودائے ہریسہ ✤ ندانم چہ بیماریش دیدند ✤ کہ آلیش از شکم بیروں کشیدند ✤ بود او را سبک رفتاری ایں ✤ رود رہ با ہزاراں پائے چوبیں ✤ سبک پا نیست بار او گرانست ✤ ولی پایش بدستِ دیگرانست ✤ ازاں دریا بہ او سر کردہ آشوب ✤ کہ دریا را گرفتہ در تہِ چوب

ہم یہاں مختصر طور پر خسرو کی طبعزاد مثنویوں کی خصوصیات بیان کرنا چاہتے ہیں اور اسی بحث کے ضمن میں قران السعدین پر بالتخصیص نظر ڈالینگے۔ اس کو پڑھتے وقت یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ان خصوصیات میں سے بعض جُدا جُدا دوسرے شاعروں کے یہاں بھی پائی جاتی ہیں، لیکن ان کا اجتماع جس طرح خسرو کے یہاں ہوا ہے دوسری جگہ نہیں ہے۔

سب سے پہلی خصوصیت خسرو کی طبعزاد مثنویوں کی یہ ہی کہ تقریباً تمام تاریخی مثنویاں ہیں۔ ان مثنویوں کی بنیاد واقعات پر ہی۔ محض شاعرانہ خیال آفرینی پر نہیں ہی۔ عشیقہ حُسن و عشق کی ایک سچی اور دردناک داستان ہی جس میں عہد علائی اور مابعد کے مستند تاریخی حالات درج ہیں۔ نہ سپہر میں علاء الدین کے رنگیلے جانشین قطب الدین مبارک شاہ کی تخت نشینی کے بعد کے مفصّل واقعات ہیں جو اُس عہد کی کسی دوسری تاریخ میں نہیں ملسکتے۔ تغلق نامہ میں خلجیوں کی بربادی اور تغلقوں کی سر براٰرائی کی پوری داستان ہی۔ وسط الحیوٰۃ میں بلبن کے عہد کی مثنویاں ہیں جن میں طغرل پر فوج کشی اور بلبن کے بڑے بیٹے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۷)

بکلاسے ودسوٹے ادسیاہاں
نشستہ چوں وسوسے چشم مژگاں

قران السعدین میں صفتِ کشتی کے اشعار صفحہ ۱۴۵ تا صفحہ ۱۴۸ کو ان اشعار سے مقابلہ کر کے دیکھو زمین آسمان کا فرق نظر آے گا۔ ..... ہندوستان میں کشتی سال کی لکڑی سے بنائی جاتی ہی۔ اس کو خسرو نے کس خوبی کے ساتھ بیان کیا ہی ؎ ماہِ نوے کاصلِ وے از سال خاست + گشت یکے ماہ بدہ سال راست۔ اس کے مقابل میر کا شعر ہی ؎ بود پیر کہن سالیش نہ پیاست + ز شوقِ آب جانش ناشکیباست۔ اس شعر میں مصرع اولی اور مصرعۂ ثانی میں کوئی خاص ربط نظر نہیں آتا علاوہ ازیں سال کا لفظ بالکل بھرتی معلوم ہوتا ہی وہ لطافت و موزونیت کہاں جو خسرو کے شعر میں اس لفظ سے پیدا ہو گئی ہی جس کے لطف نے جامی کو عرصہ تک سرگرداں رکھا تھا۔ اس کا ذکر آگے آتا ہی۔

سلطان محمد (سلطان شہید) کے غزوات درج ہیں۔ غرۃ الکمال میں جلال الدین خلجی کی فتوحات کی تاریخ ہے۔

چھوٹی مثنویوں کو بھی اگر شمار کیا جائے تو عہد بلبنی سے لے کر خاندانِ تغلق کے آغاز تک تقریباً پچاس برس کی ہندوستان کی مسلسل تاریخ امیر خسرو کی مثنویوں سے مرتب ہو سکتی ہے جو سند اور اعتبار کے لحاظ سے اس عہد کے متعلق قطعاً بے مثل ہے۔ یہ مثنویاں اُنھیں ایام میں تصنیف ہوئی ہیں جب کہ وہ واقعات پیش آئے جو ان مثنویوں میں درج ہیں، اور بیشتر واقعات خود خسرو کی چشم دید ہیں، جن کے دربارِ دہلی سے ذاتی اور خاندانی تعلقات ابتدا ہی سے اسقدر گہرے تھے۔

قران السعدین میں جو واقعات درج ہیں وہ تمامتر خسرو کے چشم دید ہیں۔ جس وقت کیقباد کا لشکر دہلی سے چلا ہے خسرو بھی اُس کے ہمراہ تھے اور باپ اور بیٹے کی ملاقات کے وقت بھی وہ موجود تھے۔

مولنا اسمٰعیل صاحب مرحوم نے بدایونی کی طرح خسرو کے ایک قصیدے سے کیقباد اور ناصرالدین کی ملاقات کے وقت خسرو کی موجودگی کا قیاس کیا ہے۔ یہ قیاس بالکل صحیح ہے، اور اس کے متعلق خسرو کے دوسرے بیانات صراحت کے ساتھ موجود ہیں۔ دیوان غرۃ الکمال میں اپنے بھائی تاج الدین کے نام ایک خط ہے جس میں اُنھوں نے لشکرِ شاہی کے ساتھ دہلی سے روانہ ہونے اور اپنے اودھ پہنچنے کے مفصل حالات بیان کیے ہیں۔ اعجازِ خسروی میں ایک اور خط ہے جس میں کیقباد اور ناصرالدین محمود کی

ملاقات اور اس موقع کے متعلق اپنے ذاتی حالات لکھے ہیں۔ چونکہ ان دونوں خطوں کا قران السعدین سے براہِ راست تعلق ہے اور بعض جزئیات پر ان سے روشنی پڑتی ہے اس لیے ان دونوں خطوں سے ضروری مقامات نقل کیے جاتے ہیں۔

تاج الدین زاہد کے نام

(از غرۃ الکمال)

خوانند زمن خراب سینہ   خسرو نہ کہ بندۂ کمینہ

می گوید و می نہد شغبناک   چوں قطرۂ اشک روئے برخاک

کانروز کہ گشتم از برت دور   ق   محروم شدم چو سایہ از نور

برعزمِ سفر عناں کشادم   خونابہ ز دیدگاں کشادم

با لشکرِ شاہ کوچ بر کوچ   در گریہ ہمی شدم بہر کوچ

تا بعدِ دو ماہ از رہِ دور   آمد باودھ سپاہِ منصور

سلطاں نظرے بلطف بکشاد   واقطاعِ اودھ بخانِ ما داد

شد شہر اَوَدھ حوالۂ خاں   شد دہرِ ابد نوالۂ جان

باآں کہ نداشتم صبوری   افتاد سکونتم ضروری

اس کے بعد شہر اَوَدھ کی تعریف اور ملک امتیاز الدین علی بن ایبک (حاتم خاں) کی توجہات کا ذکر ہے۔

ہردم نظرے بتربیت نو   از چشمِ کرم بکارِ خسرو

آخر میں دردِ فراق کا اظہار اور عزیزوں دوستوں اور دارالسلطنت کی یاد ہے۔

لیکن از غمِ دوریت چنانم
کز تن بلب آمدست جانم

شبہا من و دل بغم نوازی
با یادِ تو در خیال بازی

دل سوختہ چوں چراغ گشتہ
صد جائے درونہ داغ گشتہ

در سینہ ہزار آہِ جانسوز
آہے و ہزار تیرِ دلدوز

دل رفتہ و تن بخاک ماندہ
جاں بر شرفِ ہلاک ماندہ

با آں کہ ازیں ولایتِ خوش
یارے دو سہ اند نغز و دلکش

از حالتِ من در آرزویت
عاشق شدہ ہمچو من بر رویت

با من ہمہ انست شب و روز
دل سوختہ را قناعت آموز

نے قاصدِ تو رسد بسویم
نے باد رساند از تو بویم

گو آں بوفا ہم نشستن
دل در طرب و نشاط بستن

گہ دادنِ دُرِّ نظم چوں نوش
از دُرجِ دہن بحلقۂ گوش

گاہے بدیہۂ دل آویز
سفتن گہرے بخامۂ تیز

گاہے غزلے جواب گفتن
گاہے سخنِ شراب گفتن

گہ جامِ نشاط نوش کردن
گہ زمزمۂ تر بگوش کردن

گہ گردنِ گشت سوئے بستاں
گاہے بطوافِ حوضِ سلطاں

ہر شب منم و سلے و دردے
غم را بدو چشم آب خوردے

شبے وز غم ز آهِ جانسوز — زین گونه بود شبِ مرا روز

یکشب من و دل چراغ در پیش — جانے بہزار داغ در پیش

بودیم بہم بگفت و گویے — محرم نہ کسے جز آرزویے

گفتم که ازین اسیرِ بیداد — یاد آیدت یا نیایدت یاد

تا حال بدانیم که چونم — وز دیده چگونه غرقِ خونم

روشن کندت زبانِ خامه — حالِ من ازین فراق نامه

ماهِ رجب و شبِ سه شنبه — یک هفته حسابِ رفته بر نه

تاریخ ز ہجرت ار کنم یاد — بر ششصد و ہفت بود و ہشتاد (۶۸۷)

غدار شبے ز ابرِ تاریک — بارنده بقطرہاے باریک

عینِ بنگال و وقتِ باران — خیمه زده ابر را سواران

بگشاده بنالہ رعد را کام — بردہ دہلِ خروش بر بام

می گفت ترانہ ابرِ سرمست — بود آب برقص و برق می جست

باران بهوا بقطره سازی — قطره بزمین بحباب بازی

گریه ز من وز ابر ہم یاد — بیرون و درون خانه نم باد

تا وقتِ سحر قلم در انگشت — در تاریکی ہمی زده مشت

چون نیست تکلفے بدردم — در نامه تکلفے نکردم

صنعت بسخن نکردم آغاز — تا قصه نماند از غرض باز

چوں رنگ پذیر شد مقالات　　صنعت بود آں نہ حسب حالت

یک بیت ز گفتۂ نظامی　　تضمیں کنم اندریں تمامی

کارائیش کہ دنی ز حد بیش　　رخسارۂ قصہ را کند ریش

یہ خط سہ شنبہ ۱۶ رجب ۶۸۷ھ کا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لشکر شاہی دو مہینے کے سفر کے بعد اَوَدھ پہنچا۔ جس وقت بادشاہ اپنے باپ سے مل کر دہلی کو واپس ہوا ہے، برسات کا موسم تھا، اَوَدھ پہنچنے پر اغلباً اپنے بھائی کے نام ان کا یہ پہلا خط ہے۔ خسرو محبّت و الفت کا مجسّمہ تھے قدرت نے انھیں درد و سوز کی غیر معمولی مقدار عطا فرمائی تھی۔ عزیزوں اور وطن کی محبّت نے انھیں زیادہ دن اَوَدھ میں نہیں رہنے دیا اور اس خط کے لکھنے سے تین چار مہینے بعد ہی وہ اَوَدھ سے روانہ ہوکر ذوالقعدہ ۶۸۷ھ میں دہلی پہنچ گئے۔ اس کی تفصیل آگے آئیگی۔

بنام "خداوند و برادرم ..... نجم الملۃ والدین"

(از اعجازِ خسروی رسالۂ خامس)

دوستدارِ یگانہ خسروِ سلطانی . . . . برآں رائے انور . . . . مصوّر می گرداند کہ . . . . . خداوند ملک ملوک الشرق و قطب ارکان الملک اختیار الحق والدین . . . . . علی ایبک سلطانی ..... از اوجِ ارتفاع بچشم سعادت درکارِ بندہ ناظر ست ولیکن دلِ بندہ کہ از تافتگیِ آفتابِ فراق در ہوائے

دوستان فرزه ذرّه شده است۔ نه در آسمان ست نے در زمین۔

..... مقرو، آں ضمیر مستنیر می گرداند که اندر انچه سلطان مشرق ناصر الدین

والدنیا... ازمقام محمود چوں نیرِ اعظم برعزم کشورکشائی تیغ زناں راہ قطع

کرده باقطاعِ اَوَدھ دررسید ہلالِ رامیش در آبِ سرو چوں ماه از برج سرطان

رویت نمود..... وازیں جانب سایۂ عنایت پروردگار جہانگیر مشرق و مغرب

معزالدنیا والدین کیقباد..... چترِ خورشید تابِ ظلِ الٰہی را ہم برلبِ آب

مذکور چوں آفتاب درخانۂ ماہی مستقیم گردانید۔

آں چه لشکر بود کز جنبید نش　　زلزله در چار ارکان در گرفت

لرزهٔ بیرق زبندِ نیزہا　　گوئی آتش در نیستاں در گرفت

پائے در گِل ماند خیل آسماں　　گرد کاندر چرخِ گرداں در گرفت

روز اوّل ایں دو بحر زاخر بوجہِ توجہ اگرچہ آئینۂ آب درمیان بود مواجهه نمودند۔

مرج البحرین یلتقیان بینهما برزخ لا یبغیان۔ روزِ دیگر قران السعدین و اجتماع

نیرین گردشِ دوراں ارزانی داشتند، و برہان جمع الشمس و القمر بر عالمیان

مبرہن و مبین گردانیدند۔ شبه نیست که بواسطۂ مباینت بینهما دیدار قیامتے افتاده

بود۔ و قیامت ایں بود که رویتِ آخرت ہم بلقیه ولی درحساب آمد۔ مگر یوم النشور

بود که آں دو آسمانِ رفعت آیتِ اذا الکواکب انتثرت باقلام جاریۂ مژگاں بر

صفحات وجنات می نگاشتند و جمهور خلایق بدیں باعث دراں محشر حشر کرده دراں

عرصات می گشتند۔

ناگاہ ذاتِ منورِ شمس الدین دبیر نور اللہ الی یوم الدین چوں آفتاب قیامت برسرِ این ذرہ آمد طلعت الشمس کشمس الطلعہ از گرمی آں مہر برخود بسوختم و خونم از حرارتِ درونی بیروں جوشید۔ از احتراق طاقتِ آن نداشتم کہ سوئے او توانم دید۔ مع ہذا چشم بجالش تیز کردم۔ آب در چشم من بگشت۔

آب در چشم بگردد چو بنی خورشید خاصہ خورشیدے کش خانہ بود اندر چشم

دیدم کہ از عفونتِ ہوائے ہندوستان آں چشم برآب خود نماندہ بود، بلکہ آفتاب مرا بدید و از جائے خود برفت۔ بحیلہ بسیار بجالش آوردم۔ لختی ثبت شکایت از دورانِ روزگار درمیان آوردکہ شیوۂ آبای علوی و امہات سفلی است کہ ابنائے جنس اخوانِ انس را چوں بنات النعش از ہمدیگر متفرق و متغرب می دارد۔ قدرے از قدرِ اقتدارِ خویشں بزبانِ حال لا بلسان المقال بلیاسے ہر چہ پوشیدہ تر کشف می کرد کہ در چہ ازانچہ بود عالی شدہ بود و از برآید دولتِ خویش اَلشَّمسُ لَا یَخْفیٰ فِی کُلِّ مکَانٍ گشتہ دفعہ اللہ فی مشارق الارض و مغاربہا۔ ہر یک از اصحاب را یادکرے علی العموم می کرد، علی الخصوص آں نجم ثاقب را۔

بگریہ گفت کہ آمد بسے ستارہ بچشم
ستارۂ کہ مرا باید آں بچشم نیامد

آں روز بوقتِ غروب بمقامِ خویش باز گشت۔

روز دیگر بہوائے اثیر الدین محمد محمد آثارہ ازبس کہ اثیر حرقت در باطن این سوختہ ظاہر شدہ بود خویشتن را در آب زدم و گذرانہ عزم گذارا کردم حالے کہ این خاکے از آب بگذشت سراسیمہ وار در ہوائے اثیر مُعلّق بَین السَّمَاءِ وَالاَرْضِ می رفت تا باثیر رسید۔ چوں یاراں محیط آتش طبیعت گرم ہنگامِ نمازِ خفتن بنود، بہ تعجب می گفت ؎

این تو ئی یا بخواب می بینم
کہ بشب آفتاب می بینم

شبا روزے بدیدار آں عزیز شب را بروز و روز را بشب آوردہ شد ؎

خجستہ روزے کاید بشب بروی عزیزاں
پس از ہزار شب و سہ ہزار روز جدائی

الغرض روز سوم ہم از بامداد ملک الآفاق شمس الدین عزیمت کشتی کرد و بندہ خسرو کہ قایم مقام تیر ست در آں کشتی با قامت بندگی راست بایستاد ؎

گرد بر چشم خیالِ یار من کشتی رواں
آفتابے بود کاں بر روے دریا می گذشت

شک نیست کہ آں ذات چوں موج از بحر بالاتر بود، بلکہ از بحر می گذشت و بحر را کہ خراج گذارِ جود او ست از وجود او غیرت بحاصل می آمد۔ فی الحاصل نزدیک

رفیقش

چو تره تابشی که در رفعت سر بفلکِ فلک می رسانید، بر سید و پرسید تا کشتی را بر لبِ آب بر کنار اُمیدِ آشنایان بایستانند۔ تا اگر آشنائے بر روئے آب می آید که آشنائی آشنائے گزشته بر آبِ خویش باز آورد۔ و بیشترے راندنِ کشتی از برائے آں نجم علا بود۔ چوں زمانے بر آمد و بعد از زمانے چوں ستارۂ مقصود بر نیامد می گفت ؎

چگونه رانم کشتی ستاره پیدا نیست
مگر ستاره نهاں شد درابرِ دیدۂ من

از هنگامِ طلوعِ آفتاب تا زوالِ نهار بر کرانۂ نهر آں مردم دیده را چشم می داشت و از کواکبِ مراد عکسے هم در آب نمی دید ؎

آرے نتواں ستاره دیدن در روز

بر روئے من بارقه از مهر یار رقت تمام روشن می کرد و در معاینه ایں سرود معاینه می گفت ؎

من که شمسم همه تن مهر شدم از سرِ سوز
ذوقِ آں دست نهاں ماند چو سیاره بمهر

بعد از انتظارِ بسیار بنده را وداع کرد و آیت العود احمد بر خواند۔ و دیوانِ خاص که نظمش از نثره و شعرے سخن میگوید یادگار بکاتب سپرد، و خود بمقر دولت رسانید، و نا دیدنِ آں عزیز را بر تقدیرِ خدائے علیم حواله کرد۔
وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۔ بنده باقلبِ کثیر

و قلبِ بے سکون از اں میثاق بوثاق آمد.......

تمامت روز دریں تحیر می بودم کہ یارب اگر مجلسِ شمسی آں نجمِ علا بچشم آمدی نوراً علیٰ نور بودے۔

روزِ دیگر بدرِ منیرِ مملکت را از حضیضِ مشرق باوجِ ارتفاع رجعت افتادہ داہِ اعلامِ اعلیٰ بر سمتِ دار الملکِ جلال منزل بمنزل بر طریقے سریع السیر گشت کہ در ہیچ منزل باآں نجم مقابلۂ سعادت میسر گشت کہ سوختگیِ شمس و اثیر دیدہ بر روے آب آورد ے

سوزے کہ بسینہ دارم آخر روزے
در خدمت تو بروے آب آرد چشم

ہم در اثنای راہ مخدومِ بندہ بمنزلتِ اقطاع اودھ شرفِ دست بوسی یافت بندہ کہ چوں عطارد در شعاعِ آں آفتاب ست نتوانست کہ بخانہ خویش راجع شود ضرورت باستقامت آں طرف رضا داد۔ ملکِ بے مثال لطلبِ مثالِ ولایت بر موافقت رکابِ فرقد سائے اعلیٰ منطقہ جوزا بر دیبان بست و در ظلِ ظلیل ہمائے ہمایونِ چتر کہ نسرِ طائر سایہ نشین اوست، طیران نمود۔ و بندہ را کہ بلبلِ حدیقۂ حداثت ست باز گردانید۔ باشارت رلئے مختار اختیارے از اتصالِ کوکبۂ اصحابِ لشکر نقلِ ضروری اختیارے افتاد و بہ ظلمتِ ہندوستان کہ اقلیمِ زحل ست اہبوط کردہ شد۔

(بقیہ)

موسمِ باراں بود وچشمۂ خورشید با سرطان آشنائی در آمد و سرطان منقلب آبی گشته۔ در عینِ باران و بارانِ عین چوں آبِ سرو بجانب اودھ داں کردہ شدہ

ابری بار و من می شوم از یار جدا * چوں کنم دل بچنیں وقت ز دلدار جدا

ابر باران و من و یار ستادہ بوداع * من جدا گریہ کناں ابر جدا یار جدا

باران آیتِ وَ اَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بہ بانگِ بلند می خواند، و باد و اضح فِیۡهَا عَیۡنٌ جَارِیَۃٌ بر صحیفۂ آبِ مسلسل روان و ان نقش می کرد و سبزہ بخطِ ترِ تفسیرِ لِنُخۡرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّ نَبَاتًا بر تختۂ خاک ثبت می فرمود، و آب پیرامنِ خطِ مسلسلِ سبزہ جدولِ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ می کشید با چنداں آب رسوادِ لبتاں

تر گشت خطِ سبزہ و لے پاک نہ شد

مردمِ چشم از شرحِ فراقِ دوستاں رشحے منیرا ویدو ابر چوں ہوا خواہاں می گریست پائے مرکبم در آبِ چشمہا می لغزید، و برق چوں مسخرگاں می خندید

چگونہ برق نخندد کہ ژالہ سنگ انداز

حبابِ شیشہ گری را کشادہ کرد دکاں

تقاطرِ قطرات از عبراتِ من عبارتی می نمود، و بارقۂ برق از احتراقِ من حرفی.....

تا بریں طریق ایں خراب از معمورۂ اودھ آمد تا ایں قصۂ غصہ را بداں جناب رفیع رقم کرد فی الغرۃ من شہر رجب المرجب عظم اللہ ترجیبہ سنہ سبع وثمانین وستمائۃ انتظارِ قطرہ اراں و اثر دوات آں کہ قلمِ شہاب

۶۸۷ھ

سیر مجاریِ احوال جاری دارد، و اخبارِ متواتر را کہ موجبِ علمِ قطعی ست
چوں کتابی کہ از بالا آید فرود فرستد، و از درجۂ محبت دقیقۂ فرو نگزارد۔ مدارجِ
ارتفاع بعتبۂ علیا مدرّج باد۔ آمین۔

یہ خط قران السعدین کے اصل واقعہ سے تعلق رکھتا ہے۔ مضمون سے ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ کیقباد اور محمود کی ملاقات کے موقع پر مکتوب الیہ کے آنے کی توقع
تھی لیکن وہ کسی وجہ سے وہاں نہیں پہنچ سکا۔ یہ خط یکم رجب ۶۸۷ھ اور پچھلے خط سے
پندرہ روز پہلے کا لکھا ہوا ہے جس میں خسرو نے خاص طور پر اپنے دوستوں شمس الدین
دبیر اور قاضی اثیر الدین سے ملاقات کے واقعات بیان کیے ہیں۔

نانا کے مرنے کے بعد جس وقت خسرو کا ملک چھجو کے یہاں تعلق ہوا ہے ان دونوں
سے اُسی زمانے میں دوستانہ تعلقات پیدا ہوئے تھے شمس الدین اور اثیر الدین سلطان
ناصر الدین (بغرا خاں) کے مصاحب تھے اور اکثر اس کے ہمراہ ملک چھجو کے یہاں
جو سلطان مذکور کا چچازاد بھائی تھا آتے اور شعر و سخن میں خسرو کے حریفِ مجلس بنتے
تھے۔ اس کے بعد جب خسرو نے سلطان ناصر الدین کے یہاں ملازمت اختیار کی تو دونوں
سے تعلقات اور زیادہ ہو گئے۔ جس وقت مہمِ طغرل کے بعد سلطان بلبن نے بغرا خاں
کو لکھنوتی (بنگال) کا حکمراں مقرر کیا تو خسرو اور اثیر الدین اور شمس الدین شاہزادہ مذکور
کے ہمراہ تھے۔ وطن اور عزیزوں کی محبت میں خسرو تو دہلی چلے آئے، لیکن اُن کے
دونوں دوست شاہزادہ مذکور کے ساتھ لکھنوتی رہ گئے۔ خسرو کا دہلی پہنچنے کے بعد

شہزادہ سلطان محمد (سلطان شہید) کے دربار سے تعلق ہوگیا اور اس کے ہمراہ پانچ برس تک ملتان رہے۔ شہزادۂ مذکور کی شہادت کے بعد کوئی دو سال گوشہ نشینی میں گذارے اب اس موقع پر جب دہلی اور لکھنوتی کے لشکر اَوَدھ میں ملے تو برسوں کے بچھڑے ہوئے دوست آپس میں بغلگیر ہوئے۔ اس دوران میں شمس الدین دبیر کا تقرب سلطان محمود کے یہاں بہت کچھ بڑھ گیا تھا چنانچہ سلطان محمود نے جس وقت باربک کے پاس (جو لشکر کیقباد کے ہراول کا سپہ سالار تھا) پیغام بھیجا ہے تو شمس الدین دبیر کو اس کے متعیّن کیا تھا۔

قران السعدین میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے۔

تیغ زنِ مشرق از آن سوی آب — تیغ برون آختہ چون آفتاب
جست سوی کہ گزارد پیام — ہرچہ بگویند بگوید تمام
گر سخن از صلح بود یا نبرد — کم نکند ہیچ زنیروی مرد
دید کہ کس نیست زبرنا و پیر — درخور این کار چو شمس دبیر

(صفحہ ۱۰۱)

یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ خسرو کے معاصرین میں شمس دبیر کا مشہور اُدبا اور شعرا میں شمار ہوتا تھا۔ چنانچہ اس موقع پر رخصت کے وقت شمسِ دبیر نے اپنے عزیز دوست کو اپنا دیوان بطور یادگار دیا ہے۔ بدایونی نے منتخب التواریخ میں شمس دبیر کا کچھ کلام نمونتہً درج کیا ہے۔

(دیکھو صفحہ ۲۶۰ منتخب التواریخ مطبوعۂ نولکشور)

دوسری خصوصیت خسرو کی طبعزاد مثنویوں کی یہ ہے کہ اُن میں واقعیت

کا سر رشتہ کمال احتیاط کے ساتھ برقرار رکھا گیا ہے۔ امیر داستان کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ شاعری کے ساغر میں حقیقت ہمیشہ عُریاں نظر آتی ہے۔ اس خصوصیت کا خود اُنھیں بھی پورا احساس تھا اور اس کی طرف اُنھوں نے فخر کے طور پر جابجا اشارہ کیا ہے۔

اس خصوصیت کے دو پہلو ہیں اوّل یہ کہ واقعات صحت کے ساتھ بیان کیے جائیں، دوسری یہ کہ بیانِ واقعات میں انتخابِ جُزئیات اور تفصیل کو اُنف پر کامل دستگاہ ہو۔ خسرو کی مثنوی نگاری میں یہ دونوں پہلو بدرجۂ اتم پائے جاتے ہیں۔ اُن کی معلوماتِ عامّہ غیر معمولی ہیں اور اِن معلومات سے شاعرانہ مصوّری میں پوری طور سے کام لینا آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک طرف تو شاعرانہ سحر کاری کے باوجود اُن کا کلام حقیقت سے متجاوز نہیں ہوتا اور دوسری طرف اُس میں وہ تمام جزئیات موجود ہوتے ہیں جو شاعرانہ مصوّری میں تصویر کشی کے خطوط اور رنگ آمیزی کے قایم مقام ہوتے ہیں۔

پہلی خصوصیت اور دوسری خصوصیت کی اجتماع کی وجہ سے خسرو کی مثنوی نگاری کو "تاریخی نقّاشی" سے تعبیر کرنا بے جا نہ ہوگا۔

واقعیت کی خوبی ان دونوں لحاظ سے قران السّعدین میں کامل طور پر پائی جاتی ہے۔ کُل قصّے کی کائنات صرف اسقدر ہے کہ بلبن کے انتقال کے بعد اس کا پوتا کیقباد تختِ دہلی پر متمکّن ہوتا ہے۔ کیقباد کا باپ ناصر الدین محمود لکھنوتی میں حکمراں ہے۔ وہ اپنے باپ

بلبن کے انتقال اور اپنے بیٹے کیقباد کی تخت نشینی کی خبر پاکر اور اپنے آپ کو تختِ دہلی کا وارثِ حقیقی سمجھکر ہندوستان پر لشکر کشی کرتا ہے۔ باپ کی لشکر کشی کی خبر سُنکر بیٹا بھی اپنی فوج لیکر دہلی سے بڑھتا ہے۔ شہر اَوَدھ کے قریب سرجو ندی کے کناروں پر دونوں لشکر صف آرا ہوتے ہیں لیکن باہم نامہ و پیام کے بعد صلح ہو جاتی ہے اور باپ بیٹے سے آکر ملتا اور اُسے اپنے ہاتھ سے تخت پر بٹھا دیتا ہے۔ یہ بظاہر کوئی اہم یا مہتم بالشان واقعہ نہیں ہے، لیکن شاعر کی سحر کاری دیکھو، مواد کی کمی اور واقعہ کی قلیل النتاجی کو "وصف نگاری" کے پردے میں اس طرح چھپایا ہے کہ قصّے کی بے مائیگی کا احساس تک نہیں ہوتا۔

جس چیز کو خسرو نے "وصف نگاری" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے وہ حقیقت میں واقعہ نگاری ہے جس کی طرف ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے۔ انتخابِ جزئیات اور تفصیلِ کوائف یہ دونوں اجزا وصف نگاری کی جان ہیں اور فارسی میں اس مثنوی سے بڑھکر شاید کہیں موجود ہوں۔

جس وقت ناصر الدین کی فوج کشی کی اطلاع دہلی پہنچتی ہے، سردی کا موسم ہے، کیقباد دار السّلطنت سے شکار کے لیے باہر آتا اور فوج کا معائنہ کرتا ہوا قصر کلوکھری پہنچ جاتا ہے اور وہاں جشنِ شاہی مناتا ہے۔ یہ اُس داستان کے ابتدائی واقعات تھے، لیکن یہاں تک پہنچتے ہوئے مثنوی کا پڑھنے والا دار السّلطنت کی سیر کر چکا ہے، اُسے موسم کی پوری کیفیت معلوم ہو چکی ہے، بادشاہ کے جلوس اور شکار گاہ کا نظّارہ دیکھ چکا ہے اور رنگیلے بادشاہ کی محفلِ نشاط کا پورا سین اس کی آنکھوں میں پھر گیا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ دہلی جمنا کے قریب

واقع ہی۔ اُس میں تین حصار ہیں وہاں پر مسجدِ جامع، منارہ، مأذنہ اور حوضِ شمسی دلچسپ مقامات ہیں اور شہر نہایت آباد اور پُر رونق ہے۔ سردی کے زمانے میں جو خاص تبدیلیاں پیش آتی ہیں وہ سب اُس کے سامنے ہیں اور اس طرح کہ وہ گویا موسم کی کیفیت کو محسوس کرنے لگتا ہے۔ لمبی راتیں، چھوٹے دن، برف باری اور آگ کی گرم بازاری، گرم اور موٹے کپڑوں کا استعمال، مُنہ سے بھاپ نکلنا وغیرہ یہ سب وہ کیفیات ہیں جنکا خیال آتے ہی جاڑے کا موسم محسوس ہونے لگتا ہے۔ غرض اسی طرح پر ایک ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اس مثنوی کا پڑھنے والا کسی ملک کا رہنے والا کیوں نہ ہو وہ واقعات کے ساتھ حالاتِ ماحول اور مناظر کا پورا سماں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوا جاتا ہے۔ اس واقعہ نگاری کی بدولت اُس عہد کے تمدن کی جزئیات پر ایسی روشنی پڑتی ہے جو دوسری جگہ نظر نہیں آتی۔ دربار، جلوس، مجلسِ شاہی اور فوجی نظام کی گویا چلتی پھرتی تصویریں دکھائی دینے لگتی ہیں۔

مناظرِ فطرت کی مصوّری بھی اگرچہ ایک جُدا گانہ خصوصیت قرار دی جاسکتی ہے، اسی خصوصیت کے جس سے ہم بحث کر رہے ہیں تحت میں داخل ہے۔ اس میں خسرو کو امتیاز خاص حاصل ہے اور اس لحاظ سے میرے خیال میں دنیا کے بہت تھوڑے شاعر اُن کے پہلو بہ پہلو ہیں۔ یہ بحث بہت زیادہ تفصیل کی محتاج ہے لیکن یہاں محض اس کی طرف اشارہ کر دینا کافی ہے۔

مثنوی قران السّعدین میں تمام موسموں کی کیفیات اور مختلف اشیا کے اوصاف

ہیں جس کمال کا اظہار کیا ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔

تیسری خصوصیت جو خسرو کی شاعری کا مابہ الامتیاز ہے اور جو مثنوی نگاری کی جان ہے وہ نفسانیات کا صحیح ادراک ہے۔ جس طرح ایک ڈراما نگار یا ناول نویس کے لیے ضرورت ہے کہ وہ اشخاصِ قصہ کی شخصیتیں قایم کرے، انھیں شروع سے اخیر تک برقرار رکھے، اور حالات و واقعات سے ہر موقع پر ان کی داخلی کیفیات مترشح ہوتی اور اُن کو ایک دوسرے سے متاثر کرتی ہوں، اسی طرح مثنوی نگاری میں جہاں موقع پیش آئے یہ حفظ و تفریق اشخاص لابدی ہے اس کے بغیر مثنوی میں روح پیدا نہیں ہو سکتی۔ فارسی لٹریچر میں بہت کم مثنویاں ہیں جو اس معیار پر پوری اُترتی ہیں۔

خسرو کو تاریخی مثنویوں میں اس خصوصیت کے پورا کرنے کے لیے یہ موقع حاصل تھا کہ اشخاصِ قصہ اُن کے پیشِ نظر تھے اور وہ ان کو نہایت اچھی طرح جانتے تھے، لیکن اس سے اگرچہ یہ فائدہ ہوا کہ انھیں تخیل کی مدد سے اشخاصِ قصہ کو پیدا کرنا نہیں پڑا جیسا کہ افسانی میں کرنا پڑتا ہے، لیکن تحفظِ شخصیت کوئی سہل کام نہیں ہے، اور جب تک ادراکِ نفسانیات کے ساتھ شاعر کی قوتِ مصوّرہ نہایت تیز نہ ہو یہ میدان سپر نہیں ہو سکتا۔

دوسری اور تیسری خصوصیت دراصل "واقعیت" کے دو پہلو ہیں، خارجی اور داخلی۔ خارجی حالات کا احساس اور ادراک بہ نسبت نفسِ انسان کے پیچیدہ اور مخفی کیفیات کے بہت زیادہ سہل ہے، لیکن جس طرح کسی شخص کی صورت دیکھ لینا اس کو واقعی طور پر جان لینے کے لیے کافی نہیں ہے اسی طرح کسی قصّہ یا داستان میں محض باہر کی اور اوپری چیزیں اشخاصِ قصہ

سے حقیقی واقفیت کے لیے کافی نہیں۔

قصہ کا پڑھنے والا کتاب ختم کرنے کے بعد قدرتاً یہ خیال کرتا ہے کہ اشخاصِ قصہ کس حد تک اس کے ذہن میں مرتسم ہیں اور وہ اُن کے باطنی حالات، اخلاق و عادات اور رجحانات اور خیالات سے کس حد تک آگاہ ہے۔ مصوّر اور شاعر میں ایک بڑا فرق ہے کہ اوّل الذکر تمامتر خارجی اور محسوس مناظر سے باطنی کیفیات کی جھلک دکھاتا ہے، برخلاف اس کے شاعر بیشتر داخلی پہلو کو لے کر چلتی پھرتی اور جیتی جاگتی ہستیاں ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔

واقعیت کے دونوں پہلو کو ملحوظ رکھنا اور اُن کو کامیابی کے ساتھ شاعرانہ نقاشی میں کام میں لانا چنداں آسان نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خسرو شاعری کی اس دشواری سے خوب واقف تھے۔

ایک جگہ قران السّعدین میں لکھتے ہیں۔

این سخنِ چند کہ بیخو است ست ۔۔۔ شاعری نیست کہ ہم راست ست

گرچہ چنیں راست نباید نہفت ۔۔۔ "راست بسے ہست کہ نتوانش گفت"

اگرچہ قران السعدین میں اشخاصِ قصہ کی تعداد نہایت ہی قلیل ہے، کیقباد، محمود اور چند دیگر اشخاص لیکن حفظِ شخصیات کا اس میں پورا التزام ہے۔ اس کا پورا لطف اس موقع پر آتا ہے جہاں باپ اور بیٹے کے مابین نامہ و پیام ہوتے ہیں اور اس کے بعد صلح ہو کر خلوت میں ملاقاتیں ہوتی ہیں۔ یہاں گویا ڈراما کی (جس میں شخصیت کا کامل التزام ہوتا ہے)

جھلک نظر آنے لگتی ہے۔

اس مثنوی میں مرکزی شخصیت کیقباد ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ وہ ایک نوجوان بادشاہ تھا جو تمام تر عیش و عشرت کا دلدادہ تھا۔ خسرو نے اگرچہ ایک مورخ کی طرح عیب جوئی کے نقطۂ نظر سے یہ نہیں کہا کہ بادشاہ ہوا و ہوس میں گرفتار اور دنیا و مافیہا سے بے خبر تھا، لیکن ساری مثنوی عشرت کے رنگ میں ڈوبی ہوئی اور سراپا مرقعِ عیش بنی ہوئی ہے۔

جیسا کہ مولانا اسمٰعیل نے لکھا ہے "حضرت خسرو کو ممدوح بھی خوش قسمتی سے ایسا ہاتھ لگا ہے کہ ساقی و مغنّی و شاہد و بادہ و ساغر کا ذکر محتاجِ تکلف نہیں بلکہ اس کی بزمِ عیش کا ایک معمولی ہنگامہ ہے۔"

حقیقتِ حال یہ ہے کہ خسرو کی تمام تصانیف بالخصوص مثنویوں کو اس عہد کا آئینہ کہا جا سکتا ہے جس میں وہ لکھی گئی ہیں۔ ایک سچے شاعر کا قلب کیفیات دائرہ اور حالات ماحول سے بہ نسبت دوسروں کے زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ اس کے جذبات جلد مشتعل ہوتے اور معرضِ اظہار میں آ جاتے ہیں۔ عہد علائی کی مثنویوں میں اس عظیم الشان عہد کی ہر جگہ پر جھلک پڑتی ہے۔ اسی طرح نہ سپہر میں علاء الدین کے عیش پرست جانشین قطب الدین مبارک شاہ کی تفریح صید افگنی اور بزم آرائیوں کا فوٹو سامنے آ جاتا ہے جو خلجیوں کی بربادی کی اسی طرح پیشینگوئی کرتا ہے جس طرح کیقباد کی عیاشیاں سلاطین غلامان کے خاندان کی تباہی کا پتہ دیتی ہیں۔

اسی خصوصیت کے تحت میں جن کا ہم ذکر کر رہے ہیں وہ غزلیات داخل ہیں

جو قران السّعدین میں مختلف مقامات پر تضمین کی گئی ہیں۔ ان غزلوں کی خاص خوبی یہ ہی کہ سب حسبِ حال ہیں جس داستان کے بعد آتی ہیں داخلی حیثیت سے پچھلے واقعات کا اعادہ کرتی اور اگلی داستان کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

مثلاً موسمِ سرما ہی کیقباد لشکر کی تیاری کا حکم دیتا ہی:۔

شد ہوا سرد کنوں آتشِ خرگاہ کجاست (صفحہ ۴۷)

مقطع میں اگلی داستان "جنبشِ شاہ ز دہلی ز پے کینِ پدر" کی طرف ایک لطیف اشارہ ہی، جس کا مصرعۂ اولیٰ ساری داستان کا خلاصہ ہی ؎

عزم حج دارد خسرو زپے توبۂ عشق
توشہ اینک غمِ دل، بارگہِ شاہ کجاست (صفحہ ۴۸)

بادشاہ دار السّلطنت سے روانہ ہو کر عازمِ شہر ہوا ہی۔

"سوارِ چابک من باز عزمِ لشکری دارد" (صفحہ ۵۷)

موسم بہار آتا ہی بادشاہ گل و بلبل کے ساتھ دادِ طرب گستری دیتا ہی ؎

(۱) آمد بہار دشت چمن لالہ زار خوش الخ (صفحہ ۷۲)

(۲) گل امروز آخریں شب مست خاست الخ (صفحہ ۸۶)

(۳) دوش ناگہ بہرِ دل شدہ آں مہ برسید الخ (صفحہ ۹۰)

لشکرِ شاہی فتحمند واپس آتا اور مغل قیدی پیمال ہوتے ہیں۔

تیغ بر گیر تا زسر برھم
[illegible] (صفحہ ۹۹)

باپ بیٹے میں صُلح ہو کر ملاقات کی سلسلہ جنبانی ہوتی ہے۔

بباغ سایۂ بیدست و آب در سایہ
از یں سپس من و جانان و خواب در سایہ
(صفحہ ۱۳۶)

باپ بیٹے میں ملاقات ہوتی ہے۔

خرّم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد
آرزو مندِ نگارے بہ نگارے برسد
(صفحہ ۱۵۲)

وقتِ وداع ہی باپ اور بیٹا جُدا ہوتے ہیں۔

آرامِ جانم می رود. دل راصبوری چون بود الخ (صفحہ ۲۱۰)

مفارقت کے بعد کی بیقراری اور یاد۔

سخت دشوار ست تنہا ماندن از دلدارِ خویش
باکہ گویم حالِ تنہا ماندنِ دشوارِ خویش
(صفحہ ۲۱۶)

بادشاہ عازمِ دار السّلطنت ہوتا ہے۔

باز ابرِ تیرہ از ہر سوے سر بر می کند الخ (صفحہ ۲۳۰)

بادشاہ دار السلطنت پہونچتا ہے۔

عمرِ نو گشتہ مرا باز کہ جاں باز آمد الخ (صفحہ ۲۳۴)

کتاب ختم ہو گئی بادشاہ کی خدمت میں شرفِ قبول کی درخواست ہے۔

نامہ تمام گشت بجاناں کہ می برد پیغامِ کالبد بسوے جاں کہ می برد (صفحہ ۲۵۵)

الغرض مسلسل تمام داستان کی کیفیات جو واقعات کے لحاظ سے شاعر کے قلب پر وارد ہو سکتی ہیں، ان غزلیات کے ذریعہ بیان کر دی گئی ہیں۔ گویا شاعر نے مجرّد جذبات کے لباس میں تمام قصہ ہی کو بیان کر دیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جس چیز پر لفظ شاعری کا سب سے زیادہ اطلاق ہو سکتا ہے وہ صنف غزل ہے۔ ہل نے کیا خوب کہا ہے کہ شاعر کے بیان کا ما بہ الامتیاز یہ ہے کہ وہ جذبات میں سرشار دنیا و ما فیہا سے بے خبر ہو کر نواسنج ہوتا ہے اور اس کا بیان دوسروں کی طرف خطاب نہیں ہوتا، وہ غم و غصہ شوق و مسرت سے بیتاب ہو کر ترنّم کرتا ہے۔ جس طرح بلبل اپنے چہچہوں میں خود منہمک اور صحنِ باغ کے بسمل اور وارفتہ سامعین سے بے خبر ہوتی ہے اسی طرح شاعر اپنے جذبات اور واردات قلبی کا اس طرح اظہار کرتا ہے کہ گویا وہ سامعین سے بے نیاز اور بے خبر ہے۔

اِس معیار کو پیشِ نظر رکھو اور قران السّعدین کی غزلیات کو جانچو۔ یہ غزلیات جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں مناسبِ موقع لکھی گئی ہیں گویا خارجی واقعات کو مجرّد جذبات کا جامہ پہنایا گیا ہے۔

شاعری کی صنف غزل میں خسرو کو جو امتیازِ خاص اور قبولِ خاطر حاصل ہے محتاجِ بیان نہیں۔ وہ غزلسرائی میں سعدی کے تتبع ہیں لیکن ان کا غزلیات میں ایک خاص رنگ پایا جاتا ہے۔ سعدی کے سامنے رکھنے سے معلوم ہو گا کہ کلام کی سلاست اور شیرینی اور جذبات کی پاکیزگی دونوں کے یہاں موجود ہیں لیکن خسرو کی غزلیات میں جو طرفگی،

تخیل، واقعیت، سوز، رقت اور رقص پایا جاتا ہے وہ ہمیں کہیں نہیں ملتا۔ قران السعدین کی غزلیات وسط الحیوٰۃ کے اخیر زمانہ اور غرۃ الکمال کے ابتدائی ایام سے تعلق رکھتی ہیں یہ اُن کے انبساط اور جوش کا زمانہ ہے۔ قران السعدین کی غزلیات کے متعلق خود خسرو نے کیسی سچی تعریف کی ہے۔

ہر غزلے وشنۂ عشاق کُش (صفحہ ۲۳۶)

جیسا کہ مولٰنا اسمٰعیل نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے یہ غزلیں حالیہ ہیں۔ علاوہ ازیں مثنوی کی بحر ظاہر ہے کہ شروع سے اخیر تک ایک ہے۔ بیچ بیچ میں مختلف بحروں کی غزلیات شامل ہو جانے سے ایک خاص قسم کا تنوع پیدا ہو گیا ہے، جس سے "تازہ بتازہ نو بنو" کی لذت حاصل ہوتی ہے۔

خسرو کی مثنوی نگاری کی چوتھی خصوصیت جدت اختراع اور طرفہ آفرینی ہے اُن کی طبیعت کا سب سے زیادہ میلان ایجاد کی طرف تھا۔ ہر صنف میں اس کے شواہد موجود ہیں جیسا کہ اُنھوں نے خود بیان کیا ہے[1] اُن کی نثر تمام تر اُن کی جدت آفرینی کا نتیجہ ہے[2]۔ رباعیات و قطعات میں وہ کسی کے مقلد نہیں[3]۔ قصائد، مثنوی اور غزل میں وہ اپنے آپ کو دوسروں کا پیرو بتاتے ہیں، لیکن اس تقلید میں بھی اُنھوں نے اپنی حریتِ ذہنی اور اختراعات کے لیے پورا میدان پیدا کر لیا ہے۔ صنایع اور بدایع میں اُن کی جدت پسند طبیعت نے ایجادات کے انبار لگا دیئے ہیں[4]۔

[1] دیکھو اعجازِ خسروی [2] دیکھو دیباچہ غرۃ الکمال [3] دیکھو اعجاز خسروی دیباچہ تحفۃ الصغر دیباچہ وسط الحیوٰۃ اور دیباچہ غرۃ الکمال وغیرہ ۱۲

مثنوی قران السعدین میں جو خود جدّت کا نمونہ ہے وہ فرماتے ہیں۔

چند گہم بود بدل این خیال | تازہ کنم ہر صفتے را جمال
بود در اندیشۂ من چند گاہ | کز دلِ دانندۂ حکمت پناہ
چند صفت گویم دانِشش دہم | مجمعِ اوصاف خطابش دہم
طرزِ سخن را روشِ نو دہم | سکّۂ این ملک بجنسِ دہم
نو کنم اندازِ رسمِ کہن | پس روی پیشِ روانِ کہن (صفحہ ۲۳۔۲۴)

آنچہ ز سر جوشش دلِ نقشبند | ق | معنیِ نو بود و خیالِ بلند
موئے بموئیش بہ ہنر بیختم | پختہ و سنجیدہ در و ریختم
وصف نہ زاں گونہ شد از دل پدید | کاں دیگرے را بدل آید کہ چو پید
ہر صفتے را کہ بر انگیختم | شعبدۂ تازہ در و ریختم
نیست زکس لولوے لالاے من | ژرف بہ بیں دُرّتہِ دریاے من
نکتۂ من گوہرِ کانِ من ست | زانِ کسے نیست از آنِ من ست
دُزد نیم خانہ برِ دیگرے | خانہ کشادہ ز درِ دیگرے
مایۂ ہر دُزد کہ در عالم ست | گرچہ فزون ست بقیمت کم ست (صفحہ ۲۳۸۔۲۳۹)

آن کہ شناسندۂ این گوہرست | گر ہمہ نفریں کندم درخورست

داں کہ بہ تقلید نشست اندریں   نشنوم از خود کند م آفریں (صفحہ ۲۴۲)

حقیقت یہ ہی کہ یوں تو انسان کی تمام ذہنی قوتیں وہبی ہوتی ہیں اور کوشش سے اُن میں صرف محدود ترقی ہوسکتی ہی لیکن غالباً قوائے دماغی میں سب سے زیادہ غیر اکتسابی وہ قوت ہی جسے "تخیّل" کہتے ہیں اور جو شاعری کے لیے خاص طور پر بمنزلۂ روح و رواں ہی۔ شاعر اسے ماں کے پیٹ سے لیکر آتا اور اُسی طرح اپنے ساتھ لے جاتا ہی۔ دوسرے لحاظ سے ممکن ہی کہ اس کے کلام میں روز بروز ترقی ہوتی جائے۔ مثلاً اس کی الفاظ زیادہ شستہ اور بندشیں زیادہ چیست ہوجائیں لیکن تخیّل کی مقدار تقریباً ہمیشہ معیّن رہتی ہی۔ یہی وجہ ہی کہ ایک بڑے شاعر کے کلام میں عہدِ طفولیت میں پیرانہ پختگی اور عہدِ پیری میں طفلانہ تازگی پائی جاتی ہی۔

خسرو کے کلام پر ایک غائر تاریخی نظر ڈالنے سے اس خیال کی تصدیق ہوتی ہی خوش قسمتی سے اُن کا تمام کلام ہر ہر دَور کا جُدا جُدا محفوظ ہی۔ بڑی مثنویوں میں قران السعدین پہلی مثنوی ہی لیکن چند چھوٹی مثنویاں بھی جو اُنھوں نے اس سے پہلے لکھی تھیں محفوظ ہیں۔ ذیل میں ہم اُن کی دو ابتدائی مثنویوں سے ایک ہی مضمون کے متعلق انتخابات پیش کرکے قران السعدین سے مقابلہ کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ ابتدا ہی سے خسرو کے تخیّل کی کیا حالت تھی۔

مضمون مغلوں کی ہجو ہے جس میں خسرو نے قران السعدین میں بڑا زورِ قلم دکھایا ہی (دیکھو صفحہ ۹۳-۹۵)۔ یہ مثنوی اُن کے مربّی سلطان محمد کی شہادت اور خود امیر کے

مغلوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو جانے کے کوئی چار پانچ برس بعد کی ہے۔ اس کے لکھتے وقت اُن کا غم و غصہ جس قدر جوش میں ہوگا ظاہر ہے۔ دوسری مثنوی ۶۸۲ھ یعنی قران السعدین سے کوئی چھ برس پہلے اور حوادثِ مذکورۂ بالا سے ایک سال قبل کی تصنیف ہے۔ تیسری مثنوی سلطان محمدؒ کی ملازمت اختیار کرتے وقت غالباً دوسری مثنوی سے تین چار برس پہلے کی ہے۔

قران السعدین	مثنوی	مثنوی
(۶۸۸ھ)	(۱۱ ر رمضان ۶۸۲ھ)	(جو غالباً سلطان محمدؒ کی ملازمت اختیار کرتے وقت لکھی تھی)
کافرِ تاتار بروں از ہزار	در تگاپو چوں سگِ لقمہ ربا	قومے ہمہ گربہ چشم سگسار
کردہ دگر گونہ با شتر سوار	آفتِ نان و بلائے شوربا	چوں گرگ درندہ آدمی خوار
سخت سرانے بوغا سخت کوش	بہر نانے گر ہمہ باشند سیر	ہمہ بوزنہ وار نا وفا جوے
ہر ہمہ پولاد تن و پنبہ پوش	سرنگوں افتند از بالا بزیر	ہم پوست سگے کشیدہ بر روے
اصل زسگ لیک بہ رگ استخواں		چوں سگ ہمہ در دوال ماندہ
گربہ بنجی شدہ بر رفتے خواں		چوں بوزنہ در جوال ماندہ
		تا چند رہ سگی سپردن
		یا بوزنہ را انگشت بردن
	دو گلہ برہ لیک[1] برپشت دگل	مشتے وگلاں دو گلہ پوشاں
	گندگی راجاے کردہ دربغل	قربو قربوزناں وجوشاں

[1] یہ لفظ نسخۂ منقول عنہ میں نہیں ہے ۱۲

پوستیں پوشیدہ و بے پوست روے
در گریز از غازیانِ دوست روے

گشت سیلے گو ہمہ بر بانگِ نی — نالۂ ناخوش ہمی در داشتہ — گویاں سخنے بگ نے با نی
ہمچو زناں نوحہ کناں پے بہ پے — مست و آوا زِ سیلے بر داشتہ — لافش ز بزرگ استخوانی

زیں یلہ گردانِ نا فرخندہ پے
جاں یلہ کردہ بآوا زِ سیلے

سر تراشیدہ ز بہرِ قلم — بستہ پرِ بوم را بالائے سر — از سنگ و سپش خراش خوردہ
زاں قلم انگیختہ خذلاں رقم — سر تراشیدہ چو بیضہ زیر پر — ہم از سرِ خود تراش کردہ

مشتے پرِ بوم کردہ در سر
بسیار ز بوم شوم رو تر

رخنہ شدہ طشتِ مس از چشمِ تنگ — چشم شاں در روئے ناپیدا شدہ — چوں شیشہ و چشمِ ازرق و تنگ
دیدہ در انداختہ در رخنہ سنگ — ہر کہ دیدہ روئے شاں شیدا شدہ — در سختی اگر صفت کنم سنگ

دیدہ ہائے در شدہ اندر مغاک
گوئی بنشستہ است اندر گردہ باک

از رخ تا رخ شدہ بینی پہن — بینی پست و خیشش از دو دوال
وز کلہ تا کلہ لب تا لب دہن — ہمچو غوکے بر سرِ آبے رواں

بینی پر رخنہ چو گورِ خراب
یا چو تنورے کہ ز طوفانِ آب

موئے زنبی شدہ برلب فراز   ریش نے در روئے شاں حملہ زنخ   یک مونہ بریش تا بجنبند
سبلتِ شاں گشتہ بغایت دراز   آمدہ بہرِ زدن از کوہ و شخ   گوئی کہ یگاں یگاں بجنبند
ریش نہ پیراہنِ چپاہِ زنخ   کز نہادہ سبلتانِ کندہ را   سبلت عیان و ریش کندہ
سبزہ کجا بر دمد از روئے زنخ   وام دادہ ریش اہلِ خندہ را   مخصوص برائے ریش خندہ
کو زنخ شاں ز محاسن کنار
اہلِ زنخ را بمحاسن چہ کار
سبلتِ چوں سیخ چو تماج روئے
رشتہ ہمیں نعمتِ شاں در گلوئے

زشت تر از زنگ شدہ بوئے شاں   چہرۂ شاں اسپرِ غوری پہن
پست تر از پشت شدہ روئے شاں   ہم بہ پہنائے سپر دورِ دہن
چہرۂ شاں دبۂ نم یافتہ
باشے بجا کنجلک دخم یافتہ

روئے چو آتش کلہ از پشم میش   روئے ہمچوں آتش و سر ہمچو دیگ   تفسیدہ ز خشم ہمچو تابہ
آتشِ سوزاں شدہ با پشم خویش   ماندہ از مردارخواراں مردہ ریگ   رخِ سرخ چو پشتِ آفتابہ
آتش زدیانِ سرد چوں آب
سوزان و جہاں چو کرمِ شبتاب
رد سرخ و حدیثِ زشت در کام
چوں طشت کہ آں بیفتد از بام

خوردہ سگ و خوک بدندانِ بد | رو ترش چوں سرکہ تمتاج شوے
ہر ہمہ دندانِ خرد بے خرد | وز ترش خوئی ہمہ تمتاج روے
(صفحہ ۶۳-۶۵)

موش خوارانِ درندہ موش دار
گشتہ صحرا پُر ز مشتے موش خوار

مائدہ شان از خورشِ زشت قے | ہر کہ با ایشاں معاذ اللہ نشست | گندہ دہنان و گندگی دوست
واں کہ ببیند قیش آید بہ پے | قے کند در ساعتے از بوی زشت | خوکی و سگی کشیدہ در پوست

تینوں جگہ ایک ہی قسم کی ہجو ہے۔ شاعرانہ تخیل نے ایک نفرت انگیز تصویر کے خط و خال ہر جگہ یکساں طور پر کھینچے ہیں۔ جس طرح ایک ظریف مصوّر کسی شخص کی مضحکہ انگیز تصویر بناتے وقت اُس شخص کی مشابہتِ تامّہ قایم رکھتا ہے، اسی طرح ایک باکمال شاعر محبت و نفرت کے جذبات سے متاثّر ہو کر جو تصویر پیش کرتا ہے وہ اصلیت سے متغائر نہیں ہوتی البتہ اس کے وارداتِ قلبی کے لحاظ سے یہ تصویر کبھی دلکش اور کبھی نفرت انگیز ہوتی ہے۔

خسرو نے مغلوں کی تصویر جس طرح کھینچی ہے اس سے شاعر کی انتہائی دلی نفرت کا اظہار ہوتا ہے۔ لیکن دیکھنے کے قابل یہ بات ہے کہ اُن کی جن جن چیزوں کو استہزا کے لیے منتخب کیا ہے وہ واقعی ہیں محض قیاسی نہیں ہیں اور اُن جزئیات کو ملا کر جو اس غرض کے لیے انتخاب کی گئی ہیں ہمارے ذہن میں مغلوں کی ایک ایسی تصویر پیدا ہو جاتی ہے جو جذبات کا حجاب اُٹھا دینے کے بعد بھی مغلوں کی واقعی ہیئت سے مشابہت تامّہ رکھتی ہے چھوٹی چھوٹی نیلی آنکھیں، چپٹی ناک، پھیلے نتھنے، چوڑا تمتماتا چہرہ، ڈاڑھی کے دو چار بال

ٹھوڑی سے لٹکے ہوئے، لمبی لمبی موچھیں، گھٹا سر، کلہ پشم سر پر رکھی، پر بوم بطور کلغی لگائے، دگلہ پہنے، نے بجاتے اور تاتاری زبان میں نعرے لگاتے، غرض یہ ساری باتیں واقعی ہیں البتہ شاعر نے ان سب کو اس طرح بیان کیا ہی کہ پڑھکر ان کی ریشخند کے لیے خواہ مخواہ ہر ایک کی طبیعت چاہتی ہی۔

سب سے اخیر میں ہم جس خصوصیت کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں وہ "تناسب" ہی فنونِ لطیفہ میں (جس کے اندر شاعری بھی داخل ہی۔) "حسن" سب سے زیادہ تناسب کا نتیجہ ہوتا ہی۔ جس طرح "تاج گنج" یا "الحمرا" کی دلکشی کا اندازہ محض ان کی پیمایشیں دیکھنے سے نہیں ہو سکتا بلکہ اُن کے حُسن کا تصوّر نظارے کے ایک مجموعی اثر کا حاصل ہوتا ہی، اسی طرح کسی کتاب کے تناسب کا خیال کتاب کے مجموعی اثر پر موقوف ہی۔ یہ تناسب ایک طرف الفاظ کی موزونیت سے شروع ہوتا اور دوسری طرف خیالات کی مناسبت اور تمام اجزاے کتاب کی انفرادی اور اجتماعی خارجی اور داخلی موزونیت پر ختم ہوتا ہی۔ مصوّر اور نقاش تصویر یا نقوش بناتے وقت ایک طرف ہر ہر خط اور ہر ہر جزو کی موزونیت اور دوسری طرف اجزا کی باہمی تناسب کا خیال رکھتا ہی۔ بت تراش مجسّمہ تیار کرتے وقت چوٹی سے ایڑی تک پتھر کے ہر ہر مقام پر نظر رکھتا اور تمام حصص میں توازن و تناسب قایم کرتا ہی۔ معمار عمارت کی ہر ہر اینٹ موزونیت کے ساتھ رکھتا اور تمام عمارات کے حصّوں میں ایک مجموعی مناسبت قایم کرتا ہی۔ موسیقی کا ماہر ایک ایک سُر کو تول کر نکالتا اور نغمے کے مختلف اجزا میں پستی و بلندی قایم کر کے ایک مجموعی موزونیت پیدا کرتا ہی۔ اسی طرح

ادب کے شعبہاے لطیفہ میں مصنف اپنی کتاب کے ہر ہر لفظ اور ہر ہر خیال کو تولتا اور کتاب کے تمام اجزا میں توازن و تناسب پیدا کرتا ہے۔ کتاب کا حسن اسی تناسب کا نتیجہ ہے اور اسی تناسب میں فرق آجانے سے کتاب کے حسن میں بھی فرق آجاتا ہے۔

مثنوی میں اس حسن کا قایم رکھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ شاعری کے جملہ اصناف میں یہی صنف ایسی ہے جس میں ضخیم سے ضخیم کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ لیکن جسقدر اس کا میدان وسیع ہے اسی قدر اس کی مرحلہ پیمائی دشوار ہے۔ ہر قسم کے خیالات، جذبات اور واقعات پر قلم اُٹھانا پڑتا ہے اور شاعری کی تمام خصوصیات اور محاسن اس کی تکمیل اور آرایش میں صرف کرنے پڑتے ہیں۔ شاعری کا جو کمال ہومر اور شکسپیر کے یہاں نظر آتا ہے اس کا عکس ہماری شاعری میں سب سے زیادہ اسی صنف یعنی مثنوی میں ہو سکتا ہے۔ لیکن فرا غور کرو کہ بے شمار مثنوی نگاروں میں کتنے ہیں جو اس معیار پر پورے اُترتے اور فردوسی و نظامی اور خسرو کے پہلو بہ پہلو بیٹھنے کا استحقاق رکھتے ہیں۔

اگرچہ ہمارا یہ کہنا کسی دوسرے کے لیے بُرہان نہیں ہو سکتا کہ خسرو کی طبعزاد مثنویاں تناسب کے معیار پر پوری اُترتی اور ہمارے ذہن میں حسن کا تصوّر پیدا کرتی ہیں، لیکن ہمیں یقین ہے کہ مذاقِ سلیم اور وجدانِ صحیح اس کتاب کے پڑھنے والوں کو خود اس نتیجہ کی طرف راہبری کریگا۔ ناظرین اس مثنوی کے پڑھتے وقت ان خیالات کو پیشِ نظر رکھیں اور خود اندازہ کریں کہ شاعر نے مختلف داستانوں کے باہمی ربط اور مختلف اجزا کے باہمی تناسب میں کس حد تک کامیابی حاصل کی ہے۔ جو عمارت اس نے ایک ایک لفظ چُنکر بنائی، جو نقش و نگار

اس نے ایک ایک خیال لیکر کھینچے اور جو راگ اس نے ایک ایک حرف جوڑ کر پیدا کیا ہی اُن سے کہاں تک خسرو فنون لطیفہ کے بڑے اُستادوں کی صف میں جگہ پانے کا مستحق قرار پاتا ہی۔

(۴)

قران السّعدین کے بعض نسخوں پر اس مثنوی کا نام "مثنوی در صفتِ دہلی" لکھا ہوا پایا گیا ہی۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہی کہ مثنوی مذکور میں خسرو نے جہاں مختلف اشیاء کے "صفات" لکھے ہیں، وہاں دارالسّلطنت اور اس کی مشہور عمارات وغیرہ کی توصیف بھی کی ہی۔

قران السعدین سے محقّقینِ آثارِ قدیمہ کو کیقباد کے عہد میں دہلی کے متعلق بعض مستند حالات معلوم ہو سکتے ہیں جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

دہلی کو اس عہد میں قبۃ الاسلام کے لقب سے نامزد کیا جاتا تھا ؎

"قبّۂ اسلام شدہ در جہاں
بستہ او قبّۂ ہفت آسماں" (صفحہ ۲۹)

شہر پہاڑی پر آباد تھا اس کے گرد دو میل تک باغ تھے اور دریاے جمنا اس کے قریب آبیاری کرتا تھا ؎

شہر نہ بل بحرِ عجائب نما — بحر وے گشت بکوہ آشنا
زاں بدل کوہ گرفتہ قرار — تا کند استیلیم عدو سنگسار (صفحہ ۳۰)

تا بدو فرسنگ بہ پیرامنش   روضۂ باغ و چمن گلشنش
(صفحہ ۳۳)

تا فلک از جون بدو دادہ آب

دجلہ رواں بر دبغداد آب (صفحہ ۳۳)

دہلی میں اس زمانہ میں تین حصار تھے، دو پرانے، ایک نیا ؎

از سہ حصارش دو جہاں یک مقام

وز دو جہاں یک نفس دہ سلام (صفحہ ۲۸)

(۱) حصنِ برونیش ز عالم بروں   عالمِ بیرونش بحصن اندروں

(۲) حصنِ درونیش تو گوئی مگر   چرخ بزیر ست و حصارش زبر

(۳) گفت حصارِ نوِ او را سپہر   کاے فلکِ نو بکہن دار مہر

ملک ز در وازۂ او فتح باب   سیزدہ دروازہ و صد فتح باب

ہر دم از اں قلعۂ مینو سرشت   قلعۂ فیروزہ شدہ خشت خشت (صفحہ ۲۸-۲۹)

پہلے دو حصار میں ایک جو باہر کی طرف تھا غالباً قدیم دہلی کی شہر پناہ ہی اور حصار اندرونی شہر کا شاہی قلعہ۔ حصارِ نو سے غالباً حصار شہرِ نو واقع کیلوکھری مراد ہی۔ کیلوکھری کا محل وقوع دہلیِ کہنہ سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر شمال مشرق کی جانب جمنا کے غربی کنارے پر ہی۔ یہیں پر کیقباد نے ایک قصر تعمیر کیا تھا جس کی مفصّل کیفیت قران السّعدین میں بدیں عنوان لکھی ہی ؎

صفتِ قصرِ نو و شہرِ نو اندر لبِ آب

کہ بود عرصۂ رفرف چو رفِ آں ایواں (صفحہ ۵۴)

ضروری اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں ؎

رفت بکلوکھری و داد عون — از ندِ دست چو دریاے جون

قصر شد از فرشِ ارجمند — چوں فلک از منزلتِ خود بلند

قصر نگویم کہ بہشتے فراخ — روفتہ طوبی درِ او را بشاخ

بامِ سفیدش بفلک سودہ سر — کرد بخورشید سفیدیِ ابر

آئینہ گشتہ زگچِ صاف خشت — دید درا و صورتِ خود را بہشت

شکلِ ستونش بمقام ستاد — قصرِ ارم راشدہ ذات العماد

طرفہ عروسے شدہ آراستہ — آئینہ از آبِ رواں خواستہ

جون کز و گشت حبابے عیاں — قصر نمود از تہِ آبِ رواں

ہمچو دو آئینہ مقابل زتاب — آب درو عکس نما او درآب

طاقِ بلندش بفلک گشت جفت — حاصلِ او شد فلک اندر نہفت

کنگرِ طاقش بزبانِ دراز — پیشِ فلک گفت سخنہای راز

سنگِ سفیدش کہ شدہ بر سپہر — آمدہ از مہر و شدہ ہم بمہر

یک طرفش آب و دگر سوی باغ — باغ دلے زد و سویش بلاغ

شاخ بہر بارگہِ کرد راہ — جائگہِ بار شدہ بارگاہ

(صفحہ ۵۴-۵۶)

[illegible]

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہی کہ شہرِ نو جمنا کے قریب واقع تھا اور قصرِ نو دریا کے عین کنارے پر تعمیر کیا گیا تھا۔ اور اس کا عکس دریا میں پڑتا تھا۔ نیچے کا حصّہ اینٹوں سے بنا تھا، جس پر چونہ اور سفیدی ہو رہی تھی۔ اوپر کے حصّہ میں سنگِ سفید لگا تھا۔ اس قصر کے ایک طرف جمنا تھی، اور دوسری طرف باغ تھا، جو بارگاہ سے اسقدر قریب تھا کہ درختوں کی شاخیں بارگہ کے اندر داخل ہوتی تھیں ؎

جائگہِ بار شدہ بارگاہ

اس مصرع میں لفظ بار میں لطیف ایہام ہی۔ معنی مقصود یہ ہی کہ بارگاہ قربِ باغ کے باعث شاخوں کے داخل ہونے کی وجہ سے پھلوں کے رکھنے کی جگہ ہو گئی ہی۔ معنی قریب جن کی طرف پہلی نظر میں ذہن منتقل ہوتا ہی یہ ہیں کہ "بارگاہ" دربار کی جگہ ہی۔ غرّۃ الکمال میں بھی قصر معزی کی تعریف میں ایک چھوٹی سی مثنوی ہی جس کے چند اشعار درج ذیل کیے جاتے ہیں ؎

زہے فرخندہ قصرِ آسماں سائے — کہ ہست از رفعتش بر آسماں جائے

بروئے آب فردوسِ جہاں تاب — کجا فردوس خود باشد بریں آب

بآبِ جون دادہ صنعت و لون — زمیں پوشیدہ در پیشش لبِ جون

خیالِ قصر کاندر آب زد تاب — فلک را سرنگوں افگند در آب

نظیرے ایں چنیں قصرے محالست — مگر در آب بینی واں خیالست

زمینش مہ بلندی آسماں گیر — مبارک باد بر شاہِ جہاں گیر

معز الدین کہ دنیا را بیاراست | زِ باشش دین و دنیا را بیاراست
شہنشاہ کیقباد آں افسرِ ملک | کہ چوں افسر برآمد بر سرِ ملک
خداداد ت در ایّامِ جوانی | بہیں ملکے چو ملکِ جاودانی

بعض گزشتہ اور موجودہ مورّخین نے "شہرِ نو" کی تعمیر کو بھی غلطی سے معز الدین کیقباد کی طرف منسوب کیا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ "شہرِ نو" اس نام سے کیلوکھری میں پہلے ہی سے آباد تھا۔ چنانچہ جلوسِ ناصری کے پندرھویں برس ۶۵۸ھ میں جس وقت ہلاکو خان کے سفیر ناصر الدین محمود کے دربار میں پیش ہوئے اُس وقت (بقول صاحب طبقات ناصری جس نے یہ حالات چشم دید بیان کیے ہیں) دو لاکھ پیادہ اور پچاس ہزار سوار اور اہالیانِ دہلی کی بیس بیس صفیں و طرفہ "شہرِ نو" واقع کیلوکھری سے لیکر قصرِ شاہی واقع دہلی تک پھیلی ہوئی تھیں۔ سفرا شہرِ نو سے جانب دار السلطنت روانہ ہوئے۔

"بقدرِ دو لک پیادہ تمام بحضرت آمد، و بقدر پنجاہ ہزار سوار آمادہ برگستوال
و بیرق و تعبیہ ساختہ و خلق و عوامِ شہر از معارف و اوساط و ارذال چندال
مرد از سوار و پیادہ بیروں رفت کہ از "شہرِ نو" کیلوکھری تا درونِ شہر کہ
قصرِ سلطنت بود بیست صف مرد پشت بہ پشت چوں باغ فراہم یافتہ کتف بر
نہادہ صف در صف ایستادہ . . . . چوں رُسُلِ ترکستاں از "شہرِ نو"
برنشستند الخ"

اِس کا بہترین ثبوت کہ شہرِ نو کی بنیاد کیقباد نے نہیں ڈالی خود خسرو کے بیان سے

مترشح ہی۔ "صفتِ قصرِ نو و شہرِ نو اندر لبِ آب" میں اُنھوں نے صرف قصر کی تعریف کی ہی اور اسی کو کیقباد کی طرف منسوب کیا ہی۔ "شہرِ نو" کے متعلق کچھ نہیں لکھا حالانکہ یہ امر بیّن ہی کہ اگر شہرِ نو میں قصر کے علاوہ کوئی حصّہ معز الدین کا تعمیر کیا ہوا ہوتا تو اس کا ذکر وہ ضرور کرتے۔ علاوہ ازیں کیقباد ۶۸۶ھ میں تخت پر بیٹھا اور اگر یہ مان لیا جائے کہ اُس کا جلوس اوائل سال میں وقوع میں آیا (اور قرائن کا یہی تقاضا ہی) تو ذو الحجہ ۶۸۶ھ تک جبکہ بادشاہ دار السّلطنت سے روانہ ہو کر کیلوکھری قصر معزی کو گیا ہی کسی طرح نیا شہر بسنا قیاس میں نہیں آسکتا۔ اسقدر قلیل مدّت صرف ایک عالی شان محل کی تعمیر کے لیے کافی ہی۔

قصر کی تعمیر کے بعد کیقباد کا اس کو اپنا دار السّلطنت قرار دے لینا خود ظاہر کرتا ہی کہ شہرِ نو اس کے زمانہ میں اسقدر آباد تھا کہ فوراً دار السّلطنت بنا لینے میں کوئی دقّت نہیں ہوئی چنانچہ جب کیقباد کے بعد جلال الدین خلجی تخت پر بیٹھا تو اس نے اس مقام کو اپنا دار السّلطنت منتخب کر لینے میں کوئی دقت نہیں دیکھی۔ البتہ اس کے زمانے میں اس شہر کو ترقی حاصل ہوئی۔

دہلی کی عمارات اور آثار میں اس زمانے میں تین چیزیں امتیازِ خاص رکھتی تھیں مسجد جامع، منارۂ ماذنہ، اور حوضِ سلطانی۔ خسرو نے اور بھی جہاں کہیں دار السلطنت کی یاد کی ہی انھیں تین چیزوں کو خصوصیت کے ساتھ شمار کیا ہی[1]

[1] مثلاً دیکھو مثنوی تحفہ و خط غرۃ الکمال بنام تاج الدین زاہد از آدم ۱۲

مسجد جامع کے متعلق حسبِ ذیل اشعار قابلِ غور ہیں ؎

غلغلِ تسبیح بگنبد درون | رفتہ زنہ گنبدِ والا برون
گنبدِ او سلسلہ پیوند راز | سلسلہ چوں کعبہ شدہ حلقہ ساز
ورنہ سقفش زسما تا زمیں | نصب شدہ جملہ ستونہائے دیں (صفحہ ۳۰)

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں مسجد مذکورہ میں نو گنبد تھے مسجد کے سامنے جو ایک درون کا سلسلہ تھا وہ مسقف نہ تھا۔ ع

"ورنہ سقفش زسما تا زمیں"

ہمیشہ کے لیے محققینِ آثار کی اس بحث کا خاتمہ کر دینے کے لیے کافی ہے کہ مسجد قطب میں ایبک اور التمش کے تعمیر کیئے ہوئے در مسقف تھے یا غیر مسقف۔

منارہ کے متعلق ؎

شکلِ منارہ چو ستونے زسنگ | از پئے سقفِ فلکِ شیشہ رنگ
آں کہ ززر بر سرش افسر شدہ است | سنگ زنزدیکیِ خور زر شدہ است
سنگِ وے از بس کہ بخورشید سود | زد زرِ خورشید عیارے نمود
سنجر سنگیں کہ ستونِ سپہر | آمدہ از مہر و شدہ ہم بمہر
از پئے بر رفتنِ ہفت آسماں | کرد زمیں تا بفلک نردباں
گرد سرش کرد موذن چو گشت | قامتش از مسجدِ عیسےٰ گذشت
موذنش آں جا کہ اقامت کشید | قامت موذن نتواند رسید (صفحہ ۳۰-۳۱)

اِس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ منارہ ماذنہ تھا۔

بعض محققینِ آثار کو (جن کی نظر سے غالباً یہ اشعار نہیں گزرے) اس سے انکار ہی۔ لیکن خسرو کا بیان سندِ قطعی ہی۔ اور اس میں کوئی شُبہ کی گنجایش نہیں۔ فیروز شاہ تغلق کے زمانے میں منارۂ مذکور میں بجلی گرنے سے خلل آگیا تھا اور اُس نے اوپر کے حصّہ میں بہت کچھ اضافہ اور ترمیم کی، لیکن خسرو کے زمانے میں یہ منارہ اصلی حالت میں موجود تھا۔ اور ابن بطوطہ نے بھی ترمیم مذکور سے کچھ ہی دن پہلے محمد تغلق کے عہد میں اس منارہ کو دیکھا تھا۔ خسرو کے بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ منارۂ مذکور کے اوپر چتر (یا قبّہ) بنا ہوا تھا جس کا اوپر کا حصّہ سونے کا تھا۔ ابن بطوطہ کی اس مینار اور چتر کے متعلق حسبِ ذیل عبارت ہی:

"یہ مینار سُرخ پتّھر کا بنا ہوا ہی۔ حالانکہ مسجد سفید پتّھر کی ہی۔ مینار کے پتّھروں پر نقش کندہ ہیں اور اُن کا اوپر کا چتر خالص مرمر کا ہی اور لٹّو زرِ خالص کے ہیں۔"

خسرو اور ابن بطوطہ کے بیانات پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہی کہ منارۂ مذکور بحالتِ اصلی محض سُرخ پتّھر کا تھا جس کے اوپر ایک سنگِ مرمر کا چتر تھا اور چتر کے لٹّو اور کلس (غالباً) سونے کے تھے۔ افسوس ہی کہ جہاں تک ہمیں معلوم ہی خسرو نے کہیں اسکے متعلق کنایتہً بھی ذکر نہیں کیا کہ اُس زمانے میں مینار مذکور کے کتنے درجے تھے۔

حوضِ سلطانی کے متعلق ؎

در کمرِ سنگ میانِ دو کوہ — آبِ گہر صفوت و دریا شکوہ

ساختہ سلطانِ سکندر صفات — در سدِ کوہ آئینۂ زآبِ حیات

شہر گر از وے نبود آب کش — کس نخورد در ہمہ شہر آب خوش

در تہِ آبش ز صفا ریگِ خرد — کور تواند بدلِ شب شمرد

سیلِ وے آہنگ بکہسار کرد — کوہ تبر داسنے اقرار کرد

چوں مد و جزر ش ز نشیب و فراز — زآب ز کوہ آمدہ و رفتہ باز

چوترہ و قصر بلندش در آب — گشت ازاں ساغرِ صافی حباب

رود بسے ز و شدہ تا آبِ جون — جون ز پئے آب از و جستہ عون

گرد وے از اہلِ تماشا گروہ — دامنِ خیمہ شدہ دامانِ کوہ (صفحہ ۳۲-۳۳)

اِن اشعار سے ثابت ہوتا ہی کہ یہ حوض جس کو سلطان التمش نے ۶۲۷ھ ۱۲۲۹ء میں، تعمیر کیا تھا دو پہاڑوں کے بیچ میں واقع تھا اور اس کی موجیں دامان کوہ سے ٹکرا تی تھیں۔ تمام شہر کو میٹھا پانی یہیں سے دستیاب ہوتا تھا۔ دریاے جمنا سے اُس حوض تک بہت سے نالے نکالے گئے تھے۔ پانی ایسا صاف شفّاف تھا کہ تہ کی ریگ دکھائی دیتی تھی۔ بیچ حوض میں ایک چبوترہ بنا ہوا تھا جس پر ایک عمارت بھی قائم تھی۔ شہر کے لوگ تفریح طبع کے لیے یہاں آتے اور دامنِ کوہ پر خیمہ زن ہوتے تھے۔

علاء الدین کے زمانہ میں اس حوض کی مرمّت ہوئی تھی اور بیچ میں ایک خوشنما گنبد تعمیر کرا دیا گیا تھا۔ قران السعدین کے بیان سے یہ امر ثابت ہوتا ہی کہ اس گنبد سے پہلے

التمش کا چبوترہ موجود تھا۔

اس مثنوی میں خسرو نے علاوہ دہلی کے خاص اُس کے مضافات وحوالی کا بھی ذکر کیا ہے۔

کیقباد اپنے لشکر کے ساتھ دار السلطنت سے روانہ ہوکر سیری میں خیمہ زن ہوا

کوکبۂ زیں نمط انجم شمار — رفت بروں با علمِ شہریار

نصب شد اعلامِ مبارک اصول — کرد سراپردہ بسیری نزول

بارگہِ شاہ دراں بوستاں — رشکِ ظفر داشت بہندوستاں (صفحہ ۱۳)

بارگہِ خاص بسیری رسید — سبزۂ تر بر سرِ سبزی رسید

دائرۂ خیمہ بسیری قطار — ابر فرود آمدہ در مرغزار

بس کہ دراں گلشنِ مینو نشاں — شاہ شد از ابرِ کرم دُر فشاں

ہر کہ دریں سبزہ نظر در گرفت — قطرہ طلب کرد و گہر بر گرفت (صفحہ ۵۲)

اِن اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں "سیری" سبزہ زار تھا۔ کوئی تیرہ یا چودہ برس بعد علاء الدین نے حملۂ مغل کے وقت دہلی سے نکلکر اسی میدان میں جنگ کی تھی اور فتحمند ہونے پر بطور فالِ نیک اپنے دار السلطنت کے لیے اس موقع کو انتخاب کیا تھا۔ اس کے جانشین کیقباد نے حصار و عماراتِ سیری کی تکمیل کی۔ اور اس کا نام "دار الخلافہ" رکھا۔ یہ حالات مفصّل طور پر امیر خسرو نے مثنوی نہ سپہر میں لکھے ہیں

حوالی شہر میں تلپٹ، اندپٹ اور افغان پور کا بھی ذکر کیا ہے۔

میمنہ بر تلپتہ زد یکسرہ — بود میان اندپتہ میسرہ

پیل گراں سنگ بہ بہاپور بود — قلب چو دریاش در آمد بجود

پیش بہاپور بعید رسہ میل — سنگ گراں سر شدہ از پای پیل (صفحہ ۵۲)

لشکر شاہی کا سیدھا بازو تلپت میں، اُلٹا اندپت میں اور بہاپور میں قلب لشکر تھا۔ اندپت وہ موقع ہے جہاں بعد میں فیروز شاہ تغلق نے اپنے دار السلطنت کا مرکز اور محل شاہی تعمیر کیا تھا۔

تلپت کا ذکر ابن بطوطہ نے بھی کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ "تلپت دہلی سے سات آٹھ میل کے فاصلے پر ہے"۔ اب بھی اس نام کا ایک پرانا گاؤں متھرا کی سڑک کے پاس ضلع دہلی میں دہلی سے کوئی تیرہ میل جنوب مشرق کی طرف واقع ہے۔ اس زمانے کی تاریخوں میں اس کا ذکر کثرت سے پایا جاتا ہے۔ دہلی سے پورب کو آتے جاتے جمنا کو پار کرتے وقت یہ مقام ملتا ہے۔

بہاپور: اس کا محل وقوع خسرو کے بیان سے اس طرح تحقیق ہوتا ہے کہ وہ اندپت اور تلپت کے بیچ میں تھا۔ بدایونی نے دو جگہ اس کا ذکر کیا ہے۔ ایک تو اس موقع پر جب کیقباد کے مرنے سے پہلے جلال الدین خلجی نے شمس الدین کیکاؤس کو (جسے اہالی دہلی نے تخت نشین کر دیا تھا) بہارپور میں جہاں جلال الدین خود مقیم تھا نظر بند کر لیا۔ اور دوسرے اس موقع پر جب کیقباد کے قتل ہونے کے بعد بہاپور میں کیکاؤس کو تخت نشین کیا گیا۔

"شہر نو" (کلوکھری) روانہ ہو کر بادشاہ نے پہلی منزل حدودِ تلپت و افغان پور

نقشہ دہلی قدیم مع مضافات بعہد معزالدین کیقباد (۶۸۶-۶۸۹ھ)

اندپت
قصر معزی
کلوکھڑی
شہر نو
سیری
تلپت
دہلی
قطب مینار
حصن درونی
حصن بیرونی
افغان پور

ہیں کہ ؎

کوچ سپہ کرد شہ از شہرِ نو | داد جہاں را ز ظفر بہرِ نو
منزلِ اوّل کہ شد از شہر دور | بود حدِ تلپت و افغان پور
یافت سراپردہ در آن جا مقام | دشت در آمد ز رسنہا بدام (صفحہ ۸۹)

افغان پور کا محل وقوع بدایونی نے تغلق آباد سے تین کوس بیان کیا ہے یہیں پر بنگال سے واپس ہوتے ہوئے محمد تغلق نے اپنے باپ غیاث الدین تغلق کا اُس محل میں استقبال کیا تھا جو غیاث الدین پر گر کر اُس کی موت کا موجب ہوا۔

(دیکھو ابن بطوطہ اور بدایونی)

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ افغان پور تغلق آباد سے تین کوس مشرق کی طرف واقع تھا جو جمنا کو عبور کرنے کے بعد تغلق آباد کے راستہ میں پڑتا تھا۔

اِن مضافات کے محلّ وقوع کو سمجھنے کے لیے ہم جداگانہ ایک سرسری خاکہ اُس وقت کی دہلی کا دیتے ہیں۔ (دیکھو نقشہ مقابل صفحہ ہٰذا)

(۴)

قران السّعدین کا سلسلۂ تواریخ و شہور و سنین

خسرو نے قران السّعدین میں کیقباد کی تخت نشینی کا سال ۶۸۶ھ بیان کیا ہے۔ لیکن خلافِ عادت جلوس کی تاریخ اور مہینہ نہیں دیا۔ دوسری مثنویوں مثلاً نہ سپہر، فتح الفتوح تغلق نامہ وغیرہ میں وہ نہ صرف تاریخ اور دن دیتے ہیں بلکہ ساعت اور زائچہ

تک بیان کر دیتے ہیں۔ مثنوی کے واقعات کے متعلق بجز دو مقامات کے اُنھوں نے کہیں پر سنہ نہیں دیا۔ حالانکہ بعض جگہ مہینوں کا ذکر کیا ہے اور ہر جگہ واقعات کے ساتھ موسموں اور فصلوں کی کیفیت بیان کی ہے۔

سال جلوس کے علاوہ جو دوسرا سنہ اُنھوں نے بیان کیا ہے وہ مثنوی کے ختم ہونے کی تاریخ یعنی رمضان ۶۸۶ھ ہے ؎

ساختہ گشت از روشِ خامۂ ازپسِ شش ماہ چنیں نامۂ

در رمضاں شد بسعادت تمام یافت قراں نامۂ سعدین نام

آنچہ بتاریخ زہجرت گزشت بود سنہ شش صد و ہشتاد و ہشت (صفحہ ۲۴۰)

دوسرے واقعات کی تاریخ کا سلسلہ اسی تاریخ کے ذریعہ سے اس طرح قائم ہوتا ہے۔

(۱) خسرو نے یہ مثنوی اَودھ سے لوٹ کر رمضان ۶۸۶ھ میں چھ مہینے کی محنت کے بعد لکھی۔

(۲) اُن کا دہلی پہنچنا ماہِ ذیقعدہ میں ہوا ؎

ہمچو مہِ عید خوش و شاد و بہر

در مہِ ذیقعدہ رسیدم بشہر (صفحہ ۲۲۲)

مثنوی کی تصنیف میں جو چھ مہینے صرف ہوئے اُن کا لحاظ رکھتے ہوئے اس مہینے سے ذو القعدہ ۶۸۷ھ مقصود ہے۔

(۳) بنا بریں باقی مثنوی کے تمام واقعات ذو القعدہ ۶۸۷ھ اور جلوس کیقباد ۶۸۶ھ کے مابین ہوئے۔

(۴) بادشاہ اخیر ذی الحجہ میں دہلی سے کلوکھری گیا تھا، اور وسط ربیع الاوّل میں لشکر کی روانگی جانب اَوَدھ ہوئی تھی۔

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ دار السلطنت سے کیقباد ذی الحجہ ۶۸۶ھ میں اور لشکر وسط ربیع الاوّل ۶۸۷ھ میں روانہ ہوا۔

(۵) جیسا کہ اُنھوں نے منظوم خط میں بیان کیا ہے دو مہینے کے سفر کے بعد لشکر اَوَدھ پہنچا۔ اس حساب سے لشکر کا پہنچنا وسط جمادی الاولیٰ ۶۸۷ھ میں ہوا یہی مہینہ قران السّعدین کے خاص واقعہ یعنی ملاقات کا سمجھنا چاہیے۔

قران السعدین میں ملاقات کے طالع و وقت وغیرہ کے بیان میں (دیکھو صفحہ ۱۶۷) حسب ذیل شعر بھی درج ہے۔

تیرہ شبے و مہِ گردوں بخواب
ماہِ زمیں منتظرِ آفتاب (صفحہ ۱۶۸)

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اخیر جمادی الاولیٰ ۶۸۷ھ میں وقوع میں آیا۔

(۶) میں جلوسِ کیقباد کی تاریخ ۶۸۶ھ کے نصفِ اوّل میں قرار دیتا ہوں اس لیے کہ ذی الحجہ ۶۸۶ھ سے پہلے قصرِ شاہی کلوکھری میں تعمیر ہو چکا تھا اور ناصر الدین محمود بلبن کی وفات اور کیقباد کی تخت نشینی کی خبر پا کر لکھنوتی (بنگال) سے

چلکر اَوَدھ پر لشکر کشی کر چکا تھا۔ ان واقعات کے لیے میرے خیال میں کئی مہینے درکار ہیں۔

اِس مثنوی میں خود اپنے متعلق امیر خسرو کا بیان غور طلب ہو وہ لکھتے ہیں کہ وہ دربار معزی میں باریاب ہونے سے پیشتر اَوَدھ میں چھ مہینے رہے ؎

با عَلَمِ فتح دراں راہِ دوُر	سایہ فشاں شد بجدِ گنبدِ نور
خان جہاں حاتمِ مفلس نواز	گشت باقطاعِ اَوَدھ سرفراز
من کہ بُدم چاکرِ او پیش ازاں	کرد کرم زانچہ کہ بد بیش ازاں
در اَوَدھم بردبہ لطفے چناں	کیست کہ از لطف نتابد عناں
غربت از احسانش خیالم گزشت	رکم وطنِ اصل فراموش گشت
در اَوَدھ از بخششِ او تا دو سال	ہیچ غم و نالہ نبود از ملال
من نہ پئے شرمِ خداوندِ خویش	رفتہ زجاے خود و پیوندِ خویش (صفحہ ۲۲۱)

اس بیان سے ظاہرا یہ مترشح ہوتا ہو کہ وہ دو برس تک مسلسل دہلی سے جدا اَوَدھ میں خان جہاں کے ساتھ رہے لیکن یہ قیاس صحیح نہیں ہو۔ اس لیے کہ جیسا کہ اُس منظوم خط سے جس کے اشعار اوپر نقل کیے جا چکے ہیں معلوم ہوگا وہ ربیع الاوّل ۶۸۷ھ میں لشکر شاہی کے ہمراہ دہلی سے روانہ ہوئے تھے اور جیسا کہ قران السعدین سے معلوم ہوتا ہو ذی الحجہ ۶۸۷ھ میں دہلی واپس آ گئے تھے۔ لشکر شاہی دو مہینے کی مسافت کے بعد وسط جمادی الاولی ۶۸۷ھ میں اَوَدھ پہنچا اور جیسا کہ قران السعدین سے معلوم ہوتا ہے

ایک ماہ کے سفر کے بعد خسرو اَوَدھ سے دہلی واپس ہوئے ۵

یک مہِ کامل بہ کشیدم عناں

(صفحہ ۲۲۲)

راہ چنیں بود وکشش آں چناں

اب اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ جمادی الاولی ۶۸۷ھ ہی میں اَوَدھ پہنچ گئے تھے اور اخیر شوال ۶۸۷ھ میں وہاں سے واپس روانہ ہوئے تو اُن کے قیام اَوَدھ کی مدّت زیادہ سے زیادہ پانچ مہینے ہوتی ہے۔

اس اختلاف کے رفع کرنے کی صورت حسب ذیل ہے۔

جیسا کہ خسرو نے دیباچہ غرّۃ الکمال میں بیان کیا ہے کیقباد کی تخت نشینی کے وقت اُنھوں نے عزلت نشینی ترک کر کے حاتم خاں خان جہاں کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ ایک اور جگہ لکھا ہے کہ جس وقت کیقباد نے اَوَدھ سے مراجعت کرتے ہوئے خان جہاں کو اقطاع اَوَدھ حوالہ کئے تو خسرو خان جہاں کے ساتھ سابق تعلق کی بنا پر اَوَدھ جانے پر مجبور ہوگئے۔

اب اگر یہ مان لیا جائے کہ جلوس معزی اوائل ۶۸۶ھ کے وقت سے خان جہاں اَوَدھ میں تھا، تو خسرو کا تقریباً دو سال تک اَوَدھ رہنا ثابت ہو جاتا ہے۔ اگرچہ یہ امر مسلّم ہے کہ وہ اخیر دفعہ دہلی واپس آنے سے آٹھ مہینے پہلے (ممکن ہے کہ محض چند روز کے لئے) دہلی آئے ہوئے تھے۔

---

(۵)

خسرو کی اکثر مثنویوں میں حمد و نعت کے بعد اپنے مرشد سلطان المشایخ حضرت شیخ نظام الدینؒ کی تعریف ہوتی ہے۔ خمسہ کی تمام مثنویوں اور عشیقہ اور نہ سپہر، میں یہ التزام ہے۔ تغلق نامے کا ابتدائی حصّہ موجود نہیں ہے۔ اُس میں بھی اغلباً مدح شیخ ہوگی۔ خمسہ سے پہلے کی مثنویوں میں البتہ یہ التزام نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ قرآن السّعدین میں شیخ کی مدح موجود نہیں ہے۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ قران السعدین اور اُس سے پہلی مثنویوں کی تصنیف کے وقت خسرو کے تعلقات شیخ رحمہ اللہ سے پیدا نہیں ہوئے تھے؟

یہ قیاس واقعات کے قطعاً خلاف ہے۔ تحفۃ الصغر میں جو امیر کا پہلا دیوان ہے اور جس میں بیس برس تک کا کلام پایا جاتا ہے، شیخ کی تعریف میں ایک نہایت عمدہ ترکیب بند اور رباعیات اور قطعات موجود ہیں۔ وسط الحیوٰۃ میں بھی مدحِ شیخ میں قصائد وغیرہ ہیں۔

علاوہ اس داخلی سند کے معتبر ترین تاریخی شواہد سے بھی یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ شیخ کے ساتھ امیر خسرو کے تعلقات کی ابتدا عنفوانِ شباب سے ہوئی۔ اس بارے میں سب سے زیادہ قابلِ وثوق بیانات سیر الاولیا کے مصنف سید محمد مبارک کرمانی (المعروف بہ امیر خورد) کے ہیں جو تقریباً معاصر مورخ کی حیثیت رکھتے ہیں اور جن کے آباؤ اجداد کے حضرت شیخ اور امیر خسرو کے ساتھ نہایت گہرے مخلصانہ اور معتقدانہ تعلقات تھے۔

امیر خورد اپنے باپ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت شیخ نظام الدین حضرت شیخ فرید الدین کے مرید ہو کر دہلی تشریف لائے ہیں وہ امیر خسرو کے نانا راؤ عرض (عماد الملک) کے مکان میں دو برس تک مقیم رہے (سیر الاولیا صفحہ ۱۰۸)

یہ زمانہ امیر خسرو کی آغازِ شاعری کا تھا۔ جو نظم لکھتے تھے حضرت شیخ کی خدمت میں پیش کر دیتے تھے چنانچہ خسرو نے "طرز صفاہانیاں" پر غزل سرائی شیخ کی فرمایش سے شروع کی تھی۔ (سیر الاولیا صفحہ ۳۰۱)

الغرض یہ گمان تو صحیح نہیں ہو سکتا کہ اس مثنوی یا اس پہلی مثنویوں میں مدحِ شیخ کا موجود نہ ہونا عدمِ تعلقات کا اظہار کرتا ہے لیکن اس فروگذاشت کی کوئی نہایت قوی وجہ ہمارے سمجھ میں نہیں آتی یہ ہو سکتا ہے کہ چونکہ خمسہ کا آغاز شیخ کی بشارتِ روحانی سے ہوا تھا (دیکھو مطلع الانوار خلوت سوم) سب سے پہلے منقبتِ شیخ کا التزام کرنے کا خیال اسی وقت سے پیدا ہوا اور چونکہ خسرو کا وفورِ عقیدت اور رسوخ روز افزوں ترقی کرتا رہا اس لیے یہ التزام اخیر تک قایم رہا۔

(۶)

مثنوی قران السعدین کا ایک شعر تاریخی دلچسپی رکھتا ہے۔ خسرو نے کشتی کی تعریف میں لکھا ہے ؎

ماہِ نوی کاصلِ وے از سال خاست
گشت یکے ماہ بدہ سال راست (صفحہ ۱۴۵)

کہتے ہیں کہ جب وقت مولنا جامی نے اس شعر کو دیکھا تو انھیں سال اور ماہ کے معنی سمجھنے میں بہت کچھ تردد ہوا۔ بالآخر انھوں نے اس شعر کی تفسیر میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا اور بحث کا خاتمہ اس پر کیا کہ:-

"چیزے خواستہ کہ بزبانِ ہند مخصوص باشد"

نفائس المآثر کا مصنف کہتا ہے کہ جب سلطان حسین مرزا کے زمانے میں شیخ جمالی دہلوی خراسان گئے تو اُن کی ملاقات مولانا جامی سے بھی ہوئی۔ مولانا نے اس شعر کے معنی شیخ سے دریافت کیے تو شیخ نے کہا کہ "سال" دراصل ایک لکڑی کا نام ہے جس سے ہندوستان میں کشتی بنائی جاتی ہے[1]۔

خسرو نے اور بھی جابجا ہندی الفاظ کا آزادی سے اپنے یہاں استعمال کیا ہے اور اُن سے طرح طرح کے لطایف اور صنایع و بدایع پیدا کیے ہیں بالخصوص اس قسم کے الفاظ سے بکثرت مفید ایہام نکالے ہیں[2]۔

یہ قصہ ہمیں خسرو کی شاعری کی ایک اہم اور سبق آموز خصوصیت یاد دلاتا ہے جس کو یہاں مختصر طور پر بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

دنیا کے بڑے آدمیوں کے حالات کا مطالعہ کرتے وقت (خواہ وہ زندگی کے کسی شعبے سے تعلق رکھتے ہوں) یہ دیکھا جاتا ہے کہ کہاں تک وہ اپنے حالات ماحول کا ماحصل تھے اور کس حد تک انھوں نے بذاتِ خود گرد و پیش کے حالات پر اثر ڈالا اور

[1] یہ تمام قصہ ہفت آسمان میں لکھا ہے (دیکھو صفحہ ۲۰) [2] مثلاً خزائن الفتوح میں ہندی اسما اور اعلام کو تحریف سے محفوظ رکھنے کے لیے اس قسم کی پُر لطف صنعتوں کا استعمال کیا ہے ۱۲

اُن کو تبدیل کرنے میں حصّہ لیا۔ تاریخ جہاں ایک طرف بڑے آدمی بناتی ہو وہاں دوسری طرف بڑے آدمی تاریخ بناتے ہیں۔

خسرو دونوں لحاظ سے ہندوستان کی تاریخ میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک طرف وہ اس دور کے صحیح نمایندہ ہیں اور دوسری طرف ہندوستان کی تاریخ پر اُن کا گہرا اثر پڑا ہی۔

دنیا کے بڑے آدمی اچھے ستاروں کے اجتماع کے وقت پیدا ہوتے ہیں۔ خسرو نے بھی کسی ایسی ہی گھڑی جنم لیا تھا۔ جس عہد میں پیدا ہوئے اُس کی "ترکیب ثلاثہ" اپنے ساتھ لیے ہوئے آئے اور اُن کی شاعری تمام آبائی، قومی اور ملکی اثرات سے مل کر پیدا ہوئی۔ اُن کے باپ خالص ترک تھے، لیکن اُن کی ماں عماد الملک "راوت عرض" کی بیٹی اور نسلاً ہندی تھیں۔ اُن کے باپ کا سایہ صغر سنی ہی میں اُن کے سر سے اُٹھ گیا اور اُنھوں نے اپنی ماں کی گود اور نانا کی سرپرستی میں نشو و نما پائی۔ یہی وجہ ہو کہ اُن کی شاعری سراسر ایسے جذبات اور خیالات سے معمور ہی جنھیں وطن اور گھر کے اثرات کے علاوہ ماں کی جانب سے ورثۂ طبعی قرار دیا جا سکتا ہی۔ اُنکی آبائی زبان ترکی تھی اور قومی اور علمی زبان فارسی۔ جو اُس عہد میں ہندوستان کے مسلمانوں میں مشترک زبان کے طور پر بولی اور لکھی جاتی تھی۔ لیکن خسروؒ کی مادری زبان ہندوستانی تھی، جسے وہ اسقدر عزیز رکھتے اور وقتاً فوقتاً اپنے شاعرانہ جذبات کے اظہار کا آلہ بناتے تھے۔ اسی وجہ سے اُن کی شاعری بحیثیتِ مجموعی ہندوستان کے اُس دلچسپ دور کا آئینہ ہی جس وقت

ملک کے مختلف عناصر میں امتزاج و اختلاط ہو رہا تھا اور اہلِ ملک کے لیے زبان، جذبات، اور خیالات کی آمیزش اور موافقت کی شاہراہ تیار ہو رہی تھی۔

ملک کی اس مشترک تہذیب کی ترقی میں خسرو کا خاص حصّہ ہے۔ وہ وطن کی محبّت کو ایمان سمجھتے تھے اس حق کو اُنھوں نے خوب ادا کیا ہے اور حبّ الوطنی کے جذبات کو ہر طرح مضبوط کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی طرح خیالات اور زبان کی آمیزش سے مشترک زبان کی بنیادیں جمانے اور اتحادِ خیالات پیدا کرنے میں جو حصّہ لیا ہے وہ کسی تفصیل کا محتاج نہیں ہے۔

جو سوت آج سے سات سو برس پہلے پہیلیاں اور گیت ہو کر چھوٹا تھا وہ آج سمندر ہو گیا ہے اور اس بحرِ اعظم کی تسخیر کے لیے موجیں مار رہا ہے۔ جو سُریلے راگ مسعود سعد سلمان اور خسرو نے ملکی زبان میں نکالے تھے وہ میرؔ اور غالبؔ، دردؔ اور سوداؔ، انیسؔ اور میر حسنؔ کے چہچہے بن گئے ہیں۔ جو آواز اس ہندوستانی شاعر نے ملک کی حمایت اور محبّت میں بلند کی تھی وہ آج تمام ملک کی صدا ہو گئی ہے اور آوازِ بازگشت کے طور پر حالیؔ اور اقبالؔ کے دلکش نغموں میں سنائی دیتی ہے۔ مبارک ہے وہ شخص جو تاریخ کے صحیح رجحانات کو پہچانتا اور اُن کی تائید اور ترقی میں ساعی ہو کر بعد کی نسلوں میں اپنا نام ہمیشہ کے لیے نیکی اور محبّت کے ساتھ یاد کیے جانے کے واسطے چھوڑ جاتا ہے۔

آؤ اس تمہید کو ختم کرنے سے پہلے مثنوی قران السعدین کے اخلاقی نتیجہ پر غور کریں۔ جس طرح باپ اور بیٹے میں اختلاف کے بعد صُلح ہو گئی جسے شاعر نے مبارک

سمجھ کر "قران السعدین" قرار دیا اسی طرح ملک کا پریشان شیرازہ آپس کی محبّت سے یکجا ہو سکتا ہی۔ اُس وقت کے لیے قران السّعدین سے خسرو کی یہ غزل بطور "پیامِ اُمیّد" سُن رکھنی چاہیئے۔ جن سچّے اور پاکیزہ انسانی جذبات کی ان اشعار میں ترجمانی کی گئی ہی اُن کی صحیح قدر اُسی وقت ہو سکتی ہی جب ہم اُن سے اخوّت و یگانگت کو مضبوط کرنے اور محبّت و رواداری کو ترقی دینے میں مدد لیں، جس کے ساتھ مستقبل وطن کی اُمیّدیں وابستہ ہیں ؎

خرّم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد
آرزومند نگارے بہ نگارے برسد

دیدہ بر رہ چو گُل بندد و نبود خبرش
گرچہ در دیدہ ز نوکِ مژہ خارے برسد

لذّتِ دیدنِ دیدار بجاں کار کند
جانِ بیکار شدہ باز بکارے برسد

گرچہ در دیدہ کشد ہیچ غبارے نبود
ہر کجا از قدمِ دوست غبارے برسد

لذّتِ وصل نداند مگر آں سوختۂ
کہ پس از دُوریِ بسیار بیارے برسد

قیمتِ گل نشناسد مگر آں مُرغِ اسیر
کہ خزاں دیدہ بود پس بہ بہارے برسد

خسروا یارِ تو گر می نرسد خود می پوے
بہرِ تسکینِ دلِ خویش کہ آرے برسد
(صفحہ ۱۹۲)

سیّد حسن برنی

مُقدّمہ

مثنوی قران السّعدین خسروؒ

نوشتہ

مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم

نقطۂ ہر حرف بزیبِ تریں
مردمکِ چشمِ معانی لقیں
اوجِ معانی نہ بمقدارِ طبع
لیک گذشتہ ز سمٰوتِ سبع
(از مثنوی قران السعدین)

فہرست مضامین

مقدمہ

قران السعدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقدّمہ

تقریبِ نظم و وجہ تسمیہ

امیر خسروؔ دہلوی کی مثنویات میں یہ سب سے پہلی مثنوی ہے جس میں سلطان معزالدین کیقباد اور اُس کے باپ کی ملاقات کا قصّہ خود سلطانِ موصوف کے حکم سے ۶۸۸ھ میں امیر صاحب نے نظم کیا۔ اور مضمون کی مناسبت سے اس کا نام قِرانُ السعدین رکھا۔

لفظ قِران کے لُغوی معنی تو اِتّصال یا ملاپ کے ہیں مگر نجوم کی اصطلاح میں آفتاب کے سوا باقی سیّاروں میں سے دو سیّاروں کا ایک جا نظر آنا اُن کا قِران کہلاتا ہے اور مشتری و زہرہ کو اہلِ تنجیم سعدِ اکبر و سعدِ اصغر سمجھتے ہیں اس لیے اِن دونوں کے قِران کو قِرانُ السّعدین کہتے ہیں۔ تو شاعر نے دو بادشاہوں کی ملاقات کو کہ مُلک و ملّت کے لیے موجبِ سعادت تھی تشبیہاً قِرانُ السعدین

سے موسوم کیا۔ پس یہ نام کنایہ ہے اصل قصہ سے۔

کچھ ابتدائی کیفیت امیر صاحب نے معز الدین کی تخت نشینی اور موسم سرما کے عیش و عشرت کا ذکر کر کے قصہ یوں شروع کیا ہے کہ:-

"یکایک شاہِ شرق کی فوج کشی کا غلغلہ بلند ہوا"

اُس زمانہ میں جب کہ یہ مثنوی لکھی گئی تھی اتنا ہی اشارہ کافی تھا۔ لیکن آج ساڑھے چھ سو برس کے بعد تاریخ داں کے سوا کس کو معلوم ہے کہ معز الدین اور شاہِ شرق کون تھے؟ کب تھے؟ کہاں تھے؟ کس خاندان سے تھے؟ لہٰذا کچھ ابتدائی کیفیت بھی یاد رکھنی چاہیئے تاکہ اس قصہ کا سر و بن سمجھ میں آ جائے

سلطان شہاب الدین غوری نے ہندوستان فتح کر کے دہلی کو دار الملک بنایا۔ اور قطب الدین ایبک کو دلّی میں اپنا نائب سپہ سالار مقرر کیا۔ سلطان غوری کی وفات کے بعد قطب الدین ایبک یہاں کا خود مختار سلطان ہو گیا۔ قطب الدین کی وفات کے بعد اُس کا داماد شمس الدین التمش تخت و تاج کا وارث ہوا۔ التمش کی وفات کے بعد اُس کی اولاد میں تیس سال تک سلطنت رہی۔ اور اس قلیل مدّت میں پانچ بادشاہ تخت نشین ہوئے:-

(۱) سلطان رکن الدین فیروز بن التمش ۶۳۳ھ

(۲) سلطان رضیہ بیگم بنت التمش ۶۳۴ھ

(۳) سلطان معز الدین۔ بہرام شاہ بن التمش ۶۳۷ھ

(۴) سلطان علاء الدین بن مسعود بن رکن الدین فیروز ۶۴۲ھ

(۵) سلطان ناصر الدین محمود بن التمش ۶۴۴ھ

سلطان غیاث الدین بلبن بلبن بندگانِ شمسی میں سے تھا۔ اس نے اپنی قابلیت سے اعلیٰ مناصب پائے۔ اور سلطان شمس الدین کی دامادی کا فخر بھی حاصل تھا۔ اصل و نسب کے لحاظ سے وہ تُرکِ افراسیابی تھا۔ سلطان ناصر الدین محمود بن التمش کے عہد میں بیس سال تک وزیرِ سلطنت رہا۔ اور اس سلطان کی وفات کے بعد ۶۶۴ھ میں وہی ملک و سلطنت کا وارث ہوا۔

غیاث الدین کے دو بیٹے تھے:۔

بڑا سلطان محمود خاں المخاطب بہ قاآن ملک یہ ولی عہد سلطنت بھی تھا اور مغول چنگیزی کی یورش روکنے کیلیے اقطاع ملتان و سندھ کی حکمرانی اُس کے سپرد کی گئی تھی۔

چھوٹا بیٹا بغرا خاں تھا جو اقطاع ساماؔنہ و سنام کی حکومت پر متعیّن تھا۔

قران السعدین کے دو سیّاروں میں سے ایک بغرا خاں ہے۔ لہذا اس کا حال کسی قدر تفصیل سے بیان کرنا مناسب ہے۔

سلطان ناصر الدین بغرا خاں عہد بلبنی میں لکھنوتی دار الصّدر بنگال کا حاکم طغرل باغی ہو کر خود مختار بن بیٹھا تو سلطان بلبن ایک

---

[۱] سلطان غیاث الدین بلبن کی اولاد کا سلسلہ ماں کی طرف سے سلطان شمس الدین التمش و قطب الدین ایبک تک پہنچتا ہے ۱۲

[۲] فی الحال ریاست پٹیالہ ملک پنجاب کے علاقے شیخ صدر شامل ہیں ۱۲ [۳] شرقی بنگال میں ایک شہر تھا جو مدت تک حکام و سلاطین بنگال کا دار السلطنت رہا۔ اب اُس کے کھنڈر پُرانی آبادی کی یادگار ہیں ۱۲

بڑا لشکر اُس کی سرکوبی کے لیے جمع کرکے دلّی سے چلا۔ اور سامانہ سے شہزادہ بغرا خاں کو بھی مع اُس کی افواجِ خاصہ کے اس مہم پر اپنے ہمراہ لے گیا۔ طغرل باغی کے قتل اور اُس کے اعوان و انصار کے استیصال کے بعد بلبن نے شہزادہ بغرا خاں کو لوازمِ سلطنت عطا فرما کر ناصر الدین محمود کے لقب سے لکھنوتی کا مستقل سلطان بنا دیا۔ اور تین سال میں اس مہم سے فارغ ہو کر دلّی واپس چلا آیا۔

اس وقت سلطان بلبن کے دو نوں بیٹے تو دلّی سے باہر غربی و شرقی حدود میں برسرِ حکومت تھے مگر دو پوتے یعنی کیخسرو فرزند سلطان محمد خاں اور کیقباد پسر ناصر الدین بغرا خاں سلطان کی زیرِ نظر دلّی میں تعلیم و تربیت پا رہے تھے۔

چند سال کے بعد ۶۸۳ھ کی آخر تاریخ کو یہ حادثۂ عظیم پیش آیا کہ ولی عہد سلطنت سلطان محمد خاں والیِ ملتان لشکرِ مغل کے مقابلے میں شہید ہو گیا۔ اِس لائق شہزادے کی موت نے بوڑھے باپ کا دِل بٹھا دیا اور صاحب فراش بنا دیا۔ یہاں تک کہ اُمیدِ زیست منقطع ہونے لگی تو ناچار چھوٹے بیٹے ناصر الدین بغرا خاں کو لکھنوتی سے طلب فرمایا کہ اُس کے دیدار سے خان شہید کا غم غلط کرے اور جب سفرِ ناگزیر پیش آئے تو تاج و تخت کا وارث پاس موجود ہو۔ مگر شہزادہ بغرا خاں بنگالہ کی خود مختار حکومت اور وہاں کی حشمت و دولت پر ایسا فریفتہ تھا کہ عرصہ تک باپ کے حکم کو ٹالتا رہا اور تاکیدِ مزید کے

بعد آیا تو دلّی کی دربارداری اور باپ کی خدمت گزاری میں جی نہ لگا۔ ان دنوں سلطان کی حالت بھی علاج معالجہ سے کچھ سنبھل گئی تھی اور تخت کا جلد خالی ہوجانا مشتبہ نظر آتا تھا۔ لہذا بغرا خاں ایک روز شکار کے بہانے سے نکلا اور بے اذن شاہی لکھنوتی کی راہ لی۔ شہزادے کی اس کج ادائی اور بے مہری نے اُس پیرِ غم زدہ کے دل پر ایک چرکا لگایا جس کا درد خانِ شہید[1] کے داغ سے بھی زیادہ پُر الم تھا۔

گو بغرا خاں پر لگا کر بنگال کے شوق میں اُڑا چلا گیا لیکن تقدیر کا فتویٰ لگ چکا ہے کہ وہ عن قریب بنگالہ سے واپس آئیگا اور اسی قسم کے صدمات اُس کو بھی اپنے بیٹے کے سلوک سے اُٹھانے پڑینگے۔

بعد ازیں سلطان بلبن نے شہزادہ کیخسرو کو جو اپنے باپ کی بجائے اقطاع مُلتان کا حاکم بنا دیا گیا تھا دلّی میں طلب کرلیا۔ اور مرنے سے تین روز پہلے اپنے مُعتمد اعیانِ دولت کو خلوت میں بُلا کر وصیت فرمائی کہ "میرے بعد کیخسرو تخت نشین کیا جائے" اور دوسرے پوتے کیقباد کی نسبت حکم دیا کہ "وہ اپنے باپ بغرا خاں کے پاس لکھنوتی پہنچا دیا جائے"۔

اب ہم قِران السّعدین کے دوسرے سیّارے کیقباد کے احوال کی تصویر پیش کرتے ہیں:-

---

[1] لقب ہے شہزادہ سلطان محمد خاں کا جو اُس کی شہادت کے بعد مشہور ہوا ۱۲

کیقباد کی تخت نشینی سلطان بلبن کے مرتے ہی اعیان و ملوک نے اُس کی وصیت کو طاق نسیان پر رکھدیا اور اپنی اغراض کے لحاظ سے بادشاہ کا انتخاب کرنے لگے۔ زمرۂ اعیان و ارکان میں ملک الامرا فخر الدین کوتوال شہر نہایت با اثر شخص تھا اور خان شہید سے کدورت رکھتا تھا۔ اس لیے اُس کے بیٹے کیخسرو کی تخت نشینی میں مزاحم ہوا۔ اور اُس کی تندمزاجی سے لوگوں کو ڈرایا اور کیخسرو کو مجبور کیا کہ اپنے اقطاع ملتان و سندھ کی حکومت پر فوراً روانہ ہو جائے اور کیقباد کو جو ایک حلیم و سلیم شہزادہ ۱۷-۱۸ سال کا ناتجربہ کار نوجوان تھا اس کے سر پر تاج سلطنت رکھا گیا اور سلطان معز الدین اُس کا لقب ہوا۔ چنانچہ خسرو فرماتے ہیں:-

برسر شاں شاہِ جواں بخت زاد ۔۔۔ تاجورِ پاک گہر کیقباد

کرد چو در ششصد و ہشتاد و شش ۔۔۔ ق ۔۔۔ برسر خود تاجِ جدِ خویش خوش

گنج بر اں گونہ بصحرا فگند ۔۔۔ کز کرم آوازہ بدریا فگند

اور کیقباد کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے کہ:-

شمسِ جہانگیر جدِ بافرش ۔۔۔ اظہرِ من شمس جدِ دیگرش

ناصرِ حق شاہِ فرشتہ سرشت ۔۔۔ خوئے خوشش نسخۂ باغ بہشت

جدِ سوم شاہِ غیاثِ اُمم ۔۔۔ حاکمِ فرماں ز عرب تا عجم

یعنی شمس الدین التمش کیقباد کے باپ کا نانا اور ناصر الدین محمود بن التمش کیقباد

کا نانا اور غیاث الدین کیقباد کا دادا تھا۔

کیقباد کی عیّاشی

بلبن جیسے دیندار سپاہی منش بادشاہ کے زمانہ میں تو کیقباد کی مجال نہ تھی کہ حدِ اعتدال سے قدم باہر رکھتا مگر مکتب سے اُٹھتے ہی ایک زبردست سلطنت زیرِ فرمان پائی تو جذباتِ نفسانی کو قابو میں نہ رکھ سکا عیش و عشرت اور بدمستی و ہوا پرستی میں ایسا مستغرق ہوا کہ پھر کبھی ہوش میں نہ آیا۔

اُس کی مجالسِ عیش و طرب کے لیے کیلوکھڑی میں جمنا کے کنارے ایک نیا قصر تعمیر کیا گیا۔ اُس قصر کے گردا گرد شاہد و ساقی مطرب، نقال لطیفہ گو، مسخرے، بازی گر، دور دست ممالک سے آ آکر آباد ہو گئے۔ اور شاہی مجالس کو اندر سبھا کا نمونہ بنا دیا۔

کیقباد کی بے اعتدالیوں کا سیلاب اتنا بڑھا کہ جماعتِ ملوک و امرا سے گذر کر طبقاتِ عوام تک سرایت کر گیا۔ اس زمانہ میں دلّی کے در و دیوار نے رندی و بے قیدی کا ایسا تماشا دیکھا جس کا خیال باندھنا بھی سلاطینِ ماضی کے عہد میں دشوار تھا۔ حضرتِ خسروؒ نے اُس کا اظہار اس غزل میں کیا ہے

غزل

اے دہلی! و اے بتانِ سادہ　　　پگ بستہ و ریش کج نہادہ

---

[1] یہ دوسرا مصرعہ بعض ثقات سے یوں سُنا گیا ہے ع پگ بستہ و کج کلہ نہادہ ۱۲

خوں خوردنِ شاں آشکار است | گرچہ پنہاں خورند بادہ
فرماں نبرند زاں کہ ہستند | از غایتِ نازِ خود مرادہ
جائے کہ برہ کنند گل گشت | در کوچہ دَوَند گلِ پیادہ[1]
آسیبِ صبا رسید بردوش | دستار چہ بر زمیں فتادہ
شاں در رہ و عاشقاں بدنبال | خونابہ ز دیدگاں کشادہ
ایشاں ہمہ بادِ حسن در سر | ویہا ہمہ سر بباد دادہ
خورشید پرست شد مسلماں | زیں ہندوگانِ شوخ وسادہ

بر بستۂ شاں بموئے مرغول
خسرو چو سگے ست در قلادہ

امیر خسروؒ نے مقطعِ غزل میں ابنائے روزگار کی حقیقتِ حال کو اپنے نفس کی طرف منسوب کیا ہے اور یہ عینِ بلاغت ہے۔

ملک نظام الدین کا اقتدار

کیقباد کی عیش پسند طبیعت سے بہت بعید تھا کہ وہ مشاغلِ کامرانی کو چھوڑ کر ملک رانی کی طرف توجّہ کرتا۔ یہ درد سر اُس نے ملک الامرا کوتوال کے داماد ملک نظام الدین بار بک[؟] کو سپرد کردیا تھا وہ جو چاہتا تھا کرتا تھا۔

اِس میں شک نہیں کہ وہ مدبّر و منتظم سردار تھا۔ مگر خود غرض و بدباطن بھی تھا۔

---

[1] وہ پھول جن کی ڈنڈیاں اونچی نہیں ہوتی ہیں۔ اونچے ڈنڈے والے پھول گلِ سوار کہلاتے ہیں ۱۲

بادشاہ کی غفلت شعاری نے اُس کے دل میں یہ طمعِ خام پیدا کر دی کہ اِس بدمست نوجوان کا کام تمام کر کے تاج و تخت کا مالک خود بن جائے۔

بغراخاں کی طرف سے مَلک نظام الدین کو کچھ اندیشہ نہ تھا۔ وہ دلّی سے کالے کوسوں دور تھا۔ مگر کیخسرو (جو بلبن کی آخری وصیّت کے لحاظ سے حق دار سلطنت بھی تھا) اُس کی نظر میں کھٹکتا تھا۔ چنانچہ اوّل اُس نے اِسی بیچارہ پر ہاتھ صاف کیا۔ بادشاہ کی طرف سے ایک دوستانہ فرمان طلب اُس کے نام بھجوایا۔ کیخسرو نے اس حکم کی تعمیل کی اور ملتان سے چل کر رہتک تک پہونچا تھا کہ ملک نظام الدین نے قاتل بھیجکر اُس کو قتل کرا دیا۔

بعدازاں بندگانِ بلبنی جو مناصبِ اعلےٰ پر ممتاز تھے اُن میں سے بعض کو قتل اور بعض کو ذلیل و خوار کیا۔ اور مقیّد کر کے دور دور کے قلعوں میں بھیج دیا نومسلم مغل کہ بندگانِ بلبنی سے قرابت رکھتے تھے اُن کو تہ تیغ کیا۔ یہ تمام مظالم ملک نظام الدین نے کیقباد کو اغوا کر کے اس غرض سے کرائے کہ بلبنی خاندان کے خیر طلب اور کیقباد کے حامی و مددگار باقی نہ رہیں۔ مگر نادان بادشاہ اِن کھلّی بدخواہیوں کو بھی خیر خواہی سمجھتا رہا۔ بات یہ تھی کہ وہ کوتوال شہر اور اس کے گروہ کو اپنا معاون و محسن جانتا تھا۔

ناصرالدین کی فوج کشی

جب سلطان ناصرالدین کو لکھنوتی میں یہ افسوس ناک خبریں پہونچیں تو سخت صدمہ ہوا۔ اوّل اُس نے فرزند ناخلف کو مکتوبات

شفقت آمیز لکھے۔ اشارات وکنایات میں غفلت سے بیدار کرنا چاہا۔ مگر جہاں عیش وبدمستی کے بادل گرج رہے ہوں وہاں حضرتِ ناصح کی صدائے بے ہنگام کون سنتا ہے؟

ناچار ناصرالدین نے ملاقات کی خواہش کی۔ طرفین سے قاصدوں کی معرفت یہ امر طے ہوگیا کہ دونوں باپ بیٹے اپنے اپنے دارالسلطنت سے جریدہ چل کر شہر اودھ میں ملاقات کریں۔ اس ملاقات سے ناصرالدین کا یہ مقصد تھا کہ بیٹے کو بررو نصیحت کرے۔ ممکن ہے کہ وہ راہ راست پر آجائے۔

لیکن ملک نظام الدین کے مشورے سے کیقباد کی جلو میں ایک بڑے لشکر کے چلنے کا سامان شروع ہوا تو ناصرالدین بھی لاؤلشکر لے کر آیا۔ یہ قول مورخین کا ہے[۵]۔

حضرت خسرو نے مثنوی میں ابتدائی حالات کچھ نہیں لکھے اور نہ اُن کو اِن قصوں کے لکھنے کی چنداں ضرورت تھی۔ اُن کو تو کیقباد کی فرمایش پوری کرنی تھی۔

وہ مثنوی میں کیقباد کی تخت نشینی اور عیش ونشاط کا ذکر کر کے ناصرالدین کی لشکر کشی کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ:۔

ناصرالدین دلّی کے تخت وتاج کو اپنا حق سمجھتا تھا۔ اِس لئے لکھنوتی سے

---

[۵] تاریخ برنی صفحہ ۱۴۱

ملک بہار میں آیا۔ اور بہار سے چل کر اودھ پر قبضہ کیا[۱]۔

یافت خبر خسروِ مشرق پناہ — ناصرِ حق۔ وارثِ ایں تخت گاہ
کافسرِ او را پسر انبار گشت — ویں شرف از وے بہ پسر بازگشت
خشم بسر کرد و عَلَم بر کشید — ساختہ کیں شد و لشکر کشید
تند چو باد آمد ازاں خارخا — از پئے گلگشت بسوے بہار
راند ازاں جا۔ بہ اودھ باد پائے — بادہمی ماند ز سیرش بجائے
شہر اودھ را ہمہ زاں دست برد — غارتِ ترکانش بہ یغما سپرد
ویں طرف آگاہ نہ فرزندِ شاہ — کز پئے او راند سپہ در سپاہ

جب ناصرالدین کا لشکر اودھ کی طرف آرہا تھا تو کیقباد دلّی میں بیٹھا حسب عادت رقص و سرود اور ساقی و شراب کے مزے اُڑا رہا تھا۔

شہ بچنیں وقت بر آہنگِ مے — رخشِ طرب کرد رواں پے بہ پے
بادہ ہمی خورد و ہمی خورد غم — عیش ہمی کرد و ہمی کرد کم
ریختہ ساقی مے رنگیں بجام — مے ز لبِ شاہ رسیدہ بکام
ناگہ ازاں جا کہ جفای جہاں ست — ق — قاعدۂ دولتِ شاہنشہاں ست
گرم شد آوازہ کہ خورشیدِ شرق — تافتہ شد بر خطِ مغرب چو برق
ناصرِ دین و شہ کشور کشاے — تیغ بر آورد و بکیں کرد راے

---

[۱] خسرو کے قول کی تائید تاریخ مبارک شاہی سے ہوتی ہے ۱۲

راند ز لکھنوتی و دریاے ہند — تا سپہش گرد بر آرد ز سند

بیں کہ سپہرش چہ تمنا نمود — کآبِ فرو میل بہ بالا نمود

قوتِ سیلے نبود تا برود — آب ببالا نرود از فرو

سوے سوادِ اودھ آمد چو باد — گرد حک از خنجرِ تیز آں سواد

چند ہزار ش زسواران کار — تیغ زن و کینہ کش و نامدار

آمد اقصاے اودھ در گرفت — واں ہمہ اقلیم سراسر گرفت

نیست جزیں در شب و روزش سخن — کیں منم اسکندرِ دارا شکن

مردمکِ دیدۂ من کیقباد — کافسرِ جد فرّ بزرگیش داد

گرچہ جہانگیر شد و تاجدار — نیست جہاندیدہ تر از من بکار

تختِ پدر گرنہ پے پاے من ست — ہر ہمہ دانند کہ جاے من ست

حاصل ازیں حادثہ کامد پدید — شاہِ جہاں یافت پیاپے خبر

دلّی میں ترتیب لشکر ناصر الدین کی آمد کا آوازہ بلند ہوا تو دلّی میں بھی کوچ کی تیاریاں اور ترتیبِ لشکر کا سامان ہونے لگا۔ شاہی جھنڈا کھولا گیا اور قصبہ سیری میں جو دلّی کے قریب تھا ڈیرے خیمے لگا دیے گئے اور لشکر کے دائیں بازو کا کیمپ قصبۂ تلپٹ میں اور بائیں بازو کا قصبہ اندپت میں ڈالا گیا اور شاہی ہاتھیوں کا پڑاؤ موضع بہاپور[1] میں تھا۔

ایک روز سلطان معزالدین بھی برسم شکار باہر نکلا اور لشکر گاہ کو ملاحظہ

---

[1] نواح دہلی میں ایک گانوں تھا۔ (از شرح نورالعین) ۱۲

کرکے تیاری کی تکمیل تک قصر کیلوکھڑی میں واپس آگیا۔ چنانچہ خسرو کہتے ہیں:۔

کرد اشارت کہ دلیرانِ رزم ساختہ دارند ہمہ سازِ عزم

جمع شدند از اُمرائے دیار از ملک و خان و شہ و شہریار

تیغ زنانِ ہمہ اقلیمِ ہند نیزہ گذارانِ نواحیِ سند

روزِ دوشنبہ۔ بگہِ چاشت گاہ در مہِ ذی الحجہ بپایانِ ماہ

رایتِ منصور ببالا کشید ماہِ[۱] علم سر بہ ثریا کشید

نصب شد اعلام مبارک وصول کرد سراپردہ بہ سیری[۲] نزول

میمنہ بر تلپٹہ[۳] زدیک سرہ بود میاں اندپٹہ[۴] میسرہ

داورِ جمشید نسب کیقباد تاجِ کیاں بر سرِ والا نہاد

زحش طلب کرد شہِ تاجور رفت زیک تخت بہ تختِ دگر

عزم بروں کرد شکار افگناں بردلِ خورشید غبار افگناں

بود چو خورشیدِ ولایت فروز گشت کناں تا بگہ نیمروز

رفت بکیلوکھڑی و داد عون از مددِ دست چو دریائے جون[۵]

قصر شد از فرّشہ ارجمند چوں فلک از منزلت خود بلند

---

[۱] ماہ علم نشان ہلال جو پھریرے پر ہوتا ہے ۱۲ [۲] نواح دہلی میں ایک گانوں تھا ۱۲

[۳] دہلی سے پانچ چھ کوس پر ایک مشہور پرگنہ تھا ۱۲

[۴] نواح دہلی میں ایک قصبہ تھا جو اب داخل ازک شہر دہلی ہے ۱۲

[۵] دریائے جمن کو سنسکرت میں جون بولتے ہیں (بفتح واو) یہاں اس کے تلفظ میں تصرف کیا گیا ہے ۱۲

ملک پنجاب پر مغلوں کا حملہ

دلّی میں لشکر کے کوچ کا سازو سامان مہیّا کیا جا رہا تھا کہ اسی اثنا میں ملک پنجاب پر حملۂ مغل کی خبر آئی۔ اس فتنے کے تدارک کی غرض سے تیس ہزار سوار کی جمعیت لے کر باربک[۱] سلطانی نہایت سرعت سے لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ سامانہ سے لاہور تک تمام بستیاں مغلوں کی غارت گری نے برباد کر دی تھیں۔

مغلوں کو افواج شاہی کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو وہ پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے۔ باربک نے کچھ دُور تک غنیم کا تعاقب کر کے بعض کو قتل کیا اور جو مغل زندہ گرفتار ہوئے اُن کو لے کر دلّی کی طرف مراجعت کی۔ اس واقعہ کی کیفیت حضرت خسرو نے اشعار ذیل میں بیان کی ہے:۔

نامہ کشے چند چو تیر از کمیں ‏‏— آمد و بوسید چو پیکاں زمیں

کز حدِ بالا مغلِ تیز عزم ‏‏— سوے فرو راند بر آہنگِ رزم

لشکر انبوہ چو ذرّاتِ ریگ ‏‏— جوش بر آورد چو آبے بدیگ

مردمِ آں خطّہ فرو شد بخاک ‏‏— گرد بر آورد از ایشاں ہلاک

شہ کہ ز گمراہیِ آں گمرہاں ‏‏— یافت چنیں آگہی از آگہاں

گفت کہ خواہم ز سوارانِ کار ‏‏— نامزدِ مغل شود سی ہزار

بر سرِ شاں باربکِ تیغ زن ‏‏— خان جہاں چابک و لشکر شکن

---

[۱] باربک کا نام سلطان شاہک تھا اور اس مہم پہ نامزد کرتے وقت خان جہاں خطاب عطا کیا تھا ۱۲

عارضِ فرزانہ بفرمانِ شاہ — کرد رواں سوے مخالف سپاہ

ناحیہ بر ناحیہ راندند تند — بود صبا پیشِ چنیں سیر کند

از قدمِ شومِ مغل آں بلاد — نام و نشانے ز عمارت نداد

از حدِ سامانہ تا لاھنور (لاہور ۱۲) — ہیچ عمارت نہ۔ مگر در قصور[1]

لشکرِ اسلام کہ آنجا رسید — بود زمیں تشنہ۔ کہ دریا رسید

یافت خبر کافرِ ناخوب کیش — تیز تر از تیر بروں شد ز کیش

تن ز غنیمت بہزیمت سپرد — بردنِ جاں را بغنیمت شمرد

باربک اندر پئے شاں کینہ خواہ — تیغ زناں قطع ہمی کرد راہ

لشکرِ اسلام کہ دنبالہ کرد — کوہ ز خونریز پُر از لالہ کرد

خانِ جہانگیر کہ آں فتح یافت — فتح و فیروز عناں باز تافت

بست اسیرانِ مغل را قطار — داد بداں چند شتر دل مہار

کیقباد کی بزم آرائیاں

لشکر کی تیاری کا کام سرداران لشکر کے ذمّے تھا جس کی تکمیل میں سردی کا موسم گذر گیا۔ مگر رنگیلے کیقباد کو اپنے مشاغل شوق کے لئے کافی فرصت تھی۔ اُس کے قصرِ عشرت میں موسم سرما کا ایک لمحہ بیکار نہیں گیا بدستور ہنگامۂ نشاط کی گرماگرمی رہی۔ یہاں تک کہ نوروز کا موسم آگیا۔ پھر تو قصرِ معزی میں اور بھی دھوم دھام کے

---

[1] نواح لاہور میں ایک پرگنہ ہے۔ مگر یہاں قصور سے یہ مراد ہے کہ ہر ایک عمارت کو نقصان پہونچا تھا ۱۲

جشن ہوتے۔ اور بادہ پیمائی کا زور و شور رہا:-

موسم نوروز و ہوائے شراب — شاہِ جہاں مست و مخالف خراب
بادہ ہمی خورد و ہمی بود شاد — شادہمی کرد جہاں راز داد
ہر کہ چو گل کرد بہ بزمش گذر — برد بسے دامنِ پر سیم و زر
نغمہ زنش زہرۂ پردہ شناس — نغمہ زنی کرد بچندیں سپاس
یافتہ در گوشِ ہمایونش جاے — این غزل از نغمۂ بربط سرائے

غزل

گل امروز آخرِ شب مست برخاست — بجامِ لالہ مجلس را بیاراست
نشستہ سبزہ زیں سو در چپِ گل — ستادہ سرو زاں سو جانبِ راست
صبا می رفت و نرگس از غنودن — بہر سوے ہمی افتاد و می خاست
من اندر باغ بودم خفتہ بالا — بنام ایزد چو ما بے کم و کاست
چو رفتن خواست از پہلوے خسرو — برآمد از دلم فریاد بے خواست

خسرو نے گل و نرگس اور سبزہ و سرو کے تخیل میں کیقباد کی بزم مستانہ کا رنگ ڈھنگ خوب دکھایا ہے۔

کیقباد کے لشکر کا کوچ بجانب اودھ

جاڑا گذرا نوروز ہو چکا۔ اب گرمی کا موسم تھا کہ لشکر کیل کانٹے سے درست ہو کر کوچ کے لئے تیار ہوا۔ بادشاہ سلامت اپنا عشرت کدہ چھوڑتے ہوئے کسمساتے کہ خود بدولت

ہمراہِ لشکر چلیں یا نہ چلیں مگر مشیر دولت نے یہی صلاح دی کہ بادشاہ کا چلنا ضروری ہے۔

مصلحتِ ملک زرائے درست | ہر چہ صواب ست ہمی باز جست
خود کمرِ کینہ کند استوار | یا زپئے رزم فرستد سوار
کار شناسے کہ درآں رازبود | پردہ ز تدبیر بینداخت زود
گفت ز چندیں سپہ کینہ خواہ | آں نرود کز تنِ تنہائے شاہ

غرض وسط ماہ ربیع الاول میں کوچ کیا۔ اور پہلی منزل تلپٹ اور افغان پور کے حدود میں ہوئی۔

در وسطِ ماہِ ربیع نخست | عزم سفر کرد بمشرق درست
کوسِ عزیمت زد و در شہریار | لرزہ در آورد بروئیں حصار
کوچ سپہ کرد۔ شہ از شہرِ نو | داد جہاں را ظفر بہرِ نو
منزلِ اوّل کہ شد از شہر دور | بود حدِ تلپت و افغان پور
یافت سراپردہ در آں جا مقام | دشت درآمد ز رسنہا بدام

مہم مغل سے باربک کی مراجعت

سلطانی لشکر کا پہلا ہی کوچ تھا کہ خان جہاں باربک جو مغلوں کی مہم سر کرکے آرہا تھا اس مقام پر حضور سلطانی میں حاضر ہوا۔ اِس فتح کا بڑا جشن منایا گیا۔

لشکر کا فرکشِ بالا ورد | از عقبِ کوچ درآمد چو گرد

باربک آمد ز مصافِ مغل | بستہ گلوہاے مغل را بہ غل
شاہ بران مژدۂ دولت کہ یافت | بادہ طلب کرد و بہ مجلس شتافت
خوردمے و گنج بہ محتاج داد | بس گہر و زر کہ بہ تاراج داد

اسیران مغل کا قتل

دوسرے دن اسیران مغل اور مال غنیمت سلطان کے روبرو پیش ہوا۔ قیدیوں میں سے امیران صدہ[1] کو ہاتھیوں سے کچلوا دیا۔ اور سپاہیوں کو شہر میں بھیجکر تشہیر کرایا۔ دن اس مشغلے میں کٹ گیا رات کو پھر وہی دور ساغر چلا:۔

چوں تنہ چند ز میرِ صدہ | دست اجل داد بدام ودده
آنچہ دگر ماند شہنشاہِ دہر | کرد رواں از پئے تشہیر شہر
چوں فلک از شیشۂ خود گاہِ شام | جام فرو برد ز دَور مدام
نورِ نشاط از افقِ جام تافت | شہ زمے دمے زلبش کام یافت

باربک کی روانگی بطور ہراول

دو روز بعد لشکر آگے بڑھا۔ اور دو کوچ کے بعد جمنا کو عبور کرکے جیور[2] میں مقام ہوا اُس مقام سے باربک بحکم شاہی ایک دستہ فوج کا لے کر بطور ہراول لشکر کے آگے آگے روانہ ہوا اور گنگا پار اُتر کر قطع مراحل کرتا دریاے سرجو کے قریب جا پہونچا اور سلطانی لشکر کے انتظار میں وہاں ٹھیر گیا۔

---

[1] امیر صدہ وہ سردار جس کے زیر حکم سو سپاہی ہوتے تھے ۱۲

[2] جیور ایک قصبہ ہے مضافات ضلع بلند شہر میں جمنا کے قریب ۱۲

اُس نواح کے ملوک و اُمرا میں سے ملک چھجو خان کڑہ اور خان اودھ یہہ دونوں اپنی اپنی جمعیت کے ساتھ باربک کے لشکر سے آملے۔

بارَبک و تیغ زنانِ سپاہ ۔۔۔ طبل زناں پیش گرفتند راہ
کوچ بکوچ از شدنِ بی درنگ ۔۔۔ لشکرِ شاں رفت گذارای گنگ
گرم بآبِ سرُو در رسید ۔۔۔ در سرُو رفت و عناں درکشید
(جلد ۱۲ دریای سرجو ۱۲)
پیش درآمد ز بزرگانِ پیش ۔۔۔ چند ملک با سپہ و سازِ خویش
خانِ کڑہ چھجوے کشور کشاے ۔۔۔ کز لبِ خاناں کرہ بستے بپاے
خانِ اودھ نیز بفرمانِ شاہ ۔۔۔ کرد بیک جاے فراواں سپاہ
باربک و شاں ہمہ یک جا شدند ۔۔۔ ساختۂ کار مہیا شدند
لشکرِ شاں پر زصفِ باشکوہ ۔۔۔ برلبِ آبِ سرُو شد گروہ

ناصرالدین کا پیام باربک کو

دریا کے اُس پار سلطان ناصرالدین کا لشکر پڑا تھا۔ اُس کو خبر ملی کہ فوجوں کا یہہ جماؤ لڑائی کے ارادہ سے ہوا ہے تو وہ بہت برہم ہوا اور فوراً شمس الدین دبیر کو کہ اُس کا میر منشی تھا باربک کے پاس یہہ پیام دے کر بھیجا کہ تو ہمارے خاندان کا نمک خوار قدیم ہی اس وقت ہمارے نمک سے کیوں دست کش ہوتا ہے ؟ تو خود جانتا ہے کہ اس ملک کا وارث کون ہے ؟ کوئی غیر میری جگہہ لیتا تو اُس کی گردن ہوتی اور میری تلوار۔ مگر میرا فرزند میری غیبت میں تخت نشین ہوا تو دِلِ ما شاد و چشمِ ما روشن"

اُس کا نوکر ہمارا نوکر ہے۔ اگر نوکر آقا سے لڑے تو خلقت کیا کہے گی؟ میں تجھ کو الزام نہیں دیتا۔ بلکہ ملزم وہ ہے جس نے تجھ کو بھیجا ہے۔ لیکن یاد رکھ اگر تو نے شکست کھائی تو صدمہ کس کو پہونچے گا؟ میرے بیٹے کو۔ اگر مجکو شکست ہوئی تو خود تیرا کالا مونہہ ہوگا۔ کیقباد کے آنے تک صبر کر وہ خود دیکھ لے گا کہ مجکو اس سے کس قدر محبّت ہے۔

تیغ زنِ مشرق ازاں سوے آب — تیغ بروں آختہ چوں آفتاب
از غضب افگندہ بابرو گرہ — وز پے کیں کرد کماں را بزہ
جست رسولے کہ گذارد پیام — ہرچہ بگویند۔ بگوید تمام
دید کہ کس نیست ز برنا و پیر — در خورِ ایں کار چو شمسِ دبیر
پیش طلب کرد و پیامے کہ خواست — سوے مخالف ز کشری کرد راست

اے کہ بہ پیش آمدی از راہِ دور — کیں نتواں گفت مگر در حضور
چوں تو نمک خوردۂ از خوانِ ما — دست چہ داری ز نمکدانِ ما
ہست نمک در ہمہ مذہب حلال — ور تو حرامش کنی اینک وبال
گر پسر از غیبت من ملک یافت — روے نخواہد ز پدر باز تافت
ہم تو گزیں راز ترا آگہی ست — وارثِ ایں ملک نہ دانی کہ کیست؟
گر دگرے در محلِ من بدے — تیغِ منش بر سر و گردن بدے

لیک چو ہم چشم من ایں نور بُرد　　چشم خود از خود نتواں دور بُرد
ہر کہ فرستادۂ آں درگہ ست　　بندۂ موروثِ درِ ایں شہ ست
گر سپہم بر تو رساند گزند　　جانِ من ست آنکہ بماند نژند
ورز تو در قلبِ من آید غبار　　ہم تو شوی در رخِ من شرمسار
(کیقباد) (علیین)
باش کہ تا در رسد آں کینہ کوش　　مہرِ مرا بیند و ماند خموش

باربک کا جواب سلطان ناصرالدین کو

اس پیام کا جواب باربک نے یہ دیا کہ میں اپنے آقا کے حکم سے یہاں آیا ہوں اور اُس کے دشمنوں سے جنگ کرنے کے لئے مامور ہوں۔ اگر کوئی اور مقابل ہوگا تو تلوار سے جواب دوں گا۔ ہاں اگر حضور کو دیکھوں گا تو ڈر کے مارے نہیں بلکہ تعظیماً ہٹ جاؤں گا۔

یہ جواب سن کر ناصرالدین ٹھنڈا ہو گیا۔

خانِ سپہ باربکِ تیز ہوش　　کرد چو زاں گونہ پیامے بگوش
در خورِ آں داد جوابے سرہ　　سنجۂ بمیزانِ ادب یک سرہ
گفت کزیں بندۂ حضرت پناہ　　سجدۂ تعظیم رساں پیشِ شاہ
من کہ فرستادۂ شاہِ خودم　　بر خطِ اخلاص گواہِ خودم
نام زدم کرد کہ در ہر دیار　　دشمن او را ندہم زینہار
گر دگرے پیشِ من آید بہ تیغ　　تیغ خورد از من و از خود دریغ

ورنہ تو از دور بہ بینم حضور | گر نہ گریزم۔ شوم از راہ دور
عطف کنم۔ لیک نہ از بیم کس | از پئے تعظیمِ شکوہ تو بس
رفت فرستادہ زراہِ نہفت | ہر چہ کہ بشنید زشہ باز گفت
شہ چو خلافے ز مخالف ندید | زانچہ ہمی گفت۔ زباں در کشید

سلطان معزالدین کیقباد اودھ میں پہنچا

اب آفتاب جوزا میں آگیا۔ تڑاقے کی گرمی پڑنے لگی۔ دن بڑھ گیا رات چھوٹی ہوگئی۔ نازپروردہ کیقباد گھوڑے پر سوار ہے۔ سر پر چتر شاہی سایہ فگن ہے۔ پھر بھی بدن سے پسینہ ٹپکتا ہے۔ گر سنگ آمد و سخت آمد۔ کڑی منزلیں طے کرتا اودھ میں آپہونچا حوالی شہر میں ڈیرے خیمے لگائے گئے۔ ایک طرف گھاگرہ ندی ہے دوسری طرف سرجو۔

اگلے دن کیقباد سیر و گشت کے لئے نکلا اور سرجو کے کنارے پہونچا جہاں سے سلطان ناصرالدین کی خیمہ گاہ نظر آتی تھی۔ باپ کو بیٹے کے آنے کی خبر ملی تو وہ بھی لب دریا آکھڑا ہوا۔ بیٹے کو دیکھ کر محبت کی گھٹا اُمڈی۔ آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو ٹپکنے لگے۔ فوراً ایک کشتی میں سوار کرکے اپنا حاجب بھیجا کہ اشتیاق دیدار ظاہر کرے۔ ادھر سے یہ مدارات ہوئی کہ کشتی کو ہدف تیر بنا کر ڈبو دیا۔ حاجب بمشکل جان بچا کر بھاگا۔

خانہ چو خورشید بجوزا گرفت | رفت دراں خانہ درون جا گرفت

تافتہ از گرمی خود آفتاب — تابشِ او کرد جہاں را بتاب
شب شدہ چون وزدی اندر گداز — روز چو شب ہاے زمستاں دراز
خون برگِ مرد زبون آمدہ — خونے شد واز پوست برون آمدہ
شہ بگہِ کوچ ہمی شد چو شیر — چتر بسر کردہ و توسن بزیر
لشکر ازیں گونہ جہاں می نبشت — ناحیہ بر ناحیہ بر روے دشت
تا علمِ شہ باودھ در رسید — از پئے دہلی عوضے شد پدید
نصب شد اعلامِ شہنشاہِ دہر — برلبِ گھگرّہ بحوالیِ شہر
گھگرّا ازیں سو بسر وزان طرف — از تفِ لشکر بلب آوردہ کف

کیقباد کا لب دریا جانا اور کشتی کا ڈوبنا

روزِ دگر شاہ برآئینِ گشت — آمد وزان سوے اودھ برگذشت
کرد صفے برلبِ آبِ رواں — سوے اودھ ہم بہلوے ہر پہلواں
تیغ زنِ مشرق ازاں سوے آب — ق — کرد چو روشن کہ رسید آفتاب
برلبِ آب آمد و آراست صف — تافت دو خورشید زہر دو طرف
چشمِ پدر بہرِ جگر گوشہ تر — گوشۂ ہر چشم شدہ پر جگر
دید چو شہ سیلِ مژہ بیکراں — حاجبِ خود کرد بکشتی رواں
گفت بحاجب کہ ازیں چشمِ تر — مردمکِ چشمِ مرا دہ خبر
حاجب فرزانہ ازآنجا شتاب — نشست بکشتی و رواں شد چو آب

چون بمیانِ سرُو در رسید | پورِ معزّی زکرانش بدید
تیر برآورده زکیشِ خدنگ | از سرِکیں کرد کماں را بچنگ
تیر که در کشتیِ شاں رخنه کرد | از سرِ کشتی به ته اُفتاد مرد
رفت بصد حیله فرستاده باز | پیشِ شهِ شرق فرو گفت راز

ناصرالدین کی پریشانی کشتی کے واقعے سے

کشتی کے واقعہ کا سبب حضرت خسرو نے ظاہر نہیں کیا۔ غالباً یہ کیقباد کے بدخواہ مشیروں کی بد آموزی کا نتیجہ تھا۔ تاکہ ملاقات کی نوبت ہی نہ پہونچے بلکہ باپ بیٹوں میں لڑائی ٹھن جائے اِس فعلِ ناروا سے ناصرالدین کے دل پر چوٹ لگی۔ اور غصّہ بھی آیا۔ پھر سوچا کہ مبادا! یہ نادان لڑکا مفسدوں کے اغوا سے جنگ کر بیٹھا تو اُس کو گزند پہونچے گا یا مجکو۔ بہر نوع میرے لئے سخت مصیبت کا سامنا ہے۔

رات بھر نیند نہ آئی۔ اسی سوچ بچار میں صبح کردی کہ کیا کرے کیا نہ کرے۔

شاه که از خونِ خود آں زخم دید | ناله چو تیر از دل بر کشید
خشم همی گفت زکینش سخن | مهر همی گفت که هے هی مکن
آنکه چنیں ست نوید م ازو | بهتر ازیں بود امیدم ازو
گر پسرم از جوانی و ناز | عزم برآں شد که شود رزم ساز
حیله چه سازم؟ بچنیں کارِ تنگ | با پسرِ خویش که کرده است جنگ

چارہ ندانم کہ دریں کار چیست؟ — بخت کہ داند کہ دریں یار کیست؟
بود بحیرت کہ چو شب بگذرد — روزِ دگر چارہ چہ پیش آورد؟
تا بسحر بود بگفت و شنید — کز شبِ زایندہ چہ آید پدید؟

باپ بیٹوں کے سلام پیام

جب دن نکل آیا تو ایک معتمد کو زبانی پیام دیکر دریا پار بیٹے کے پاس بھیجا۔ اور اسی سلسلہ میں کئی بار پیامبروں کی آمد و شد جاری رہی۔

پیامِ پدر

کز پدر اوّل برسانش سلام — و آخرش آئینِ دعا کن تمام
کاے خلف! از رہِ مخالف بتاب — تیغ بیفگن کہ منم آفتاب
از پدرم کے رسد این فن بتو؟ — از پدرِ من بمن۔ از من بتو
ورز بد آموز شد این رہ پدید — گفتِ بد آموز نباید شنید
گرچہ کنی دعوی و آتش ولیک — نیک بدانم کہ ندانی تو نیک
چون تو شب و روز ادب افزون کنی — بے ادبی با چو منے چون کنی
بر سرِ خوان آے کہ ہم توشۂ — یاد نمک کن کہ جگر گوشۂ

جوابِ پسر

گفت بجا جب کہ بشہ باز پوے — خدمتِ من گوی و پس آنگہ بگوے
بامنت از بہرِ تمناے ملک — خام بود پختنِ سوداے ملک

پختهٔ آخر! دمِ خاماں مزن — من زتو زادم۔ نہ تو زادی من
ملک بمیراث نیاید کسے — تا نزند تیغِ دو دستی بسے
نیستم آں طفل کہ دیدی نخست — بالغِ ملکم بہ بلاغت درست
خسرو مخوانم کہ ز دورِ زمن — داد خدا دَورِ بزرگی بمن
جز تو کسے گر دمِ ایں در زدے — سرزنشِ تیغِ منش سر زدے
لیک توئی چوں بہ پئے ایں سریر — من ندہم۔ گر تو توانی بگیر

پیام پدر

اے سر از آئینِ وفا تافتہ! — وز تو دلم تافتگی یافتہ!
گرچہ بغیبت شدہ کینہ توز — رنجہ چہ داری بحضورم ہنوز
باچو منے دُور کن از سر منی — چوں بصفت من توام و تو منی
تیغ مکش۔ تا نشوی شرمسار — از من اگر نیست۔ ز خود شرم دار
تخت رہا کن کہ سزای تو نیست — تا منم۔ ایں پایہ بپای تو نیست
گر کمرِ کینہ کنی استوار — پیشِ تو بیش از تو در آیم بکار
در سپہ ار کشد ایں گفت و گوی — نیز نتابم ز وفائے تو روے
لیک بشرطے کہ دریں رائے من — جائے پدر گیرم و تو جائے من

جواب پسر

داد جوابے ادب آمیختہ — تعبیہ ہائے عجب آمیختہ

آراستگی ۱۲

رفو

کاے بزخمِ چشمِ جفا کردہ باز! | دیدۂ مہرِ تو برویم فراز
با ہمہ ایں قوّت و جوشِ سپاہ | نیستم اندر پئے آزارِ شاہ
گر گہر صلح پذیرد نظام | حلقہ بگوشم برضاے تمام
تیر تو گر خواست بجانم رسید | من نکشم۔ تا بتوانم کشید
گر نگہر تاج ستانِ توام | عیب مکن گوہرِ کانِ توام
تخت جہاں بہرِ تو برپای کرد | لیک برآں تخت مراجای کرد
خواست یکی خواستہ لیکن نیافت | آنکہ نمی خواست۔ برِ خود شتافت
ور یقیں در دلِ توآں ہواست | بندۂ فرمانم و فرماں تراست
تاج زمن می طلبی چرخ ساے | برسرم آ۔ تا کنمت زیرِ پائے

اِس مطیعانہ جواب کو سُن کر باپ نے بھی استمالت اختیار کی۔

پیامِ پدر

اے ز نسب گشتہ سزاے سریر! | ور پسرے ہمچو پدر بے نظیر
چشمِ منی! ہیچ غبارے میار | دیدہ نشاید کہ بود پُرغبار
تا تو ندانی کہ دریں جستجوے | از پئے ملک ست مرا گفتگوے
گرچہ توانم زتو ایں پایہ بُرد | از تو ستانم۔ بکہ خواہم سپرد
باش بنامم کہ بنامِ توام | زندہ وُنا زندہ بنامِ توام
دیدہ کہ نادیدۂ دیدارِ تست | دیدہ ونادیدہ گرفتارِ تست

نیست بنزدیکِ من از بیش و کم | بیشتر از دوریٔ تو ہیچ غم
بہرِ خدا صورتِ خویشم نمائے | روے مگردان و بترس از خدائے

جوابِ پسر

اے شہِ مشرق شدہ چوں آفتاب | وز تو جہاں در حدِ مغرب بتاب
گر ہمہ بر ماہ رسد افسرم | ہم بتہِ پاے تو باشد سرم
سدِ سکندر زدہ ام از سپاہ | فتنۂ یاجوجِ مغل را بپاہ
رو تو چو خورشید ز مشرق برائے | من کہ ہستم اسکندرِ مغرب کشائے
تا تو بمشرق بوے و من بغرب | حربہ خورد (کافی ہوں ۱۲) ہر کہ در آید بحرب
ور بملاقات رہی راے تست | افسرِ من خدمتِ پاے تست
نیست مرا آن محل و آں شکوہ | کز سرِ خود سایہ فشانم بکوہ
ور فگند راے تو بر بندہ تاب | ذرہ شوم پیشِ جناں آفتاب

غرض ملاقات کا مژدہ سن کر ناصر الدین کی باچھیں کھل گئیں۔ بہت خوش ہوا مجلس طرب آراستہ کی اور متوسلین کو انعام و اکرام دے کر شاد کیا۔

ناصر الدین کی طرف سے کیکاؤس کا جانا

پھر اپنے فرزند اصغر کیکاؤس کو بلایا اور بڑی شان و ترک سے بہت تحائف، اسلحہ اور ہاتھی دیکر کیقباد کی خدمت میں روانہ کیا۔

بادشہِ شرق کہ آں مژدہ یافت | روش (چو خورشید ز مشرق) بتافت

کرد نشاطے و رامش گراں　　مجلسے آراست گراں تا گراں
ہر کہ در آں بزمِ سخن ساز گشت　　دامنِ پُر گوہر و زر باز گشت
روی بہ کاؤسِ کے آورد و گفت　　تا شود آں ماہ بخورشید جفت
سوئے برادر شو و آراستہ　　با سپہ و کوکبۂ و خواستہ
جُست پئے ہدیہ نصیحت گراں　　دیدہ فروزِ ہمہ قیمت گراں
جامۂ[1] ہندی کہ ندانند نام　　از تنکی تن بنماید تمام
مانند[2] پیچیدہ بناخن نہاں　　باز کشائیش۔ بپوشد جہاں
عود بجز وار۔ قرنفل بمن　　خرمنے از نافۂ مشکِ ختن
عنبر و کافورِ معنبر سرشت　　صندلِ خالص چو درختِ بہشت
سر بفلک بردہ بسے زندہ پیل　　کوہِ گراں را بقیامت دلیل
داد بشہزادہ و کردش رواں　　ساختہ با کوکبۂ خسرواں

اور شہزادہ کیکاؤس کو سمجھا دیا کہ ہماری طرف سے بڑے بھائی جان کو دعا کے بعد یوں کہنا :-

اے غمِ تو کردہ بجانم اثر　　تو زمن و حالتِ من بے خبر
صبرِ من از دوریِ تو رفت دور　　مرحمتے کن کہ بمانم صبور
من کہ صبوری نتوانم ز تو　　وائے! کہ محروم بمانم ز تو

---

[1] ایک ہندوستانی کپڑا ہے جس کا نام نہیں معلوم۔ ایسا مہین ہے جس میں بدن نظر آتا ہے ۱۲
[2] لپیٹو تو ذرا سا ہو جاتا ہے کھولو تو اتنا بڑا تھا کہ دنیا بھر کو ڈھانک لے۔ غالباً ململ ڈھاکہ ۱۲

آمدنم زرپۓ ایں کار بود | کافسرو اقلیم توانم ربود
تشنۂ دیدارِ توام روز و شب | شربتِ خود باز نگیرم زلب
شاد کن ایں جانِ غم اندیش را | روے نما منتظرِ خویش را
تحفۂ حالِ دلِ ریشم بخواں | یا بمن آ۔ یا برِ خویشم بخواں

جب کاؤس کی سواری دریا سے پار اُتر چکی تو کیقباد کو اطلاع کی گئی کہ چھوٹا شہزادہ قدمبوسی کے لئے آتا ہے۔ اُس نے دربار آراستہ کیا۔ اور بہت سی فوج سرداروں کے ہمراہ بھیجکر بڑی دھوم سے اُس کا استقبال کرایا۔ دہلیز شاہی پر پہونچکر شہزادہ گھوڑے سے اوتر پڑا اور جو پیشکش لایا تھا پیش کیا اور جو باتیں شاہ بابا نے سمجھا دی تھیں بڑے بھائی سے عرض کر دیں۔ کیقباد بھائی سے ملکر بہت مسرور ہوا۔ اور اُس کی خاطر و مُدارات میں بزمِ طرب آراستہ کی:۔

شاہ بروئیش چو نظر کرد چست | دید دراں آئینہ خود را درست
گرم فروجست زتختِ بلند | کرد بآغوش تنِ ارجمند
داشت بآغوشِ خودش تا بدیر | سیر نشد۔ چوں شود از عمر سیر؟
باخودش از فرش براورنگ بُرد | تختِ کیاں باز کیاں را سپرد
گاہ زدیدہ بہ نثارش گرفت | گاہ دوبارہ بکنارش گرفت
گاہ نظر بررُخِ زیباش کرد | گاہ دل از مہر شکیباش کرد
پُرسش از اندازہ زغایت گزشت | حدِّ نوازش زنہایت گزشت

کیقباد کی طرف سے کیومرث کا آنا

دوسرے دن کیقباد نے اپنے فرزند کیومرث کو دادا جان کی خدمت میں تحف وہدایا دے کر روانہ کیا۔ چونکہ یہ بچہ تھا عارض کو اُس کے ساتھ بھیجا۔

جب شہزادہ کیومرث مع جلوس دریا پار پہونچا تو دادا جان کی طرف سے بڑی آؤبھگت ہوئی۔

کارگزاراں ہمہ رفتند پیش ۔۔۔ سجدہ کناں پیشِ خداوندِ خویش

پیشِ عناں بانگِ رواروزدند ۔۔۔ سکۂ نوبر درمِ نوزدند

رفت خراماں ملکِ ارجمند ۔۔۔ تا درِ دہلیز بہ پشتِ سمند

روے چو گل سود بہ پشتِ زمیں ۔۔۔ گشت زمیں پُر سمن ویاسمیں

حرمتِ آں خسرو شہ دیں پناہ ۔۔۔ داشت برآئینِ بزرگاں نگاہ

کرد چو نورش بدل و دیدہ جای ۔۔۔ گاہ سرش بوسہ زد و گاہ پای

عارض از آئینِ ادب پروری ۔۔۔ بود کمر بستہ بخدمت گری

تا نظرِ شاہ برآں سوے تافت ۔۔۔ خدمتِ عارض محلِ عرض یافت

جب تک ناصرالدین پوتے کو پیار کرتا رہا عارض سلطنت دست بستہ چپ کھڑا رہا۔ جب اُس کی طرف دیکھا تو اُس نے عرضِ معروض کا موقع پایا اور وہ شاہانہ تحفے جو نذر کے لئے ہمراہ لایا تھا پیش کئے۔ اور کیقباد نے پیام کے جواب میں جو کچھ عرض کیا تھا سنا دیا۔

جواب پسر (عارض کی زبانی)

آنچہ دلِ شاہ بداں مائل ست　　راے مرا نیز ہماں در دل ست
آمدم اینک بہزاراں نیاز　　تا کنم ایں دیدہ بروے تو باز
بود ز من پرسشِ شاہِ زمن　　کامدن از خود طلبی۔ یا ز من؟
من بدرِ شہ بسر آیم دواں　　ق　چوں پسراں بر پدرِ مہرباں
شرط چناں ست کہ در بحر و بر　　چشمہ کند بر لبِ دریا گذر
لیک سزد۔ گر شہِ دریا نشاں　　بر سرِ ایں چشمہ شود دُر فشاں

ناصر الدین کی طرف سے ملاقات کا وعدہ

ناصر الدین نے خوش ہو کر عارض کو خلعت و انعام عطا کیا۔ اور کیومرث کو بہت سے نادر تحفے اور ایک ہاتھی مع عماری زرّین دیا۔ اور وعدہ کیا کہ ہم کل صبح ضرور ملاقات کے لئے آئیں گے۔ اِس کے بعد کیومرث اور عارض اپنے خیمہ گاہ کو واپس گئے۔

وعدہ چناں رفت کہ فردا پگاہ　　جنبشِ خورشید شود سوے ماہ
منزلِ سعدین شود برجِ تخت　　مجمعِ بحرین شود روے تخت
خرّم و خوش عارض و فرزندِ شاہ　　باز نوشتند سوے خانہ راہ

کیقباد کے ہاں دربار کی تیاریاں

عارض کی زبانی ناصر الدین کے آنے کی خبر سنتے ہی کیقباد کے دائرہ دولت میں دربار کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔

اب تک سراپردۂ سلطانی شہر اودھ سے اوپر کی جانب ایک تنگ میدان میں نصب تھا۔ اُس کا موقع فوراً شہر سے نیچے کی طرف تبدیل کر دیا جہاں میدان بھی وسیع تھا اور دریا کا پاٹ کم ہونے کی وجہ سے کشتی کی آمد و شد آسان تھی۔ اِس عمدہ موقع پر کارکنانِ دولت نے ایک شان دار دربار دونوں بادشاہوں کی ملاقات کے لئے لب دریا ترتیب دیا۔

ناصرالدین کا آنا اور ملاقات

چونکہ گرمی کے دن تھے، ناصرالدین دن ڈھلنے کے بعد جب کہ دھوپ کی تیزی کم ہو گئی تھی کشتی میں سوار ہو کر چلا معزالدین کیقباد اپنے شاہانہ دربار میں اورنگ سلطنت پر بیٹھا باپ کی آمد کا منتظر تھا۔

جس وقت باپ کو آتے دیکھا بے اختیار تخت سے اُتر برہنہ پا دوڑا، اور قدمبوسی کے لئے جھکا۔ باپ نے فوراً گلے لگا لیا۔ اور دونوں بغل گیر ہو کر دیر تک زار زار روتے رہے:۔

روز چو آخر شد و گرما گذشت	چشمۂ خور[۱] خواست بدریا گذشت
تاجورِ شرق برآہنگِ آب	کرد طلب کشتیِ گردوں رکاب
کشتیِ شہ تیز تر از تیر گشت	در زدنِ چشم ز دریا گذشت
راست کہ شد برلبِ دریا رسید	گوہرِ خود برلبِ دریا بدید

[۱] چشمۂ خور = آفتاب۔ اور دریا کنایہ ہے آسمان سے ۱۲

خواست کہ از سوزِ دل بیقرار | بر جہد از کشتی و گیرد کنار
صبر ہمی خواست نمی آمدش | گریہ نمی خواست ہمی آمدش
بود بریں سوے معزِ جہاں | ساختہ بر جاے ادب چوں شہاں
پیش شد از دیدہ نثارش گرفت | شہ بدوید و بکنارش گرفت
تشنہ دو دریا بہم آوردہ میل | تشنہ و از دیدہ ہمی راند سیل
یکدگر آوردہ بآغوش تنگ | ہر دو نمودند زمانے درنگ

رونے کے بعد ہوش آیا تو تخت پر اجلاس کرنے کے لئے ایک دوسرے سے اصرار کرنے لگے :-

از پسِ دیرے کہ بخویش آمدند | ہمدگر از عذر بہ پیش آمدند
گفت پسر با پدر اینک سریر | جاے تو من بندۂ فرماں پذیر
باز پدر گفت کہ این ظن مبر | کز پسر افسر برباید پدر
باز پسر گفت کہ بالا خرام | کز تو برد پایۂ تختِ تو نام
باز پدر گفت کہ اے تاجدار | تخت ترا بہ کہ توئی بختیار

ناصر الدین نے بیٹے کو تخت نشین کیا

الغرض بہت سی حیص بیص کے بعد باپ نے کہا کہ میں تیری تخت نشینی کے وقت موجود نہ تھا کہ اپنے ہاتھ سے تخت پر بٹھاتا۔ اب خدا نے وہ دن دکھایا ہے کہ یہ رسم خود ادا کروں۔ اتنا کہہ کر بیٹے کو تخت پر بٹھا ہی دیا۔ اور خود ہاتھ باندھ کر تخت

کے روبرو کھڑا ہو گیا۔

خسرو نے اِس کی تاویل یہ کی ہے کہ باپ کا یہ فعل اُمرا کے لئے ہدایت تھی کہ تم کو بادشاہ کی تعظیم و خدمت اِس طرح کرنی چاہیئے۔ باپ کے حکم کی تعمیل کر کے فوراً ہی کیقباد تخت سے اُتر آیا اور اُمراے دربار نے دونوں بادشاہوں پر زر و گوہر نثار کیا اور جو خلقت باہر کھڑی تھی اُن میں لٹا دیا:-

چوں پدر از جانبِ فرزندِ خویش	شرطِ ادب دید ز اندازہ بیش
گفت کہ یک آرزویم در دل ست	ق منّۃ للہ کہ کنوں حاصل ست
آنکہ بدستِ خودت اے نیکبخت!	دست بگیرم بنشانم بہ تخت
زانکہ بغیبت چو شدی بر سریر	من نہ بُدم تا شدمے دستگیر
با پسر ایں نکتہ چو لختے براند	دست گرفت و بسر یرش نشاند
خود بنعال آمد و بر بست دست	ماند ازاں کار عجب ہر کہ ہست
داشت دریں زیر خیالے نہاں	آگہی داد بکار آگہاں
گرچہ پدر بر سرِ تختش کشید	نشست و فرود آمد و پیشش دوید
چوں خلفاں شرطِ وفا می نمود	خواہشِ عذرے بسزا می نمود
دولتیاں ہر طرفے بستہ صف	کردہ طبقہاے جواہر بکف
لعل و زبرجد کہ در آویختند	بر دو سر افراز ہمی ریختند

رسم نثار و تصدّق کے بعد دربار ختم ہو گیا اور سلطان ناصر الدین جس کشتی

میں آیا تھا اُسی میں سوار ہو کر خوش و خرم اپنی فرود گاہ پر واپس آگیا :-

چوں پدر اقبالِ پسر تازہ کرد ق زاں شرف آفاق پر آوازہ کرد
گفت کہ امروز بس ست ایں قدر روزِ دگر جلوۂ ملکے دگر
زیں نمط از کام چو دمساز گشت فرقِ پسر بوسہ زد و باز گشت

مراسم اتحاد اور خانگی ملاقاتیں

یہ درباری ملاقات تو آئین شاہانہ کے بموجب اِس بات کا اعلان تھا کہ سلطان ناصر الدین نے معز الدین کیقباد کی تخت نشینی باضابطہ تسلیم کر لی اور دونوں بادشاہ متحد ہو گئے۔

دوسرے روز تحف و ہدایا کا مبادلہ اور خانگی ملاقاتیں شروع ہوئیں کیقباد نے نہایت بیش بہا گھوڑے بطور پیشکش بھیجے اور رات کے وقت باپ کی ضیافت بڑی دھوم سے کی۔

اِس ضیافت کا بیان خسرو نے خوب جی لگا کر کیا ہے اور بزمِ معزی کی ہر ایک چیز کے اوصاف میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہائے ہیں۔

جب آب و طعام اور رقص و سرود سے فارغ ہو چکے تو سلطان ناصر الدین نے ایک ملازم خاص کو بھیجکر تاج و تخت اور ایک ہاتھی اپنی خیمہ گاہ سے طلب فرمایا اور تحفۃً فرزند دلبند کو عطا کیا :-

گفت بخاصاں زیکے شاہِ شرق تا رود از آب گذارا چو برق
آورد و پیش کشد از اختصاص تختِ زر و تاجِ زر و پیلِ خاص

رفت شتابنده باورنگ گاہ — کرد رواں جملہ بفرمانِ شاہ

الغرض آں پیل وہماں تاج وتخت — ق کاں نرسد جز بجہاندارِ بخت

دید شہنشہ چو مہیّا بہ پیش — روے کرم کرد بہ دلبندِ خویش

گفت کہ ایں افسر وایں پیل وگاہ (تخت ۱۲) — بہر ترا داشتہ بودم نگاہ

نیست مرا بہتر ازیں پنج چیز — تا دہم از دیدہ بچشمِ عزیز

یہ ہدیہ دیکر ناصرالدین نے بیٹے سے فرمایش کی کہ میری آرزو یہ ہے کہ میرے باپ کی دو یادگار چیزیں جو تجکو پہونچی ہیں ایک تو چتر سپید ایک کلاہ سیاہ یہ پہلے اپنے سر پر رکھ پھر مجکو دے ڈال۔ دوسرے روز کیقباد نے اِس فرمایش کی تعمیل کی۔ جو شخص یہ چیزیں لے کر آیا تھا ناصرالدین نے اُس کو انعام دیا:۔

گفت بفرزند کہ درخوردِ شاہ — چتر سپید آر و کلاہِ سیاہ

تاجور آن چتر وکلاہِ سیاہ — کرد مہیا و رواں سوے شاہ

ہردو فرستاد بحکم شہی — بر شہِ شرق آں دو نشانِ مہی

شاہ شد از دیدنِ آں تخت شاد — بستد و بوسید و بسر بر نہاد

داد بآرندۂ آں ہردو چیز — خلعتِ خاص و زرِ بسیار نیز

ناصرالدین کی نصیحتیں فرزند دلبند کو

ایک شب پھر دونوں کی ملاقات ہوئی تو ناصرالدین نے فرزند دلبند کو ازراہ دل سوزی بہت سی نصیحتیں کیں جن کی نظم میں خسروِ شعرا نے کمال سخن گستری

کی داد دی ہے :-

چوں سخن رفت بسے داوری — دَور در آمد بہ نصیحت گری

داد نخستش بدعاے پناہ — کایزدت از حادثہ دارد نگاہ!

ریخت پس آں گاہ بمہرِ تمام — داروے تلخش ز نصیحت بہ کام

کاے پسر! از ملک و جوانی مناز — ناز بدو کن کہ شد او بے نیاز

خشم بہر جرم میاور بکس — ز آتشِ سوزندہ نگہدار خس

چوں بگنہ معترف آید کسے — عفو نکوتر ز سیاست بسے

در حقِ آں کش بر خود داشتی — دیر خصومت شو و زود آشتی

ھر کہ زند در رہِ اخلاص گام — کار برو کن بعنایت تمام

واں کہ برآرد بخلافت سرے — سر بزنش پیش کہ گیرد برے

خُرد مبیں دشمنِ بد زہرہ را — آب دہ از زہرۂ او دہرہ را

دشمنِ خود خُرد نباید شمرد — در تہہِ دنداں چہ کند سنگِ خُرد؟

گرچہ جہاں جملہ ہوا خواہِ تست — ہم بکَن آں خار کہ در راہِ تست

دشمن اگر دوست نماید بپوست — فرق کن از دشمنِ خود تا بدوست

جاے مدہ دشمنِ کیں توز را — گوش مکن گفتِ بد آموز را

خاص کن آں را کہ خرد ہست بیش — راہ مدہ بے خبراں را بخویش

گرچہ دلت ہست فراست شناس — گفتِ کساں نیز ہمی دار پاس

باشد اگر سوے مهمیت روے
رخصتِ تدبیر شناساں بجوے

گر شودت خصم بتدبیر رام تابع ۱۲
تیغ نشاید کہ کشی از نیام

حق چو ترا جاے بزرگاں سپرد
خویشتن خرد بباید شمرد

چرخ چو ترا داد کم و بیشِ خویش
بیش و کم از وے نہ کمی و نہ بیش

بیش کن آنها کہ زیزداں بود
کم کن ازانها کہ نہ فرماں بود

چشمِ رعایت ز رعیّت مگیر
تا بودت ملک عمارت پذیر

عدل بود مایۂ امن و اماں
بیش کن ایں مایہ زماں تا زماں

دادگری کن کہ ز تا شیرِ داد
بس درِ دولت کہ توانی کشاد

تا بزمانے کہ تو با داد بسے
نشنود آوازِ تظلّم کسے

دولتِ دنیا کہ مسلّم تراست
جانبِ دیں کوش کہ آں هم تراست

دولتِ جاوید نبرده است کس
نامِ نکو دولتِ جاوید بس

پیشہ نکوئی کن و از بد بترس
از بدِ کس نے - ز بدِ خود بترس

نیت خیرت اگر امروز خاست
وعده بفردا مفگن - کاں خطاست

یافتی از کشتِ ازل خوشہ
راست کن از بہرِ ابد توشہ

ترسِ خداوندِ جہاں کن بدل
تا ز خداوند بمانی خجل

کار چناں کن کہ بہنگامِ کار
از درِ یزداں نشوی شرمسار

چوں بوغا جہد کنی در جہاد
باش گراں جنبش و دیر ایستاد

باز طلب صحبتِ مردانِ پاک | صحبتِ آلودہ رہا کن بخاک
ہوش براں نہ کہ شوے ہوشیار | تا کہ بغفلت نرود روزگار
غفلتِ شاہ است زیانِ ہمہ | خوابِ شباں ست. بلاے رمہ
شاہ بود از پئے پاسِ جہاں | خواب نشاید کہ کند پاسباں
چوں تو خوری بادہ کافور بو | پس غمِ گیتی کہ خورد؟ خود بگو
پیشۂ تقویٰ ست پسندیدہ فر | از ہمہ۔ وز شاہ پسندیدہ تر
چوں ہمہ کس خدمتِ سلطاں کنند | ہر چہ ز سلطاں نگرند آں کنند
کوشش پوشیدہ کن اندر شراب | تا نشود رکنِ شریعت خراب
شاہ بدیں گونہ بفرزندِ خویش | داد بسے زادِ نو۔ از پندِ خویش

ناصر الدین نے رو رو کر یہ نصیحتیں تمام کیں۔ آدھی رات ہو گئی تھی۔ قیام گاہ کو مراجعت فرمائی اور کہا کہ کل کوچ کا ارادہ ہے آخری وقت ملاقات کے لئے صبح پھر آؤں گا۔

وداعی ملاقات

جدائی کی گھڑی آپہونچی۔ صبح دم دونوں لشکروں کا کوچ شروع ہوگیا۔ ڈیرے خیمے لدنے لگے ایک نے مشرق کی اور دوسرے نے مغرب کی راہ لی۔

ناصر الدین رخصتی ملاقات کے لئے دریا پار اترا۔ یہاں کیقباد پہلے ہی سے باپ کے انتظار میں کمر بستہ کھڑا تھا۔ دونوں ایک چبوترہ پر (جو اس ملاقات کے لئے مخصوص

کیا گیا تھا جا بیٹھے۔

تنہائی کا وقت تھا مصالح ملک داری کی نسبت کچھ راز کی باتیں ہوئیں۔ باپ نے بیٹے کو سمجھایا کہ فلاں شخص تیرے چمنِ دولت میں زہریلا کانٹا ہے اُس کو جلد نکال کر پھینک دے اور فلاں شخص کو اپنا مشیر بنا۔ بیٹے نے باپ کی یہ نصیحت دل و جان سے سُنی اور گرہ باندھی پھر دونوں رخصتی معانقہ کے لئے کھڑے ہو گئے اور باپ نے رو رو کر اپنا دردِ دل سنایا (ان خیالات کی ترجمانی طوطی ہند نے اپنے اشعار میں نہایت سوز و گداز سے کی ہے) آخر کار معانقہ کیا اور آنسو بہاتا اپنی کشتی پر سوار ہو گیا اُدھر کشتی چلی اِدھر کیقباد چیخیں مار مار کر رونے لگا جب کشتی نظر سے اوجھل ہو گئی تو گھوڑے پر سوار ہو اپنے خیمہ گاہ کو روانہ ہوا خیمہ کے پردے چھڑوا دیے لوگوں کا آنا جانا بند کیا اور باپ کی یاد میں دن بھر پڑا روتا رہا۔

شب چو وداعِ مہ و سیّارہ کرد	صبح دم از مہر قبا پارہ کرد
کوکبۂ شرق سوے شرق تافت	لشکرِ مغرب سوے مغرب شتافت
سرورِ مشرق بوداعِ پسر	گریہ کناں کرد ز دریا گذر
خاص شد از بہرِ وداعِ دو شاہ	چوترہ بایستۂ آرام گاہ
خلوت ازیں گونہ کہ محرم نبود	ہیچ کس از خلوتیاں ہم نبود
آنچہ بُد از مصلحتِ ملکِ راز	یک بدگر ہر دو نمودند باز

کاں چمن از خار[۱] تہی کردنی ست — واں گل رنگیں بکف آوردنی ست

در حق ایں شو بکرم رہنموں — واں دگرے را بزمیں ریز خوں

آں ہمہ گفتار پدر کیقباد — دل نتواں گفت کہ در جاں نہاد

از پس آں ہردو بپا خاستند — عذر بد و نیک ہمی خواستند

خستہ پدر از دل پرخون وریش — دست در آورد بدلبند خویش

نالہ ہمی کرد کہ اے جان من — جاں نہ از آن دگرے زان من

چوں تو شدی، دل ز کہ جوید ترا — دیں بکہ گویم؟ کہ بگوید ترا

بے خبرم بہر تو، شب تا بروز — گر خبرت نیست چنینم مسوز

سوختہ شد جان غم اندوختہ — تا چہ شود؟ حال من سوختہ

کاش نبودی، دو سہ روزی وصال — تا نشدے دیدہ اسیر خیال

اے ز تو در دیدۂ تاریک نور! — مردمی کن مشو از دیدہ دور

صبر مفرما کہ صبوریم نیست — دور ز تو طاقت دوریم نیست

گرچہ ترا ہم کششے در دل ست — آنچہ کہ من می کشم آں مشکل ست

چند کنی از پئے رفتن شتاب — یک دمے از سوختگاں رو متاب

با تو اگر ہمرہیم مشکل ست — اشک منت ہمرہ صد منزل ست

خامۂ من زیں پس و تحریر درد — اشک رواں پیک بیاباں نورد

---

[۱] حضرت خسرو کے حسن اخلاق نے اس شخص کا نام ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دی۔ مگر مورخین نے بالاتفاق بیان کیا ہے کہ ناصر الدین کی یہ آخری نصیحت ملک نظام الدین داربک کی نسبت تھی جو غصب سلطنت کی فکر میں تھا ۱۲

آہ! کہ صبر از دل و تن می رود — خونِ من از دیدۂ من می رود

چون شغبِ نالہ ز غایت گذشت — گریہ و زاری ز نہایت گذشت

یک نفسے زاں نمط از ہوش رفت — کش سرِ فرزند ز آغوش رفت

واں خلفِ پاک ہم از دردِ دل — خاکِ رہ از گریہ ہمی کرد گل

بستہ دل و جاں بوفاے پدر — دیدہ ہمی سود بپاے پدر

اشک فشاناں بدلِ دردناک — مردمکِ دیدہ فتادہ بخاک

ہر دو بجاں شیفتۂ یک دگر — دوختہ بودند نظر با نظر

روے بہم کردہ چنیں تا بدیر — ہیچ نگشتند ز دیدار سیر

عاقبت الامر دراں اتفاق — چونکہ ندیدند گزیر از فراق

ہر دو رخِ خوں شدہ عنّاب رنگ — یک دِگر آغوش گرفتند تنگ

رفت پدر پاے بکشتی نہاد — دیدہ رواں از مژہ طوفاں کشاد

گریہ کناں با دلِ بریانِ خویش — کشتیِ خود راند بطوفانِ خویش

او شدہ زیں سو پسرِ دردمند — آہ برآورد ببانگِ بلند

گریہ ہمی کرد زمانے دراز — سوے پدر داشتہ چشمِ نیاز

راندہ ہمی از مژہ سیلابِ خوں — تا ز نظر کشتی شدہ شد بروں

دید چو خالی محل از شاہِ خویش — رخش رواں کرد بہ بنگاہِ خویش

رفت بہ لشکر درِ خرگاہ بست — وآمد و شد راز میاں راہ بست

جامہ بفریاد وفغاں می درید جامہ رہا کن تو کہ جاں می درید

کیقباد کی مراجعت دلی کو

اودھ سے سلطان معزالدین کیقباد کے لشکر کا کوچ عین برسات کے موسم میں ہوا۔ آسمان پر گھٹا کا شامیانہ جنگل سبزہ زار۔ دھان کے کھیت لہلہے باغوں میں آموں کی کثرت ندی۔ نالے چڑھے ہوئے۔ راہ رستے پانی کا تختہ بنے ہوئے۔ گنگا کی گھاٹ تک یہی کیفیت تھی۔ کیچڑ پانی کی وجہ سے لشکر کے اونٹ گھوڑوں کی جان آفت میں تھی۔ منزل پر پہونچکر گھاس چارہ تو افراط سے ملتا۔ لیکن دانہ مشکل سے نصیب ہوتا تھا

کرد چو رہ در سرِ طاں آفتاب چشمۂ خورشید فرو شد بآب

ابر سراپردہ ببالا کشید سبزہ صفِ خویش بصحرا کشید

تندیِ سیلاب ز بالاے کوہ از شغب آورد زمیں را ستوہ

برق بہر سوے بتابے دگر دشت بہر جوے بآبے دگر

شالی سر سبز ندانم ز چیست کآب گذشتش ز سر آنگاہ زیست

غوطۂ مرغابیِ رعنا بجوے از سرِ طوفاں شدہ پایاب جوے[۱]

آبِ رواں گشتہ بہر سایۂ یافتہ از میوہ زمیں مایۂ

ابر دُر افشاں بہ شہِ دریا نوال ابرِ شہ خود راند بدار الجلال

آب فراخے ہمہ رہ تا بہ گنگ آمدہ لشکر ہمہ از آب تنگ

---

[۱] پایاب جوے۔ مرکب قافیہ ہے لفظ پایاب اور جوے بمعنی جوئندہ ۱۲

پاے ستوراں بزمیں در شدہ　　گاوِ زمیں راسُمِ شاں سر شدہ
بود بہر جا کہ نزولِ سپاہ　　تنگی چو بود فراخی کاہ

سلطان کیقباد دلّی پہونچا

سلطانی لشکر منزل بمنزل کوچ کرتا ہوا دلی پہونچا تو کوکبۂ شاہی بڑی شان و شوکت سے شہر کے اندر داخل ہوا۔ ہاتھی گھوڑے سوار پیادے تیغ زن تیر انداز نیزہ بردار علم بردار جلو میں۔ رایت دولت کا پرچم اُڑتا ہوا سلطانِ جم جاہ گھوڑے پر سوار۔ سر پر چتر سیاہ کا سایہ گرداگرد برہنہ تلواریں قطار در قطار۔ اِس دہوم سے سواری درِ دولت پر پہونچی۔ رخشِ سلطانی کے قدموں پر بہت سا زر و جواہر نثار کیا گیا۔ نقارے پر چوب پڑی شادیانے بجنے لگے مطربوں نے مبارک باد کا راگ الاپا۔ رقاصوں نے ناچنا شروع کیا۔ حضور والا گھوڑے کی باگ روکے یہ تماشا دیکھتے ہوے آہستہ آہستہ چل کر دولت خانے میں جا اُترے اُس وقت فرقِ مبارک پر رسمِ نثار ادا ہوئی زمین پر زر و گوہر کا فرش ہو گیا۔ بخیر و عافیت سفر سے واپس آنے کی خوشی میں کئی دن تک شاہانہ جشن کئے انعام واکرام اور خیرات و مبرّات میں خزانے لٹاتے۔

رخشِ طلب کردِ شہِ کام گار　　شد بگہِ چاشت بدولت سوار
از روشِ پیل گراں تا گراں　　سر بسرِ اندامِ زمیں شد گراں
صفِّ سپاہ از علمِ سرخ و زرد　　نسخہ[1] دیباچۂ نوروز کرد

---

[1] نسخہ کردن = نقل کرنا ۱۲

شہ بتہِ چترِ سیہ می چمید | اوّلِ شب صبح دوم می دمید
تیغ بہ پیرامنِ چترش قطار | ابرِ یکے قطرۂ آبش ہزار
بود بیک جاے صفِ تیغ و تیر | ہم چو نیستاں بلبِ آب گیر
بانگِ رو ارو کہ برآمد بلند | غلغلہ در گنبدِ گردوں فگند
کوکبہ چوں فلک آراستہ | گردِ ظفر تا بہ فلک خاستہ
شاہ بدروازۂ دولت شتافت | داد بدروازہ کشادے کہ یافت
توسنِ شہ راز نثار ارمغاں | گشت مکلّل بجواہر عناں
کوس خبر کرد بگوش از خروش | وز خبرش بیخبری یافت گوش
نغمۂ مطرب ز گلوگاہِ ساز | گوشِ نیوشندہ ہمی کرد باز
ماہوشاں چرخ زناں پای کوب | گشتہ ہمو از رہِ شہ خاکروب
شاہ بنظّارۂ آں کارگاہ | نرم تریں راند فرس را براہ
نرم ہمی راند و عناں می کشید | تا بشرف خانۂ دولت رسید
بسکہ فشاندند ز ہر سو نثار | فرشِ زمیں شد ز درِ شاہوار
جشنِ فریدون و طرب گاہِ جم | تازہ شد از مجلسِ شاہِ عجم
از دلِ خواہندہ بتاراجِ گنج | خواستہ می داد و ہمی برد رنج

ملک نظام الدین کا انجام

امیر صاحب نے تو کیقباد کو دلّی پہونچا کر مثنوی کا قصّہ ختم کر دیا ہے مگر تواریخ[1] سے ثابت ہے کہ کیقباد نے دلی پہونچ

[1] تاریخ برنی و بدایونی ۱۲

کے بعد سلطان ناصر الدین کی وہ نصیحت جو بوقت وداع کی تھی

درحقِ این تو بحرم رہنموں　　　　وان دگرے را بزمین ریز خوں

یاد رکھی اور اس پر عمل کیا۔ بعض سرداروں کو قید کر دیا بعض دامن کوہ کی طرف بھاگ کر آوارہ ہو گئے۔

فیروز خاں خلجی کو شایستہ خاں کا خطاب دے کر اقطاع برن (بلند شہر) سپرد کئے گئے[1]۔

ملک نظام الدین اقطاع ملتان کے لئے نامزد ہوا۔ وہ بھی اس تغیر کی لم سمجھ گیا جانے میں لیت و لعل کرتا رہا بعض مقربوں نے سلطان کے اشارہ سے کوئی چیز پلا کر اُس کا کام تمام کر دیا[1]۔

یہ شخص بڑا مدبر اور کارداں سردار تھا۔ مگر سلطنت کی ہوس اُس کے حق میں آخر کار زہر کا گھونٹ بن گئی۔

خسروؔ کی ملازمت کا حال برسبیل اجمال

امیر صاحب دورِ معزی سے پہلے ملوک و خوانین کے ندیم اور درباری شاعر رہ چکے تھے اور ان کے کمال سخنوری کا شہرہ ایران و توران تک پہونچ لیا تھا۔

وہ اوّل اوّل ملک چھجو کے ندیم دلی میں رہے پھر شہزادہ بغرا خاں کے ندیم سامانہ میں رہے اور اُس کے ہمراہ سفرِ بنگال کیا۔ جب یہ شہزادہ سلطانِ لکھنوتی بنایا

---

[1] تاریخ برنی و بدایونی ۱۲

گیا تو امیر صاحب ترک ملازمت کر کے دلّی واپس چلے آئے۔ بعد ازاں قاآنِ
ملک سلطان محمد خاں کے پاس دربار ملتان میں رہے جس معرکے میں سلطان
محمد خاں شہید ہوا خسرو اسیر مغل ہو گئے اس قید سے کسی طرح رہا ہو کر دلّی آئے۔
پھر اپنی والدہ اور عزیزوں کے ساتھ پٹیالی چلے گئے اور وہاں اُس زمانے تک
مقیم رہے کہ سلطان معزالدین کیقباد تخت نشین ہوا اور اُس نے امیر صاحب کو دلّی
بلایا لیکن اس اندیشہ سے کہ ملک نظام الدین ان کا مخالف تھا دربار معزّی میں
جانا خلاف مصلحت سمجھا اور اس خطرہ سے بچنے کے لئے حاتم خاں خان جہاں کے
پاس چلے گئے اور اُس کی ندیمی اختیار کر لی۔

حاتم خاں خان جہاں سلطان بلبن کا مولازادہ اور نامور سردار تھا۔ یہ امر
تحقیق نہیں ہوا کہ جس وقت خسرو خانِ جہاں کے دربار میں گئے تو وہ کہاں تھا؟
اور کس عہدہ پر تھا؟ قیاس غالب یہ ہے کہ وہ اودھ ہی میں کسی عہدہ پر تھا اور
اودھ کے مجمع میں وہ اور اُس کے ساتھ خسرو بھی موجود تھے قصائدِ خسرو میں ایک
قصیدہ ہے جو دربار اودھ کی تہنیت میں انشا کیا گیا ہے اِس قصیدہ سے بھی خانجہاں
اور خسرو کا اس موقع پر موجود ہونا قرینِ قیاس ہے۔

سلطان ناصر الدین اور کیقباد کی دوسری ملاقات کے ذکر میں امیر صاحب
فرماتے ہیں۔

صفِّ حریفاں زدو جانب قطار ہر یک ازایشاں ملک نامدار

بانگِ ندیمانِ قصیدہ سرا		بازرسانیدہ سخن بر سما

اس مجلس میں کہ دونوں بادشاہ و ملوک واُمرا موجود تھے شعرا نے اپنے قصیدے سناتے غالباً طوطیِ ہند نے بھی اپنا قصیدہ سنایا ہوگا۔ اس قصیدہ کے منتخب اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

قصیدہ

زہے ! ملکِ خوش چوں دو سلطاں یکے شد		زہے عہد خوش چوں دو پیماں یکے شد
دو چتر از دو سو سر برآورد از در		زمیں زاں دو ابرِ دُر افشاں یکے شد
پسر بادشاہ و پدر نیز سلطاں		کنوں ملک بیں چوں دو سلطاں یکے شد
زبہرِ جہاں داری و بادشاہی		جہاں را دو شاہِ جہانباں یکے شد
یکے ناصرِ عہد محمود سلطاں		کہ فرمانش در چار ارکاں یکے شد
دگر شہ معزؒ جہاں کیقباد ے		کہ در ضبطش ایران و توراں یکے شد
بدیو و پری گوے اے باد ! کاینک		دو وارث بملکِ سلیماں یکے شد
کنوں روے در چیں نیارند ترکاں		بہندوستاں چوں دو خاقاں یکے شد
بروں شد دوئی از سرِ ترک و ہندو		کہ ہندوستاں با خراساں یکے شد
بصد میہمانی صلا داد عالم		چو بر خوانِ شاہی دو مہماں یکے شد

خان جہاں کو اقطاع اودھ کی حکومت ملی | امیر صاحب اسی مثنوی میں فرماتے

ہیں کہ جب لشکر کیقباد اودھ سے واپس چلا اور کنت پور کی حد میں پہونچا تو خان جہان کو اقطاع اودھ کی حکومت عطا ہوئی خسرو تو پہلے ہی سے اُس کے ملازم تھے اور وہ ان کا بڑا قدردان و محسن تھا اِس لئے اُس کے ساتھ اودھ میں رہنا پڑا۔

باعَلمِ فتح دراں راہِ دور — سایہ فشاں شد بحدِ کنت پور
خانِ جہاں حاتمِ مفلس نواز — گشت باقطاعِ اودھ سرفراز
ازکفِ جود و کرمِ حق شناس — کرد فراہم سپہِ بے قیاس
من کہ بُدم چاکرِ او پیش ازاں — کرد کرم آنچہ کہ بد پیش ازاں
تاز چناں بخششِ خاطر فریب — بندہ شدم لازمۂ آں رکیب
دراو دم بُرد ز لطفے چناں — کیست کہ از لطف بتابد عناں؟
غربت از احسانش چنانم گذشت — کم وطنِ اصل فراموش گشت
در[۱۵] اودھ از بخششِ او تا دو سال — ہیچ غمم[۲] (کہ کرا) نالہ نبود از منال

خسرو کی رخصت دربار خان جہاں سے

امیر صاحب کو وطن سے جدا ہوئے قریب دو سال کے ہوگئے تھے مادر مہربان اُن کے فراق میں بے تاب تھیں پیہم خطوط بھیجتی تھیں کہ جلد آؤ اُن کا دل بھی وطن کی یاد

---

۱۵ اِس شعر میں قیام اودھ دو سال بیان کیا ہے لیکن یہ عرصہ کیقباد کی روانگی کے بعد سے اگر شمار کیا جائے تو حساب بالکل غلط بیٹھتا ہے۔ البتہ سنہ ۶۸۶ھ سے دو سال شمار ہوسکتے ہیں جبکہ خسرو خان جہاں کی ملازمت میں داخل ہوئے ہیں ۱۲

ہیں بیقرار تھا مگر خانِ جہاں کے احسانات نے اُن کے لب پر مُہرِ خاموشی لگا رکھی تھی۔

آخر کار خان جہاں سے والدہ کی تاکید اور اپنی حالت عرض کی اُس نے بخوشی دل جانے کی اجازت دیدی اور دو کشتیاں اشرفیوں سے بھری ہوئی بطور زادراہ پیش کیں۔

من زپۓ شرمِ خداوندِ خویش	رفتہ زجاے خود و پیوندِ خویش
مادرِ من پیرزنِ بسحہ سنج	ماندہ بدہلی ز فراقم برنج
روز و شب از دوریِ من بیقرار	سوختہ ز داغِ منِ خام کار
در غم و زاری زجدا ماندنم	نامہ نویساں زپۓ خواندنم
گرچہ دلم ہم زغمش بود ریش	چندگہے راہ ندادم بخویش
چوں کششِ سینہ زغایت گذشت	باعثۂ دل زنہایت گذشت
حالِ خود و نامۂ اُمید وار	باز نمودم بخداوندگار
داد اجازت برضاے تمام	تانہم اندر رہِ مقصود گام
خسروِ رہم زاں کفِ دریا اثر	گرم رواں کرد دو کشتیِ زر
تازچناں بخششِ مفلس پناہ	شکر کناں پاے نہادم براہ

خسرو کی روانگی اور دلی پہونچنا | اب خسرو کمر ہمت باندھ کر اودھ سے چل کھڑے ہوئے۔ غمِ مادر زاد سفر ہے اور شوقِ وطن بدرقۂ راہ چلتے چلتے ایک مہینے

یں دلّی پہونچے وطن کے در و دیوار کو دیکھکر اور دوست آشناؤں سے ملکر
دل باغ باغ ہوا۔

پیاری اماں کے قدموں پر سر رکھدیا۔ اُس غم زدہ نے رو رو کر پیار کیا
کلیجہ میں ٹھنڈک پڑی۔ بیٹے کے بخیر و عافیت پہونچنے کی منت مان رکھی تھی اب
مراد پوری ہوئی تو وہ منّت بھی پوری کی۔

شوق کشاں کرد گریبانِ من — گریہ زدہ دست بدامانِ من
حالِ خوں کرد غمِ مادرم — زادہیں بود براہ اندرم
قطع کناں راہ چو پیکانِ تیز — بلکہ چو تیر آمدہ اندر گریز
یک مہِ کامل بکشیدم عناں — راہ چنیں بود کشش آنچناں
ہم چو مہِ عید خوش و شاد بہر — در مہِ ذیقعدہ رسیدم بشہر
خندہ زناں ہمچو گلِ بوستاں — چشم کشادم برخِ دوستاں
مرغِ خزاں دیدہ بہ بستاں رسید — تشنہ بسر چشمۂ حیواں رسید
مُردہ دل از حالِ پریشانِ خویش — زندہ شد از دیدنِ خویشانِ خویش
دیدہ نہادم بہزاران نیاز — بر قدمِ مادرِ آزرم ساز (مہربان ۱۲)
مادرِ من خستۂ تیمارِ من — ق چوں نظر افگند بدیدارِ من
پردہ ز روئے شفقت برگرفت — اشک فشاناں سرِ من در گرفت
داد سکونے دلِ آشفتہ را — کرد و فا نذرِ پذیرفتہ را

خسرو دربار معزی میں

خسرو شعرا کو دلّی پہونچے دو ہی دن گذرے تھے کہ سلطان معزالدین کیقباد کو اُن کے آنے کی خبر لگی فوراً حاجب سلطانی دوڑا آیا کہ چلیے حضور نے یاد فرمایا ہے۔

یہ اُٹھے اور چلنے کی تیاری میں مصروف ہوتے اسی روا روی میں ایک مدحیہ قصیدہ بھی مرتب کرلیا۔

مجلس خانۂ سلطانی میں پہونچکر آداب بجالاے مگر دل میں دھکڑ پکڑ تھی (شاید اس خیال سے کہ پٹیالی میں جو فرمانِ طلب پہونچا تھا اُس کی تعمیل نہیں کی تھی) خیر! قصیدہ جیب سے نکالا اور بلند آواز سے پڑھ کر سنایا۔

قصیدہ

منت ایزد را کہ شہ بر تختِ سلطانی نشست
در دماغِ سلطنت بادِ سلیمانی نشست

شہ معزالدین والدنیا کہ از دیوانِ غیب
نامِ او بر نامۂ دولت بعنوانی نشست

کیقباد آں گوہرِ تاجِ کیاں کز زخمِ تیغ
باج از ایراں بستد و بر تختِ توُرانی نشست

بخت را بنمود کایں پیشانیِ دولت کراست؟
تاج زرینش کہ بر بالاے پیشانی نشست

قصۂ دریا نگر بر گوہرِ والاے خویش
تا بگستاخی چرا بر تاجِ سلطانی نشست؟

بر سرش چوں سائباں شد چتر می گفت آسماں
سایہ را دیدی کہ با خورشیدِ نورانی نشست

تیز نتواند بعالم دیدن اکنوں آفتاب
چوں ز چترش عالمے در ظلِّ سلطانی نشست

انس و جاں از مہرِ گردوں در خیال افتادہ اند
مہر او تا در خیالِ انسی و جانی نشست

تاغبار بادِ پایش چشمِ جاں را سرمہ داد　　خاک را بر منتِ ہر دیدہ تابانی نشست

از زبانِ تیغ تا از ہر سرِ ہا شانہ ساخت　　در سرِ ہر کس کہ بد موئے پریشانی نشست

روز ہیجا از خیالِ ناوکِ ترکانِ او　　نیستانی در دلِ شیرِ نیستانی نشست

در دلِ بدخواہ پیکانش کہ از خوں لعل گشت　　گوئیا در سنگِ خارا لعلِ پیکانی نشست

ابر وشا! داد در دستت خدا تیغے چو آب　　تا غبارِ کافر از راہِ مسلمانی نشست

چوں بہ تختِ سلطنت بنشستی از حکمِ ازل　　تا ابد بنشیں کہ آنجا ہم تو میدانی نشست

زاں کمرہائے مرصع کز تو بربستند خلق　　ہر بزرگے تا کمر در گوہرِ کانی نشست

ابر صد بار آبروے خویش را بر خاک ریخت　　پیشِ ابرِ دستِ تو کاندر دُر افشانی نشست

بر درِ قصرِ چو فردوسِ تو رضوانِ بہشت　　شاخِ طوبیٰ را عصا کرد و بدربانی نشست

دید قصرِ شاہ را با برجِ جوزا ہم کمر　　بندۂ خسرو چو عطارد در ثنا خوانی نشست

چشمِ تو بیدارِ دولت باد تا از عونِ بخت!
جملہ بیداراں بخسپند و تو بتوانی نشست

بادشاہ کو ان کا کلام ایسا پسند آیا کہ تمام شعرائے دربار اُس کی نظر میں ہلکے پڑ گئے از راہ بندہ پروری اِن کا وظیفہ مقرر کیا اور دو بدرے درم کے نقد عنایت فرمائے اور اپنے ندیمانِ خاص کے زمرے میں منسلک کر لیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں

بعد دو روزے کہ رسیدم ز راہ　　ز آمدنم زود خبر شد بشاہ

حاجبے آمد بشتابندگی　　داد نویدم بصفتِ بندگی

خاستم و برگِ شدن ساختم | مجمرِ تے تازہ بہ پر داختم
رفتم و رُخسارہ نہادم بخاک | تن ادب آموز و دل اندیشناک
نقشِ طرازیدہ (قصیدہ مدحیہ ۱۲) کشادم زبند | کردمش انشا (پڑھنا ۱۲) و بہ بانگِ بلند
شہ چو دُرِ چیدہ مَن دیدہ تر | مُہرہ بچید از دُرہائے دگر
داد باحسان رہی بر درم | چابکی (تنخواہ ۱۲) خاص و دو بدرہ درم

کیقباد کی فرمایش جب بادشاہ اپنے بذل و کرم سے خسرو کو ممنون کر چکا تو اِن کے کمال سخنوری کی ستایش کے بعد کہا کہ تمہارے فن سے ہماری بھی ایک غرض متعلّق ہے اگر تم فکرِ سخن کرو تو ہماری خواہش پوری ہو سکتی ہے۔ پھر ہم بھی اس کا اتنا صِلہ دیں گے کہ آیندہ طلبِ مال وزر سے بے نیاز ہو جاؤ گے۔ خسرو نے عرض کیا کہ حضور والا! میں تو یہی ٹوٹی پھوٹی فارسی جانتا ہوں اگر اس سے وہ غرض پوری ہو سکے تو میں اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا سلطان نے کہا "میری خواہش یہ ہے کہ تم تکلیف گوارا کر کے میری اور میرے باپ کی ملاقات کا حال اور جو ماجرا میرے اور اُن کے درمیان گذرا ہے ایسی سحر بیانی سے نظم کرو کہ باپ کی مفارقت جس وقت مجکو پریشان کرے وہ نظم پڑھ کر دل کو تسلّی دے لیا کروں۔"

اتنا کہہ کر خازنِ دولت کو اشارہ کیا وہ خسرو کو اپنے ساتھ لے گیا اور اشرفیاں اور خلعتِ شاہانہ دیا۔

گفت کہ "اے ختمِ سخن پروراں! | تا ریزہ خورِ خوانچۂ تو دیگراں

از دلِ پاکت کہ ہنر پرورست — ہمت مارا طلبے در سرست

گر تو دریں فن کنی اندیشہ چیست — از تو شود خواستۂ من درست

خواستہ چندانت رسانم ز گنج — کز پئے خواہش نبری ہیچ رنج"

گفتمش "اے تاجورِ جم جناب! — بخت ندیدہ چو تو شاہے بخواب

من کہ بوم داعیِ مدحت طراز — تا چو توئے رامن آید نیاز

باغ نہ از گل طلبد رنگ و بوے — ابر نہ از قطرہ بود آب جوے

حاصلم از طبع گہر زاد فکرِ سست — نیست مگر پارسیِ نادرست

گر غرضِ شاہ برآید بداں — دولتِ من روے نماید بداں"

گفت "چناں بایدم اے سحر سنج! — کز پئے من روے نہ پیچی ز رنج

جسمِ سخن را بہنر جاں دہی — شرحِ ملاقاتِ دو سلطاں دہی

نظم کنی جملہ بسحرِ زباں — قصۂ من با پدرِ مہرباں

تا اگرم ہجر درآرد ز پاے — آیدم از خواندنِ آں دل بجاے"

ایں سخنم گفت و بگنجورِ جود — از نظرِ لطف اشارت نمود

بُرد مرا خازنِ دولت چو باد — مہرِ زر و خلعت شاہم داد

تصنیفِ مثنوی | چونکہ یہ الطافِ شاہانہ بغیر سابقہ خدمت کے تھے اس لئے خسرو شرمندۂ احسان ہوکر بارگاہ سلطانی سے اپنے گھر آئے اب تو جو خدمت سپرد ہوئی تھی اُس کی بجا آوری فرض ہوگئی۔

کنج عزلت اختیار کیا اور سب سے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ یار و مددگار تھے تو یہی قلم دوات اور کاغذ۔ ۳۶ سال کی عمر تھی اور فکر سخن کا دریا جوش و خروش پر۔ تین مہینے تک شب و روز محنت کرکے مثنوی کا خاکہ کھینچ لیا اور تین مہینے اُس کی کتابت و آرایش و پیرایش میں صرف کئے۔ غرض کہ چھ مہینے میں اس مثنوی کو سلطان معزالدین کیقباد کے مطالعہ کے قابل بنا دیا۔ رمضان کا مہینہ تھا اور ۶۸۸ھ۔

از درِ شہ با ہمہ شرمندگی	آمدم اندر وطنِ بندگی
خم شدہ از بارِ گہر گردنم	فرض شدہ خدمتِ شہ کردنم
گوشہ گرفتم و رقِ دل بدست	عقل سراسیمہ و اندیشہ مست
روے نہاں کردم از ابنای جنس	نے غلطم بلکہ خود از جن و انس
آبِ معانی ز دلم زاد زود	آتشِ طبعم بقلم داد دود
چوں بتوکّل شدم اندیشہ سنج	سینۂ خاکیم بروں داد گنج
ہمّت مردانہ بہ بستم بکار	ریختم از خامہ دُرِ شاہوار
باز نہ ایستاد قلم تا سہ ماہ	روز و شب از نقش سپید و سیاہ
تا ز دلِ کم ہنر و طبع سست	راست شد این چند خطِ نادرست
ساختہ گشت از روشِ خامہ	از پسِ شش ماہ چنیں نامہ
در رمضان شد بسعادت تمام	یافت قِراں نامۂ سعدین نام
انچہ بتاریخ ز ہجرت گذشت	بود سنہ شش صد و ہشتاد و ہشت
	سنہ ۶۸۸

سالِ من امروز اگر بر رسی　　راست بگویم ہمہ شش بود وسی[۳۶]
زیں نمط آراستہ بکرے چو ماہ　　باد قبولِ دلِ دانائے شاہ

خاتمۂ مثنوی خسرو نے اس مثنوی کا ایک طولانی خاتمہ لکھا ہے جو مختلف مضامین پر مشتمل ہی۔ اُس کے مطالعہ سے اس مثنوی کی نسبت اور حضرت خسرو کی عادات و اخلاق کے بارے میں بعض مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ان معلومات کا ذکر ہم ذیل میں کرتے ہیں:-

اپنی محنت اس مثنوی کی تصنیف میں خسرو نے جو محنت اٹھائی ہے اُس کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ یہ مضامین میں نے خون جگر پی کر اور پیشانی کا پسینہ بہا کر پیدا کئے یہ مجھکو ایسے عزیز ہیں کہ کبھی ان کو جگر میں رکھتا ہوں کبھی پیشانی پر جگہہ دیتا ہوں۔

کس چہ شناسد کہ چہ خون خوردہ ام　　کایں گہر از حقّہ برآوردہ ام
ساختہ ام ایں ہمہ لعل و گہر　　از خوے پیشانی و خونِ جگر
تا نہم از فکرتِ پنہانیش　　گہہ بجگر گاہ بہ پیشانیش

تعداد اشعار مثنوی اس مثنوی کے اشعار کی نسبت فرماتے ہیں کہ میں نے اوّل بار گنتی نہیں کی تھی اُن میں سے کسی قدر کم ہو گئے ہیں اب حساب کر کے امانت دار لوگوں کو ایک مثنوی سپرد کر دی ہے اُس کے مقابلہ سے کمی و بیشی کا اندازہ ہو سکے گا۔

تین ہزار نوسو چوالیس ۳۹۴۴ بیتیں ہیں۔ نساخین سے درخواست کی ہے کہ ان میں سے کوئی بیت کم نکریں کیونکہ اس شخص کو بڑی تکلیف ہوتی ہے جس کا فرزند گم ہو جاتا ہے :-

من چو نکردم عددش از نخست | گم شد و سرمایہ نماندش درست
گشت ضرورت کہ کنونش بعقد | بستم و دادم با بینان نقد
تا چو دریں بنگری اے ہوشمند! | بیش و کمش باز شناسی کہ چند
ورز جمل باز کشائی شمار | نہ صد و چار و چہل و سہ ہزار ۳۹۴۴
خواہش از خامہ زنانِ گزیں | آنکہ نگردد رقمے کم ازیں
زانکہ خراشیدۂ مردم بود | آہ کسے اگرش خلفش گم بود

اس بیان سے یہ بھی ایک نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ خاتمہ اختتام مثنوی سے ایک مدّت بعد لکھا گیا ہے۔

وصف نگاری وصف اشیا کی نسبت کہتے ہیں کہ "کبھی کبھی میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ صفات اشیا بیان کر کے اس کا نام مجمعِ اوصاف رکھوں طرز سخن میں یہ ایک نئی ایجاد ہو گی چنانچہ اس مثنوی کے ضمن میں وہ خیال پورا کیا ہے آیندہ اِس مضمون پر قلم اٹھانے کا ارادہ نہیں ہے"

بود در اندیشۂ من چند گاہ | ق | کز دلِ دانندۂ حکمت پناہ
چند صفت گویم و آبش دہم | | مجمعِ اوصاف خطابش دہم

باز تمامِ صفتِ ہرچہ ہست | شرح دہم معرفتِ ہرچہ ہست
طرزِ سخن را روشِ نو دہم | سکّۂ این ملک بخسرو دہم
آنچہ زسرجوشِ دلِ نقشبند ۔ ق | معنیٔ نو بود و خیالِ بلند
موے بمویش بہنر بیختم | پختہ و سنجیدہ در و ریختم
زیں پس اگر عمر بود چندگاہ ق | کم ہوس آید بسفید و سیاہ
رنگِ زیادت ندہم خامہ را | سادہ تریں نقش کنم نامہ را
کانچہ ہمی شد بدلم خار خار | یافت دریں گلشنِ رنگیں نگار

صلۂ مثنوی سے استغنا

اس مثنوی کے صلہ کی نسبت فرماتے ہیں کہ "بادشاہ نے صلۂ وافر کا وعدہ کرکے مجکو اس کام پر آمادہ کیا تھا۔ مگر میں نے اُسکی طمع میں یہ مثنوی نہیں لکھی ہے میرا سخن بجائے خود ایک خزانہ ہے اُس کے سامنے گنجِ زر کی کیا حقیقت ہے اگر بادشاہ کچھہ عطا کرے گا تو میں لے لوں گا۔ ندے گا تو مجھ کو کچھہ پرواہ نہیں شاعری کی بدولت مجھہ کو جو صلہ ملتا ہے اُس کو وہ چند کرکے مستحقین میں تقسیم کردیتا ہوں۔"

"اوّل مرتبہ جو بادشاہ نے کرم کیا تھا وہ بھی اس محنت کا معاوضہ نہیں ہوسکتا سب جانتے ہیں کہ اتنے موتی دو تین بدرہ زر کے مقابلے میں کون دیتا ہے ۔ اگر سلطان مجھکو فریدوں و جمشید کا سا خزانہ بھی عطا فرماے تو میرے ایک حرف کا صلہ نہوگا میرا اصلی مقصد تو بقاے نام ہے جو کوئی اس مثنوی کو دیکھے گا مجکو یاد کریگا۔

گرچہ شہ از بہرِ چنیں نامۂ داد مرا گرمیِ ہنگامۂ
نز پے آں شد قلم سحر سنج کز پئے ایں مار نشینم بہ گنج
من کہ نہادم ز سخن گنجِ پاک گنجِ زر اندر نظرم چیست؟ خاک
گر دہدم تاجورِ سربلند دُر نتواں باز بدریا فگند
ور ندہد زآنِ خودم رائگاں رنجہ نگردم چو تہی مائگاں
یک جو ازیں فن چو بداماں نہم دہ کنم آں را و بصد تن دہم
شیرم و رنج از پئے یاراں برم نے چو سگِ خانہ کہ تنہا خورم
ایں ہمہ شربت نہ بداں کردہ ام کآب ز دریائے کرم خوردہ ام
ہر ہمہ دانند کہ چندیں گہر کس نفشاند بدو سہ بدرہ زر
ور دہدم گنجِ فریدوں و جم ہدیۂ یک حرف بود۔ بلکہ کم

اس بیان سے منکشف ہوتا ہے کہ جس وقت تک یہ خاتمہ لکھا گیا سلطان نے حسب وعدہ اس مثنوی کا صلہ نہیں دیا تھا مگر خسرو نے فردوسی کی طرح مذمّت کا زہر نہیں اُگلا بلکہ صرف اپنا استغنا ظاہر کیا ہے۔

دوسری یہ بات معلوم ہوئی کہ خسرو میں صفت ایثار اعلیٰ درجے کی تھی بنکر سخن کی محنت دوسروں کے فائدہ کی غرض سے گوارا کیا کرتے تھے۔

دزدانِ معنیٰ کی شکایت

پھر کہتے ہیں کہ در وصف نگاری میں جو میں نے تازہ مضامین پیدا کیے وہ میری ہی افکار کا نتیجہ ہیں اگلے شعرا کی تقلید نہیں ہے

مگر میں تازہ مضامین زبان پر لانے سے اس لئے ڈرتا ہوں کہ لوگ سنتے ہی چوری کر لیتے ہیں اور لطف یہ کہ خود مجھ سے ہی اس کی داد چاہتے ہیں میں شرماتا ہوں اور ان کی تعریف کر دیتا ہوں مگر وہ چور ہو کر بھی ذرا نہیں شرماتے۔"

هر صفتے را که برانگیختم | شعبدهٔ تازه در روریختم
مور شدم بر شکرِ خویش و بس | در نزدم دست بحلوائے کس
دزد نیم خانه بُرِ دیگرے | خانه گشاده ز درِ دیگرے
هرچه که از دل دُرِ مکنوں کشم | زهرهٔ آں نیست که بیروں کشم
زانکه نگهه می کنم از هر کراں | ایمنیم نیست ز غارت گراں
دزدِ متاعِ من و بامن بجوش | شاں بزباں آوری و من خموش
نقدِ مرا پیشِ من آرند راست | من کنم احسنت کزآنِ شماست
شرم ندارند و بخوانند گرم | بامن و من هیچ نگویم ز شرم
طرفه که شاں دزدِ من از شرم پاک | حاجب کالا من و من شرم ناک

معارضین کا ذکر خسرو نے اپنے معارضین کا ذکر نہایت سنجیدگی و تحمّل کے ساتھ کیا ہے:۔

آنکه بنقصانِ خیالِ منند | جمله گواهانِ کمالِ منند
بر هنر آید همه را گفت و بس | بے هنراں را نکند یاد کس
در سخن افتد همه را پیچ پیچ | چوں سخنے نیست چگویند؟ هیچ

آنکہ ورا در سخن آوازہ بیش | زخم زناں بروے زاندازہ خویش
ہر گل و خارے کہ رسد زیں خزاں | لے خوش ازاں گر دم و نی زخجہ زاں
ہر چہ ستایش کنندم مرد ہوش | گرچہ بود راست نیارم بگوش
زانکہ چو زیں فن بعبر ور افتم | ترسم ازیں مرتبہ دور او فتم
چرب زبانی نبود سود مند | طفل بود کش بفریبی بہ قند
آنکہ شناسندۂ ایں گوہر ست | گرہمہ نفریں کندم در خور ست

حسّاد کا ذکر خسرو کی شہرت اور کلام کی خوبی دیکھ کر جو لوگ جلے مرتے تھے اُن کا ذکر بھی نہایت ٹھنڈے دل اور حکیمانہ انداز سے کیا ہے۔

باز کسے را کہ حسد رہ زند | زخمہ دریں رہ نہ یکے دہ زند
گر بمثل صد ہنر آرم زغیب | ہیچ نگاہے نکند جز بعیب
صد سخنِ راست نگیرد بہیچ | یک رقمِ کژ کند انگشت پیچ
گر بہ ازیں ہست گہر سفتنش | عیب بود عیب کساں گفتنش
ورکم ازیں مایہ رسیدش زغیب | طفلِ رہِ ماست ز طفلاں چہ عیب؟

مدح گوئی سے بیزاری اور محتشمانِ زمانہ کی شکایت خسرو شعرا نے دَورِ معزّی کے اُمرا پر سختی کے ساتھ لے دے کی ہے۔ مگر کسی خاص شخص پر حملہ نہیں کیا بلکہ عام شکایت ہے۔

تاریخ سے بھی ثابت ہے کہ اِس عہد میں اکابر و معارف اور شریف النفس اُمرا

وملوک عزلت گزیں ہو گئے تھے۔ سفلے دون ہمّت اور جاہ طلب بادشاہ کے مقرب اور کاروبار میں دخیل تھے یہ صاف گوئی خسرو کی دلیری اور اخلاقی جرات کی بیّن دلیل ہے۔

گرمی دل نیست چو حاصل مرا	سرد شد از آبِ سخن دل مرا
تا کے دریں شیوہ بہ ننگے شوم	بے غرض آماج خدنگے شوم
نام گدائے کنم اسکندرے	خلعت عیسیٰ فگنم بر خرے
محتشمانند دریں روزگار	مس بزراندودہ ناقص عیار
کوردل از دولت و کوتہ نظر	دولتِ شاں از دلِ شاں کورتر
گوش گرانے ہمہ ناموس جُے	سفلہ وش و دون صفت و تنگ خوے
بے کرمے نام فروشی کنند	بے گہرے مرتبہ کوشی کنند
خوردہ بدرویش نیازند پیش	بیش رسانند بدانجا کہ بیش
گر برسانند (مثل) بر گدائے	یک درمے وہ طلبند از خدائے

پھر اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں :۔

ایں سخن چند کہ ہیجو است ست	شاعری نیست ہمہ راست ست
لیک بخواہش چو مرا نیست راہ	جز بخدا یا بدرِ بادشاہ
ہر چہ بگفتم زکسے باک نیست	زہر نخوردم غم تریاک نیست
نیّت آں دارم ازیں پس براز	کز درِ شہ نیز شوم بے نیاز

پشت بنجویم نہ پناہے زکس　　چوں بخداوند کنم روے و بس

مثنویاتِ نظامی کی ثنا و صفت

امیر صاحب خواجہ نظامی گنجوی کو صنفِ مثنوی کا اُستاد کامل مانتے ہیں اُن کی مثنویات کی خوبیوں کے معترف ہیں اور اپنے لئے بہتر طریقہ نظامی کی تقلید خیال کرتے ہیں

درہوسِ مثنویت در دل ست　　حل کنم ایں برتو کہ بس مشکل ست

در روشے کز تو نیاید مرو　　گفتِ بدم مشنو و نیکو شنو

نظمِ نظامی بہ لطافت چو دُر　　وز دُرِ او سر بسر آفاق پر

پختہ ازو شد چو معانی تمام　　خام بود پختنِ سوداے خام

بگذر ازیں خانہ کہ جاے تو نیست　　ویں رہِ باریک بہ پاے تو نیست

گفتۂ او را شنو و گوش باش　　گفتِ مرا بشنو و خاموش باش

سحر ورانے کہ درو دیدہ اند　　خاموشیِ خویش پسندیدہ اند

مثنویِ او راست ثناے بگو　　بشنوش از دور و دعاے بگو

درہوست می نگذارد عناں　　می کشدت دل بخیالِ چناں

کوششِ آں کن کہ دریں راہِ تنگ　　زاں گلِ تر بوے دہندت نہ رنگ

سوزِ سخن را نہ بہ خامی طلب　　پختگیش ہم ز نظامی طلب

سوزِ تکلّف خس و خاکستر ست　　چاشنیِ سوختگاں دیگر ست

غزلِ سعدی کی ثنا و صفت

امیر صاحب صنف غزل میں سعدی کے معتقد و مدّاح اور مقلّد ہیں۔

در غزلت یادِ جوانی دهند　　وز خوشیِ طبع نشانی دهند

تن زن ازاں ہم کہ کساں گفتہ اند　　ہر چہ تو گوئی بہ ازاں گفتہ اند

نوبتِ سعدی کہ مبادا کہن !　　شرم نداری کہ بگوئی سخن

اس خاتمہ کی تصنیف کا زمانہ

اگر مصنّف نے کچھ تصریح نہ کی ہو تو عام دستور کی مطابق یہی خیال کیا جائے گا کہ خاتمۂ کتاب اور اصل کتاب کی تسوید کا ایک ہی زمانہ ہے۔ لیکن (تعداد اشعار مثنوی) کے عنوان میں ہم اپنا شبہ ظاہر کر چکے ہیں کہ یہ خاتمہ مثنوی سے ایک عرصہ بعد کا معلوم ہوتا ہے۔

آگے چل کر ذیل کے اشعار صاف صاف ظاہر کرتے ہیں کہ اس وقت خسرو کی عمر چالیس[۴۰] سے گذر کر پچاس تک پہونچ گئی ہے مثنوی کہی تھی چھتیس[۳۶] سال کی عمر میں۔ تو خاتمہ چودہ برس بعد کا ہوا۔

امیر صاحب خود اپنی طرف سے خطاب کرتے ہیں :-

لیک اگر پندِ من آری بگوش | مصلحت آن ست کہ مانی خموش
چل شد و در پنجہت آمد نشست | پیش بیں بیش کہ اُفتی بہ شست
نوبتِ تو بہ ہست گرانی مکن | روئے بہ پیری ست جوانی مکن

لیکن اِس خاتمہ کا آخر صفحہ (جہاں اِس مثنوی کی نسبت چند دعائیں مانگی ہیں اور سلطان کیقباد کے حضور میں اُس کی مقبولیت اور شہرت کی توقع ظاہر کی ہے) خاتمہ کی نسبت پھر اُلجھن پیدا کرتا ہے :-

بار خدایا! منِ غافل بہ راز | این ورقِ سادہ کہ بستم طراز
گرچہ کہ امروز جمالِ من ست | عاقبت الامر وبالِ من ست
عفو کن آن را کہ رضائے تو نیست | توبہ دہ از ہرچہ برائے تو نیست
چون ز تو شد این ہمہ ناچیز چیز | ہم تو کنی در دلِ خلقے عزیز
عیب شناسان بہ کمینِ من اند | بے ہنران جملہ بہ کینِ من اند
تو بکرم عیبِ من عیب کوش | در نظرِ عیب شناسان بپوش
بو کہ برآرد بہ چنین نامہ نام | بر درِ شہ خدمتِ من والسلام

یہ اخیر شعر اِس بات کی شہادت دیتا ہے کہ ابھی سلطان کیقباد زندہ ہے۔ تو یہ اُسی زمانے کی تحریر ہے جب کہ مثنوی لکھی گئی ہے۔

اِن اختلافات سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ خاتمہ کا آخر حصہ مثنوی کے

ساتھ ساتھ لکھا گیا اور پہلا حصہ بعد میں اضافہ کیا ہوگا جب کہ خسرو علیہ الرحمۃ کی عمر ۵۰ سال کی ہوگئی تھی۔

کیقباد کا انجام: کیقباد جب اودھ سے روانہ ہوا تھا تو باپ کی نصیحتیں چند روز یاد رکھیں راگ رنگ کی تعطیل کردی۔ تسبیح و مصلا سنبھالا۔ مگر ارباب نشاط کی فوجِ قاہرہ لشکر کے ہمراہ چلی آتی تھی جس نے ہفتہ عشرہ ہی میں سلطان کو مغلوب کرلیا۔ اور اثنائے سفر ہی میں توبہ ٹوٹ گئی ؎

آفتِ زہد و توبہ شد ترکِ شراب خوارِ من ۔۔۔ یار گر اوست کے بود توبہ و زہد یارِ من

دلّی میں سامانِ شوق کی کیا کمی تھی۔ جو مشاغل پہلے تھے وہی اب تھے اس رندی و بادہ خواری نے عین جوانی میں اس کو پیر ناتواں بنا دیا۔ عوارضِ جسمانی لاحق ہوئے۔ آخر کار لقوہ اور فالج نے حس و حرکت سے معذور کردیا۔ کچھ عرصہ تک علاج ہوتا رہا۔

اوائل سنہ ۶۸۹ھ میں دم واپسیں آپہنچا اور اس کی عبرت انگیز شمع زندگی گل ہوگئی اور سلطنت بھی ہمیشہ کے لئے ترکوں کے خاندان سے خلجیوں میں منتقل ہوگئی۔

یہ مثنوی کیقباد نے بڑے شوق سے تصنیف کرائی تھی۔ معلوم نہیں اس کی سیر نصیب ہوئی یا نہیں۔ غالباً مرض الموت کی تکلیفات نے اس کو

---

[1] تاریخ برنی و بدایونی۔

مثنوی کا صلۂ موعود دینے سے باز رکھا۔ اگر دیا ہوتا تو خسرو علیہ الرحمۃ اُس کا ذکر
شکریہ کے ساتھ دیباچہ غرۃ الکمال میں ضرور کرتے جہاں سلطان کیقباد کی وفات
کا تذکرہ کیا ہے۔

کلام پر ایک نظر

اب تک ہم نے اس مثنوی کے اصل قصّے اور اُس کے متعلقات پر نظر کی ہے۔ ابھی اس
مثنوی کی نظم و ترتیب اور محاسن کلام کا مطالعہ کرنا باقی ہے یہ کام اب شروع کرتی ہیں وباللہ التوفیق

خصائص مثنوی

اس مثنوی کی ترتیب میں چند خصوصیات ایسی ہیں جن سے
شعرائے عجم کی مثنویات خالی ہیں لیکن یہ خصوصیات لوازم
مثنوی میں شمار نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ یہ خسروؒ کی جدت آفرینی ہے کہ اس مثنوی کو
دلآویز بنانے کی غرض سے اختیار کی ہے۔

(۱) نظم عنوان (۲) تضمین غزل (۳) وصف اشیا

نظم عنوان

مثنوی میں اکثر قصص، تاریخ، اخلاق، تصوف یا کوئی خاص بیان کیا جاتا
ہے اور جب مضمون طویل ہوتا ہے تو اُس کی تقسیم فصول و ابواب یا داستانوں میں
کیجاتی ہے اور ہر فصل یا داستان کا عنوان نثر میں ہوتا ہے۔ یہ قدیم دستور ہے۔ مگر خسرو نے اس
مثنوی میں ہر داستان کا عنوان بھی نظم کیا ہے۔ اگر کل اشعار عنوان جمع کیجئے تو
ایک قصیدہ ۷۰ شعر کا مرتب ہو جائے گا جس کی بحر مثنوی کی بحر سے مختلف
ہے اور بحر ایسی اختیار کی ہے جس میں مضمون عنوان کی گنجائش بخوبی ہو سکتی ہے چند

اشعارِ عنوان بطورِ نمونہ نقل کئے جاتے ہیں ؎

شکر گویم که بتوفیقِ خداوندِ جہاں — بر سرِ نامہ زجید نوشتم عنواں
نامِ ایں نامہ والا ست قرانُ السعدین — کز بلندیش بسعدین سپہرست قراں
در تضرع بدرِ حق که گنہگاراں را — داد بارانِ گنہ شوے زعینِ غفراں
نعتِ سلطانِ رسل آنکه مسیحا بدرش — پردہ داری ست نشستہ زپیش شادرواں
وصفِ معراجِ پیمبر که بشب روشن شد — سیر اسراش[1] ز زلفِ سیہ مشک فشاں
۵۔ مدحتِ شاہ که نامش بفلک رفت چنانکه — نقشِ آں داغ شدہ تنگِ فلک را بر راں
در خطابِ شہِ عالم که بسلکِ خدمش — آیم و این گہر چند فشانم ز زباں
۶۔ صفتِ حضرتِ دہلی که سوادِ اعظم — ہست منشور رخے از حرسہا اللہ نشاں
صفتِ مسجدِ جامع که جہاں ست درو — شجرۂ طیبہ ہر سوے چو طوبیٰ بجناں
صفتِ شکلِ منارہ که ز رفعت سنگش — از پے خنجرِ خورشید شدہ سنگ فشاں
۱۰۔ صفتِ حوض که در قالبِ سنگیں گوئی — ریختہ دستِ فلک زآبِ خضر صورتِ جاں

اس دسویں عنوان کے تحت میں اوّل توصفتِ شہر کی طرف بازگشت ہے جس کا بیان عنوان ہفتم میں بھی ہو چکا ہے۔ علاوہ بریں کئی اور مضمون بلا عنوان ہیں مثلاً صفت مردم شہر۔ کیقباد کی تخت نشینی۔ ناصر الدین کی لشکر کشی وغیرہ۔ اور یہ بات اور جگہ بھی پائی جاتی ہے کہ صفت نگاری کے بعد اصل قصے کو بلا عنوان

---

[1] اشارہ ہے اس آیۂ کریمہ کی طرف سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام ا لخ
لفظ اسریٰ جو اس آیت میں آیا ہے فعل ماضی ہے جس کا مصدر اسرا ہے جس کے معنی ہیں بشب راہ رفتن۔ "راتوں رات چلنا"

شروع کر دیتے ہیں۔

تضمین غزل خواجہ نظامی سکندر نامے کی داستانوں کے آخر میں دو چار شعر خیالی ساقی کی مخاطبت میں لکھتے اور اُس سے بادہ و پیمانے کی خواہش کرتے ہیں۔ خسرو نے سلطان کیقباد کے اصلی ساقی و مغنّی سے کام لیا ہے اور اُسی کے ساتھ ایک حالیہ غزل بھی تضمین کی ہے۔

مثنوی میں غزل کا اضافہ :-

دو تین غزلوں کے اشعار تو اصل قصے کے ضمن میں ہم لکھ چکے ہیں چند دیگر غزلوں کے چیدہ اشعار مع ساقی نامہ و مغنی نامہ یہاں نقل کرتے ہیں :-

۱- فصل دے یعنی موسم سرما کی صفت کے بعد ایک غزل اپنے حسب حال کہی ہے جس کے مقطع میں حسنِ طلب بھی ہے :-

چاکر او گشتہ سکندر بہ رزم | ساقیِ او خضر بہنگام بزم
بندہ زیادش بہمہ حال شاد | ویں غزل از حالِ منش دا دیاد

غزل

شد ہوا گرم کنوں آتش و خرگاہ کجاست | بادۂ روشن و رخسارۂ دلخواہ کجاست؟
آتش اینک دل و می گریۂ خونیں تن من | خرگہ گرم و لے ماہ بخرگاہ کجاست؟

کتنا مضمون اس شعر میں کھپا یا ہے! یعنی میرا دلِ سوختہ آگ بن گیا ہے اور خون کے آنسو میرے لئے بجائے شراب ہیں اور میرا جسم گرم خیمہ کی مانند ہے مگر افسوس ہے

کہ اس خیمہ کے اندر معشوق ماہرو نہیں ہے۔

دی ہمی رفت و زبس دیدہ کہ غلطید بجاک — گفت یارب کہ کجا پاے نہم؟ راہ کجاست

(وہ کل جاتا تھا اور بہت سی آنکھیں فرش رہ بنگئی تھیں۔ بولا "خدایا! کہاں پاؤں رکھوں؟ ان آنکھوں کے ہجوم میں تو رستہ ہی نہیں ملتا!")

مصرعۂ آخر میں جو تعجب ظاہر کیا ہے وہ نہایت پرلطف ہے ؎

ماہِ من! کور شد ایں دیدہ ز بیداریِ شب — آخر از زلف نہ پرسی کہ سحرگاہ کجاست؟

(صبح کے انتظار میں رات بھر جاگتے جاگتے ہماری تو آنکھیں پھوٹ گئیں۔ آخر تو اپنی زلف سے کیوں نہیں پوچھتا کہ وقتِ سحر کہاں ہے؟ (یعنی) تیری زلفِ سیاہ نے یہ اندھیر ڈال رکھا ہے وہ سرکے اور تیرا رُخِ تاباں کھلے تو صبح نمودار ہو)

عزمِ حج دارد خسرو زپئے توبۂ عشق — توشہ اینک غمِ دل بارگہِ شاہ کجاست؟

(خسرو کا ارادہ یہ ہے کہ حج کو جائے اور وہاں جاکر عشق سے توبہ کرے۔ لیکن زادِ راہ تو یہی غمِ دل ہے (اس سے کیا گزارہ ہوگا) کوئی یہ تو بتائے کہ بارگاہِ سلطانی کہاں ہے؟ (وہیں سے کچھ مانگ لونگا))

۲- جب کیقباد کے لشکر کی تیاری ہو رہی تھی:-

جملۂ عالم بوفا جوئیش — خاطرِ خسرو بہ ثنا گوئیش

ایں غزل از مطربِ موزوں اصول — یافتہ در گوشِ ہمایوں قبول

غزل

سوارِ چابکِ من باز عزمِ لشکری دارد — دلِ من بُرد یار۔ امسال با جان داوری دارد

من اندر خاکِ میدانش لگدکوبِ ستم گشتم — ہنوز آں شہسوارِ من سرِ جولاں گری دارد
مسلماناں! نگہدارید بیچارہ دلِ خود را — کہ تیر اندازِ من مست ست و کیشِ[1] کافری دارد
توئی دیوانہ وش جاناں کہ داری سایۂ گیسو — دلم دیوانہ تر از تو کہ آسیب پری دارد
مرا چوں صید خود کردی شفاعت میکنند جانم — نمی گوید "مکش" لیکن سخن در لاغری دارد
بہ بدنامی برآمد نامِ خسرو گرنہ پے دیدہ — نہ یک تردامنی دارد کہ صد دامن تری دارد

تردامنی کے معنی ہیں گناہ۔ اسی لفظ کو الٹ کر مقدارِ گناہ ظاہر کی ہے اور یہ کمال سخنوری ہے۔

۳۷۔ موسم خزاں کی صفت کے بعد ؎

چنگ نوازں بہ ہوا سر کشید — چنگ نوازندہ نوا بر کشید
گفت بر آہنگ نمطہائے[2] تنگ — ایں غزلِ نغز بر آوازِ چنگ

غزل

برگ ریز آمد و برگِ گل گلزار برفت — سرخ روئی زرخِ لالہ و گلنار برفت
(پت جھڑ کا موسم آگیا۔ گل و گلزار کا سامان رخصت ہوا۔ لالہ اور انار کے پھولوں کی سرخی جاتی رہی)

خونِ دل گرچہ کہ بسیار برفت اندک ماند — صبر ہر چند کہ بود اندک و بسیار برفت
(اگرچہ دل کا خون بہت نکل چکا۔ پھر بھی تھوڑا باقی ہے۔ لیکن صبر تھوڑا بہت جو کچھ تھا وہ سب جاتا رہا یعنی بالکل نہیں رہا)

---

[1] کیش، مذہب و تیردان۔ اس دوسرے معنی سے ایہام کیا ہے ۱۲ [2] نمطہائے تنگ راگ کے باریک پردے ۱۲

هرچه از عقل فزوں شد همه عمرم جو جو — اندریں غارتِ غم۔ جمله بیک بار برفت
(عقل کا سرمایہ جو کچھ میں نے عمر بھر میں تھوڑا تھوڑا کر کے جوڑا تھا اس غم کی لوٹ میں دفعۃً سب غارت ہو گیا)

۴۔ صفتِ بہار کے تحت ہیں۔

شاہ دریں فصل بعشرت گری — با گل و بلبل بطرب گستری
مطربِ بلبل نفس از نغمه مست — ویں غزلش برده بسے دل ز دست

غزل

آمد بہار و شد چمن و لاله زار خوش — وقتے[1] ست خوش بہار که وقتِ بہار خوش
در باغ با ترانۂ بلبل دریں ہوا — مستی خوش ست و باده خوش ست و خمار خوش
مائیم و مطربے و شرابے و محرمے — جائے بزیرِ سایۂ شاخِ چنار خوش
اے باد! کاہلی مکن و سوئے دوست رو — مارا بکن بآمدنِ آں نگار خوش

ذیل کے قطعہ بند اشعار میں بادِ صبا سے درخواست ہے کہ "تو میرے دوست کے پاس جا اور اس کو بُلا کر لا"

چیزے دگر مگوے و ہمیں گو که در چمن — سبزه خوش ست و آب خوش و جویبار خوش
گر خوش کند ترا بحدیثے که باز گرد — پیشش کن و بیار۔ مشو زینہار خوش
(اگر میرا محبوب تجکو بات بنا کر خوش کر دے اور کہے کہ واپس جا تو ہرگز خوش نہونا۔ بلکہ اس کو

[1] یہ جملۂ دعائیہ ہے یعنی اس کو خوش حالی نصیب ہو فعل (باد) یہاں سے محذوف ہے مثلاً "اے وقت تو خوش که وقتِ ما خوش کردی"

اپنے آگے آگے لانا)

در بنیش کہ مست بود خفتنش مدہ | ہم ہمچنانش مست بنزدِ من آر خوش
من مستِ خوش حریفی اویم کہ آں حریف | سرخوش[1] خوش ست و مست خوش و ہوشیار خوش
سروِ پیادہ[2] خوش بود اندر چمن ولیک | آں سروِ من پیادہ خوش ست و سوار خوش
از وے خوش ست بر شکنی[3] ہا براہِ ناز | وز خستہ و شکستہ فغاں ہائے زار خوش

۵- جب وزاسیران مغل کا قتل ہوا ہے اور بادشاہ نے جشن منایا ہے یہ غزل اُس قصے کے ذیل میں تضمین کی ہے اور اشعار کا مضمون مقتولین کی زبان سے ادا کیا ہے۔

نورِ نشاط از افقِ جام تافت | شہ زمے و مے زلبش کام یافت
باد ہمہ وقت بشادی و ناز | بادہ کش و خصم کُش و بزم ساز
گفت ہمی زہرہ بربط زنش | ایں غزلِ تر ز زبانِ منش

غزل

تیغ بر گیر تا زسر برہم | تیر بکشائے کز نظر برہم
آشکارا بکش کہ تا بارے | ہم ز ہمرہم ز دردِ سر برہم
وہ کہ شب درمیاں کنم ہردم | از تو روزے کہ اے پسر برہم

(اے لڑکے! جب وزیر تیرے ہاتھ سے بچ جاتا ہوں تو یہ کہتا ہوں کہ اب تو شب درمیان ہے

---

[1] سرخوش، جس کو تھوڑا نشہ ہو۔ مست جس کو ذرا زیادہ نشہ ہو۔ سیہ مست جس کو بہت زیادہ نشہ ہو ۱۲
[2] سرو پیادہ چھوٹے قد کا سرو ۱۲ [3] برشکنی۔ مونھ پھیرنا۔ روٹھ جانا ۱۲

(یعنی اس وقت تو رہائی ملی) کل کی بات کل دیکھی جائیگی)

غمِ خسرو بگویمت کہ اگر — از رقیبانِ بے ہنر برہم

۶۔ جب خان جہاں مغلوں کو ہزیمت دے کر لاہور کی طرف سے واپس آیا ہی اور کیقباد کو فتح کا مژدہ سُنایا ہی اُس موقع پر یہ غزل تضمین کی ہی۔

زاوّلِ روزش بطرب تا بشام — دور نشدے زکف ولب زجام

گاہ بہر جرعہ گہر می فشاند — گاہ بہر زمزمہ زر می فشاند

(کبھی شراب کے ایک گھونٹ پر کبھی راگ کے ایک ترانے پر لوگوں کو زر و جواہر انعام دیتا تھا)

عمرِ ابد باد بعیش اندرش — وین غزل اندر لبِ خنیا گرش

غزل

دوش ناگہ بمنِ دل شدہ آں مہ برسید — دل بمقصودِ خود المنۃ للہ برسید

آمد آں روشنیِ چشم و باستقبالش — مردمِ دیدہ دواں تا بسرِ رہ برسید

آمد آں سادہ زنخ۔ برمنِ بیہوش زِ آب — بر سرِ تشنہ نگہ کن کہ چساں چہ برسید

گریہ بر سوزِ منش آمد و بر سوختگاں — ایں چہ بارانِ کرم بود کہ ناگہ برسید

خسروا گر بہ سد ابلہ بہشت ایں۔ چہ عجب — عجب آں ہیں کہ بہشتے بتو ابلہ برسید

مقطع کے مصرعہ اولیٰ کا مضمون اس حدیث سے ماخوذ ہی اھل الجنۃ بلہ یعنی اکثر اہلِ بہشت بھولے بھالے آدمی ہونگے۔

مصرع ثانی بادشاہ کی حالت کے مناسب ہی کہ نہ کہیں دشمن پر چڑہائی

کی نہ جنگ میں شریک ہوا۔ خدا نے گھر بیٹھے اُس بے وقوف بادشاہ کو فتح کی مسرت نصیب کی۔

۷۔ کیکاؤس اور کیقباد کی ملاقات کے بیان میں یہ غزل تضمین کی گئی ہے

ہر چہ بہ مجلس غزلِ تر زدند | جملہ بنامِ شہِ کشور زدند
بر درِ او مطربِ فرخندہ فال | دور مبادا از غزل و از غزال[1]
با خوشیٔ دل چو شود بادہ کش | زیں غزلم گوش کرامیش خوش

غزل

بباغ سایہ بدست و آب در سایہ | ازیں سپس من و جاناں و خواب در سایہ
بسایہ خفتہ بُدم دوش کہ یار آمد و گفت | چہ خفتہ کہ رسید آفتاب در سایہ
چو پای بند تو شد جان در آفتاب مگرد | مسوز جانم و باز آ شتاب در سایہ
بگفتِ خسرو بکشای زلف تا شنید | حریف و مطرب و چنگ و رباب در سایہ

۸۔ جس دربار میں ناصر الدین اور کیقباد کی ملاقات ہوئی ہے اُس بیان کے آخر میں:-

چنگی او عقل فزاے جہاں | عاقلۂ عیش و نشاطِ شہاں
ایں غزل از تارِ ترنم سرائے | در سرِ او یافتہ چوں عقل جائے

---

[1] غزال - جوان رعنا ۱۲

غزل

خرم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد — آرزو مندِ نگارے بہ نگارے برسد

لذتِ وصل نداند مگر آں سوختۂ — کہ پس از دوریِ بسیار بیارے برسد

قیمتِ گل نشناسد مگر آں مرغِ اسیر — کہ خزاں دیدہ بود پس بہ بہارے برسد

خسروا! یارِ تو گرمی نہ رسد خود میگو — بہرِ تسکینِ دلِ خویش کہ "آرے برسد"

۹- ناصرالدین اور کیقباد کی دوسری ملاقات کے ذکر میں :-

بادلِ آئینہ اسکندرش — ق — بادۂ خوں رنگ صفا پرورش

دادمرا ایں غزلِ پرخیال — بردلِ چوں آئینۂ او جمال

غزل

زسرِ کرشمہ یکبارہ گزرے بسوے من کن — بعنایتے کہ داری نظرے بروے من کن

من از آرزوت مردم دلت ارچہ نیست با من — بتکلف ار توانی شبے آرزوے من کن

منم و دلے و دردے زغمت چو ناتوانا — بزکوٰۃِ تندرستی گزرے بسوے من کن

۱۰- کیقباد نے ایک روز مجلسِ نشاط دھوم دھام سے آراستہ کی ہے :-

شاہِ گراں سر زمئے خوش اثر — باد! مبادش گرانی بسر

دست بیک زخمۂ مطرب برود — عود گراں سر بنواے سرود

مجلسِ ازیں غزلم گشت مست — مست و گراں سر شدہ ہرکس کہ ہست

غزل

آفتِ زہد و توبہ شد ترکِ شرابِ خوارِ من | یار گر او ست کے بود توبہ و زہد یارِ من؟
چوں تو سوار بگذری دیدہ گہرفشاں کنم | خواہ قبول و خواہ رد نیست بجز این شارِ من؟

۱۱- خاتمہ مثنوی کے آخر میں :-

در نظرِ شاہ مباد! کہن | ایں غزلم ختم بریں شد سخن

غزل

نامہ تمام گشت بجاناں کہ می بَرد؟ | پیغام کالبد بسوے جاں کہ می بَرد؟
ایں خطِ پر ز مہر بدلبر کہ می دہد؟ | ویں درد سر بمہر بدرماں کہ می بَرد؟
ما نیم و شرطِ بندگیش با ہزار شوق | ایں بندگی بحضرتِ ایشاں کہ می برد؟
گفتم بباد، گفت کہ "دیوانہ گشتۂ" | اندوہِ مور پیشِ سلیماں کہ می برد؟
گفتی "نگاہدار بفرمانِ خویش دل" | "دارم۔ وے بگوے کہ فرماں کہ می برد؟
درد اکہ دل ز خسرو بیچارہ می رود | وآگاہ نے ز بردن دل آں کہ می برد

مثنوی میں قصیدہ اور غزل کا پیوند

غالباً مثنوی میں قصیدہ اور غزل کا پیوند لگانا حضرت خسرو نے بھاشا کی شاعری سے اخذ کیا ہے۔ حضرت کو بھاشا کی شاعری میں بھی ایسی ہی دستگاہ تھی جیسی کہ فارسی شاعری میں۔

بھاشا کا شاعر آغاز داستان میں ایک دوہا یا چوپائی یا چھند لاتا ہے اور ختم داستان پر کبھی کبھی سورٹھا موزوں کرتا ہے اور اس رنگا رنگی سے اُس کا مقصد

تفننِ طبع ہو کہ ایک ہی مضمون پڑھتے پڑھتے جی اُکتا نہ جائے۔

حضرت امیر خسرو نے آغازِ داستان کے لئے قصیدہ کا شعر اور خاتمے پر غزل کا التزام کیا ہو۔ ہمارے نزدیک یہ جدت طرازی نہایت پر لطف و بامزہ ہو مگر اس کی تقلید یک فنے شاعر کا کام نہیں۔ جو شاعر مثنوی، قصیدہ اور غزل ان ہر سہ اصناف میں ید طولیٰ رکھتا ہو وہی خسرو کی تقلید کر سکتا ہو علاوہ بریں حضرت خسرو کو اس مثنوی کا ممدوح بھی خوش قسمتی سے ایسا ہاتھ لگا ہو کہ ساقی و مغنّی و شاہد و بادہ و ساغر کا ذکر محتاجِ تکلف نہیں۔ بلکہ اُس کی بزم عیش کا ایک معمولی ہنگامہ ہو۔ انوری کی طرح خسرو کو یہ شکایت ہرگز نہ تھی کہ

نیست معشوقے سزاوارِ غزل

وصف اشیا اس مثنوی کی تیسری خصوصیت یہ ہو کہ اصل قصہ کے ضمن میں اشیا کی وصف نگاری موقع بموقع اتنی کی گئی ہو کہ اُن اوصاف کا حجم اصل قصہ سے بھی زیادہ ہو گیا ہو۔ اس کا اندازہ ذیل کی فہرست سے بخوبی ہو سکتا ہو۔

فہرست

۱۔ صفت حضرت دہلی	۴۔ صفتِ حوض
۲۔ " جامع	۵۔ " مردم دہلی
۳۔ " منارہ	۶۔ " آتش

۷۔ صفت شہر نو و قصر نو
۸۔ " فصل خزاں
۹۔ " فصل بہاران
۱۰۔ " موسم نوروز
۱۱ " چتر سیہ
۱۲ " " لعل
۱۳ " " سپید
۱۴ " " سبز
۱۵ " " گل
۱۶ " دورباش
۱۷ " تیغ
۱۸ " کمان
۱۹ " تیر
۲۰ " رایت لعل
۲۱ " موسم گرما
۲۲ " خربزہ
۲۳ " کشتی

۲۴ صفت اسپاں
۲۵ " شب
۲۶ " شمع
۲۷ " چراغ
۲۸ " سیر بروج
۲۹ " اختر و طالع
۳۰ " بادہ
۳۱ " قرابہ
۳۲ " صراحی
۳۳ " پیالہ
۳۴ " ساقی
۳۵ " چنگ
۳۶ " رباب
۳۷ " نامے
۳۸ " دف
۳۹ " پردہ
پردہ شناسان

۴۰ صفت مائدہ خاص
۴۱ " بیرۂ تنبول
۴۲ " نغمہ گری
زنانِ مطربہ
۴۳ " تاجِ مکلّل
۴۴ " تخت
۴۵ " پیل
۴۶ صفت صبح
کلاہ سیاہ
چتر سپید
۴۷ " چشمۂ خورشید
۴۸ " موسم باراں
۴۹ " قلم
۵۰ " محبرہ (یعنی دوات)
۵۱ " کاغذ

امیر صاحب کو یہ خیال تو پہلے سے مرکوزِ خاطر تھا کہ اشیا کی وصف نگاری کریں اور اس کا نام بھی مجمع اوصاف تجویز کرلیا تھا۔ اب کیقباد کی فرمائش ہوئی تو یہ قصہ نہایت مختصر۔ اس میں اتنا پھیلاؤ ممکن نہ تھا کہ ایک معقول مثنوی مرتب ہو سکے۔ کوئی عام دلچسپی کا سامان بھی اس قصہ میں نہ تھا۔ لہٰذا خسرو نے اس مثنوی کو وصف نگاری کے ذریعہ سے نگارستان بنا دیا کہ شاہ و گدا سب کے لئے موجبِ انبساطِ خاطر ہو۔

دلّی اور دلّی کی عمارات کا، ہندوستان کے موسموں، پھولوں، پھلوں جانوروں اور اُس زمانے کی شاہی محفلوں کے تکلفات کا ذکر ہمیشہ کے لئے

ایک دلآویز مضمون ہی اس کارنامے پر حضرت خسرو نے جو فخر کیا ہی بجا ہی:-

آنچہ ز سر جوشش دل نقشبند | معنیِ نو بود و خیالِ بلند
موے بمویش بہ ہنر بیختم | پختہ و سنجیدہ در و ریختم
وصف نہ زانگو نہ شنُد از دل بروں | کاں دگرے را بدل آید کہ چوں

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:-

ہر صفتے را کہ برانگیختم | شعبدۂ تازہ در و ریختم
مور شدم بر شکرِ خویش و بس | ورنہ زدم دست بدامانِ کس
نیست ز کس لولوے لالاے من | ژرف ببیں در تہِ دریاے من
نکتۂ من گوہرِ کانِ من ست | زانِ کسے نیست از آنِ من ست

وصف نگاری کا نقص

البتہ وصف نگاری کی وجہ سے یہ نقص پیدا ہوا کہ اصل قصہ کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہی۔ امیر صاحب نے اس نقص کو محسوس کیا اور خاتمہ میں اس کی معذرت اس طرح فرمائی ہے کہ اصل قصہ میں کچھ جان نہ تھی اس لئے وصف نگاری کی گئی مگر اس کی وجہ سے قصہ کی غرض فوت ہوگئی۔ یہ تکلف اس لئے کیا گیا کہ مثنوی میں ایک ندرت اور خوبی پیدا ہو۔ سو یہ عیب ایسا نہیں جس کو میں نے چھپایا ہو۔ بلکہ جو سب کہیں گے وہی میں خود کہتا ہوں:-

چوں سخن از لطف لسانے نداشت | کالبدش صورتِ جانے نداشت

وصف براں گونہ فرو راندہ ام — کز غرض قصہ فرو ماندہ ام

خالِ تکلف زدمش بر جمال — نغز نماید مگر اندر خیال

عیب جہاں نیست کہ بنہفتہ ام — کانچہ بگویند ہمہ گفتہ ام

ہست امیدم کہ سخن پروراں — چوں نگرند از رہِ بینش دراں

عیب یکے نیست کہ جویند باز — چوں ہمہ عیب ست چگویند باز؟

اب وصف اشیا میں سے ہم "مشتے نمونہ از خروارے" پیش کرتے ہیں:-

صفتِ حضرتِ دہلی

حضرتِ دہلی کنفِ[1] دین و داد — جنتِ عدن[2] ست کہ آباد باد!

ہست چو ذاتِ ارم[3] اندر صفات — حرسہا اللہ عن الحادثات

از سہ حصارش دو جہاں یک مقام — وز دو جہاں یک نفسش دہ سلام

حصنِ برونیش ز عالم بروں — عالم بیرونش بحصن اندروں

حصنِ درونیش تو گوئی مگر — چرخ بزیر ست و حصارش زبر

قبۂ اسلام شدہ در جہاں — بستۂ او قبۂ[4] ہفت آسماں

ساکنِ او جملہ بزرگانِ ملک — گوشہ بگوشہ ہمہ ارکانِ ملک

تختگہِ تاجورانِ بلند — گشتہ ز اقبالِ شہاں سر بلند

---

[1] کنف۔ پناہ ۱۲ [2] نام ایک بہشت کا ۱۲ [3] ایک شہر تھا قوم عاد کا۔ اس شہر کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُہَا فِی الْبِلَادِ یعنی ارم ستونوں والا ہے جس کی مانند شہروں میں کوئی پیدا نہیں کیا گیا ۱۲ [4] گنبد خیمہ ۱۲

صفت مسجد جامع

مسجدِ جامع کہ زفیضِ آلہ | زمزمۂ خطبۂ او تا بماہ
آمدہ در روے زسپہرِ کبود | فیض زبانگ خواندنِ قرآں فرود
غلغلِ تسبیح بگنبد دروں | رفتہ زنہ گنبدِ بالا بروں
ہر کہ سعادت بودش رہنماے | بر درِ او سر نہد آنگاہ پاے

صفت منارہ

شکلِ منارہ چو ستونے زسنگ | از پے سقفِ فلکِ شیشہ رنگ
دیدنِ او را کلہ افگند ماہ | بلکہ فتاد دش گہِ دیدن کلاہ
از پے بر رفتنِ ہفت آسماں | کردہ زمیں تا بفلک نردباں
مسجدِ جامع ز دروں چوں بہشت | حوض ز بیروں شدہ کوثر سرشت

صفت حوض

در کمرِ سنگ میانِ دو کوہ | آب کہر صفوۃ و دریا شکوہ
ساختہ سلطانِ سکندر صفات | در سدِ کوہ۔ آئینہ زآبِ حیات

یعنی سلطان شمس الدین التمش نے یہ حوض مستحکم پہاڑ میں ایسا بنایا تھا گویا آبِ حیات کا آئینہ ہے ۔ یہ حوض حوضِ شمسی کہلاتا تھا :-

شہر گراز وے بنود آب کش | کس نخورد در ہمہ شہر آبِ خوش
ور نخورد آبِ وے اندر زمیں | کے بزمیں در خورد آبے چنیں

اس کا پانی زمیں میں جذب نہیں ہوتا۔ ایسا پانی زمین میں جذب ہونے کے قابل کب ہے؟ اور یہ امر واقعہ ہے کہ پہاڑ کی وجہ سے اس حوض کا پانی زمین میں جذب نہیں ہوتا بلکہ بہکر جمنا میں جاگرتا ہے ۔

نیم فلک ہست بزیرِ زمیں　　چوں تہش نیست زمیں آں ببیں
حوض نہ گویم کہ حباب ز نور　　نور کز و دیدۂ بد باد دور!

اس کے بعد بغیر عنوان قائم کئے شہر کی صفت پھر شروع کر دی ہے۔ اور اسی کے ضمن میں مردم شہر کی صفت ہے۔

صفتِ مردم شہر

مردم او جملہ فرشتہ سرشت　　خوش دل و خوش خوے چو اہل بہشت
ہر چہ ز صنعت بہمہ عالم ست　　ہست درایشاں و زیادت ہم ست
بیشتر از علم و ادب بہرہ مند　　اہل سخن خود کہ شمارد کہ چند
ہر طرفے سحر بیانے نوست　　ریزہ چیں کمترِ شاں خسروست
پنج ہزار از ملکِ نامدار　　لشکرِ شاں بیشتر از صد ہزار

صفت فصل دے

زالِ جہاں چرخ زدن کرد ساز　　داد بشب رشتہ بغایت دراز
روز چناں تنگ مجال آمدہ　　کش بگہہِ چاشت زوال آمدہ
لبتنِ یخ بود بہر بوستاں　　گرچہ نہ بُد برف بہندوستاں

قطرہ کہ شد ز ابرِ چکاں بر ہوا　　مہرۂ بلّور شدہ در ہوا
ہر کہ شبے کرد گلیمے فراز　　کردہ باندازۂ آں پا دراز
و آنکہ ز اندازہ بروں بُرد پائے　　سردی ایام نمودہ سزائے
گرم شدہ از مددِ جامہ مرد　　مردم بے جامہ بجاں گشتہ سرد
وکدکِ دندانِ برہنہ تناں　　چوں شغبِ چوبکِ چوبک[1] زناں

صفت آتش

آتش از انجا کہ بدل جائے کرد　　دود بر آمد ز نفس ہائے سرد

یعنی چونکہ آگ نے دل میں جگہ کرلی ہو اس لئے ٹھنڈی سانس سے دھواں نکلتا ہو یہ حسن تعلیل ہو کہ سردی کے سبب سے جو مُنہ سے بھاپ نکلتی ہو اس کا سبب یہ قرار دیا ہو کہ دل میں آگ نے جگہ کرلی۔ اور دل میں جگہ کرنا کنایہ محبت والفت سے ہو۔

گرچہ زبردستِ عناصر نشست[2]　　گشت بسرِ ما ہمہ را زیردست
پختہ از و گشت ہمہ دیگِ مرد　　دیگ بسے پخت و بسے خود نخورد
گاہ بہر خانہ وطن ساختہ　　گاہ بسے خانہ بر انداختہ
خلق بہ پیشِ آتش و پنبہ زبس　　خود ہمیاں ماندہ چنیں دید کس؟

---

[1] چوبک ایک ڈنڈا اور ایک تختہ ہوتا تھا جس کو رات کے وقت چوکیداروں کا افسر اس غرض سے بجایا کرتا تھا کہ چوکیدار ہوشیار رہیں۔ سو نہ جائیں ۱۲

[2] یہ قدیم خیال ہو کہ کرۂ نار سب سے بالا ہو۔ اس کے نیچے باد۔ اس کے نیچے خاک۔ پھر آب ۱۲

قصرِ نو و شہرِ نو

یہ وہ قصر اور شہر ہی جو کیقباد نے کیلوکھڑی میں جمنا کے کنارے تعمیر کرایا تھا:۔

قصر نہ گویم کہ بہشتے فراخ　　روفتہ طوبےٰ درِ او را شاخ
بامِ سفیدش بفلک سودہ سر　　کرد بخورشید سفیدی اثر
آئینہ گشتہ زگچ صافِ خشت　　دیدہ در وصورتِ خود را بہشت
ہر چہ کہ در آئینہ بیند جوان　　پیر دراں خشت بہ بیند ہماں

(یعنی اینٹوں پر ایسا چونہ گچ کیا گیا تھا کہ بہشت اس میں اپنی صورت دیکھتا تھا اور جو کچھ جوان آئینہ میں دیکھتا ہی بوڑھا آدمی اُن اینٹوں میں دیکھ لیتا ہی)

یہ ایک عام مثل ہی جس کو اس قصر کی اینٹوں سے مخصوص کر دیا ہی۔ مثل یہ ہی "آنچہ پیر درخشتِ خام بیند جوان در آئینہ نہ بیند" اس مثل کا مطلب یہ ہے کہ اہل تجربہ تو جھٹ پٹ بات کی تہ کو پہنچ جاتا ہی اور نا تجربہ کار غور کرنے سے بھی نہیں سمجھتا۔

ہر چہ کہ نقاشش بیک سو کشید　　عکس بدیوارِ دگر شد پدید
طرفہ عروسے شدہ آراستہ　　آئینہ از آبِ رواں خواستہ

(یہ قصر و شہر نو تو بنی سنوری ہوئی دُلہن ہی اور جمنا کا پانی اُس کا آئینہ ہی یعنی جمنا میں اس کا عکس نمودار ہی)

صفت فصل خزاں

فصل خزاں چوں بچمن خانہ ساخت — باد رواں کرد بہ گلزار تاخت
جامۂ خود کردہ بنفشہ کبود — گشت چو صوفی بر کوع و سجود
سوختہ از آتشِ خود لالہ زار — گشتہ درونش ز خزاں پر غبار
ہر شجرِ باغ ز سر تا بُنہ — ماندہ ز بے برگی خود برہنہ
نرگسِ بے دیدہ رواں کور وش — خار عصا بادِ خزاں کور کش
ریختنی کرد درختاں ز سر — گشتہ زمیں پُر ز درمہائے زر
بر زمیں افتادہ بسے نازنیں — لرزہ کناں بر سرِ شاں یاسمیں
گرچہ ز کہہ لالہ نہاں کرد سے — لالۂ نو ساخت شہ از جامِ مے
گرچہ چمن بود پر از برگِ زرد — شاہ زمیں در تہِ دینار کرد
گرچہ کہ بربست ہوا سیم آب — شاہ کشاد از کفِ خود سیمِ ناب
از کرمِ شہ کہ عدو سوز بود — فصلِ خزاں موسمِ نو روز بود

صفتِ فصل بہاراں

فصل بہاراں کہ عَلَم بر کشید — ابر سراپردہ بر اختر کشید
سکّۂ گل چوں درمِ شہ زدند — سکہ بصد وجہِ موجّہ زدند
جامۂ گل پارہ شدہ بر تنش — غنچہ گرہ بر زدہ بر دامنش
گل ز کرم زر دہد آں را کہ جست — وز پئے خود جامہ نسازد درست

آب کہ آہن شدہ بود از سپہر — آہنِ او آب شد از تابِ مہر
ہر گلِ بالا کہ دہد بوستاں — بیشترے ہست ز ہندوستاں
ویں گلِ ہندی کہ چمن گرد راست — نے بخراساں کہ بعالم نہ خاست
کیورہ ہر برگ چو سیمِ سپید — عود از و سوختہ چوں مشک بید
ماندہ چو در جامہ شمیمش مقیم — جامہ نماند کہ بماند شمیم
یک گلِ بیل وہ دیگر دروں — گل ز گل و گل ز گل آمد بروں
مولسری خرد و بزرگ از ہنر — خرد و بزرگ از ہنرش بہرہ ور
بوے وے آں را کہ بمغز آرمید — بوے دگر گل کہ تواند کشید؟
چند نہ در شہر کہ در روم و روس — جمع شود بر سرِ شاہ و عروس
طرفہ گلِ چنپہ بعالم کہ دید؟ — کانِ زمرد کہ زر آمد پدید
کشت ز سمر شف گلِ زرد وام داد (زرد رنگ ۱۲) — گل بزمیں گونہ زر وام داد (قرض ۱۲)

ہجوِ مغل

جب کہ بادشاہ کے سامنے اسیرانِ مغل پیش کئے گئے ہیں تو اُس موقع پر حضرت خسرو نے مغلوں کی ہجو دل کھول کر کی ہے۔ اس کا سبب ظاہر ہے کہ مغلوں نے اسلامی سلطنتوں کو برباد کیا تھا اور مدت ہائے دراز تک اُن کے متواتر حملے ہندوستان پر بھی ہوتے رہے اس لئے مسلمانوں کو اُس قوم سے سخت نفرت تھی۔

کافرِ تاتار بروں از ہزار | کرد دگر گونہ بر اشتر سوار
رشے چو آتش کلہ از پشم ریش | آتش سوزاں شدہ با پشم خویش
سر تراشیدہ ز بہرِ قلم | زاں قلم انگیختہ خذلاں[2] رقم
رخنہ شدہ طشتِ مس از چشمِ تنگ | دیدہ در انداختہ در رخنہ سنگ
زشت تر از رنگ شدہ بوئے شاں | پست تر از پشت شدہ روئے شاں
چہرۂ شاں و چین[3] ہم یافتہ | جائے بجا کنجلک[4] و خم یافتہ
بینیِ پر رخنہ چو گورے خراب | یا چو تنورے کہ ز طوفانِ آب
موے ز بینی شدہ بر لب فراز | سبلتِ[5] شاں گشتہ بغایت دراز
کردہ زنخ شاں ز محاسن[6] کنار | اہل زنخ را بہ محاسن چہ کار
از بغلشاں سینہ سپید و سیاہ | کاشتہ کنجد[8] بزمینِ تباہ
بر تنِ شاں از سپشِ[7] بے شمار | پشت چو کیمخت شدہ دانہ دار
خوردہ سگ و خوک بدندانِ بد | ہر ہمہ دندانِ[9] خرد بے خرد
شد تعجب زاں ہمہ روہاے زشت | کایں و شاں زآتشِ دوزخ سرشت
دیو سپید آمدہ ہر یک بروے | خلق بہ لاحول ز ہر چار سوے

۱؎ کاٹے جانے کے لئے ۱۲ ۲؎ بے بہرگی۔ بے نصیبی ۱۲ ۳؎ کپہ ۱۲ ۴؎ سلوٹ ۱۲
۵؎ مونچھ ۱۲ ۶؎ بال ۱۲ ۷؎ جوں ۱۲ ۸؎ تل ۱۲ ۹؎ کنایہ ہے احمق سے ۱۲

صفتِ موسمِ گرما

ہر دمِ صبحے کہ دما دم گرفت　　آتشِ خورشید بعالم گرفت

شب شدہ چوں روزِ دے اندر گداز　　روز چو شبہائے زمستاں دراز

خلق کشاں در پئے سایہ رخت　　سایہ گریزاں بہ پناہِ درخت

جانبِ سایہ شدہ مردم دواں　　سایہ بدنبالۂ مردم رواں

خوں برگِ مرد زبوں آمدہ　　خوے شدہ از پوست بروں آمدہ

پائے مسافر بردِ گرم و دور　　زآبلہ پر قبّہ چو نانِ تنور

زآتشِ گرما کہ شد از سر جواں　　آہوئے صحرا شدہ آہوئے خواں

باد زنہ باد بدستِ ہمہ　　وز دمِ او باد بدستِ ہمہ

بر سرِ ہر میوہ ز تابِ تموز[1]　　مرغ شدہ پختہ خور و خام سوز

صفتِ خربزہ

خربزہ گوئی کہ بصحرا کشت　　گوئے ربود از ثمراتِ بہشت

از مزہ گرد آمدہ در وے نبات　　خام خضر پختہ چو آبِ حیات

صفتِ کشتی

ساختہ از حکمتِ کار آگہاں　　خانۂ گردندہ بگردِ جہاں

نادرۂ حکمِ خدائے حکیم　　خانہ رواں خانگیانش مقیم

۱؎ وہ موسم جس میں آفتاب بہت تیز ہوتا ہے ۱۲

ماہِ نوبے کاصلِ شے از سالِ خاست — یک مہِ نو گشت بدہ سال راست

(تو ۱۲ — نام درخت ۱۲)

ہم چو کماں پُر خم و تیر از میاں — تیر ستادہ بہت و کمانش رواں

پیشتر از مرغ پَرد درکشاد — پیشتر از باد رود روز باد

گرچہ بدریا گزرد بیش و کم — آب نباشد مگرش تا شکم

بگزرد از آب و سوارش بخواب — غرق نگردد چو سوارانِ آب

باسبکی بار تواند کشید — از سبکاں بار کشیدن کہ دید؟

صفتِ اسپاں

تیز تگانے ہمہ تازی نژاد — چوں دمۂ[1] آتش و انبانِ[2] باد

تیز تگ و گوش چو پیکاں پدید — بر سرِ یک تیر دو پیکاں کہ دید؟

از ہنر آراستہ پا تا بفرق — گاہِ روش ابر و جستن چو برق

کوہ گراں لیک گراں سنگ نے — یک تگِ شاں جز بدو فرسنگ نے

از تگِ شاں یکاں رہ صرصر زدہ — باد بدیوار بسے سر زدہ

آب رواں از پئے صحرا گشت — باد صبا از پئے گلگشتِ دشت

پیکر آں راہ نوردانِ پاک — بادِ مجسم شدہ بر روئے خاک

تیزیٔ خنگانِ[3] محیط آزموں[4] — آب بر از فلکِ نیل گوں

---

[1] لوہاروں کی تانبے کی دھونکنی ۱۲ [2] لوہاروں کی چمڑے کی دھونکنی ۱۲ [3] سپید گھوڑا ۱۲

[4] کاوہ لگانے والا ۱۲

صفت بیڑۂ تنبول

نادرہ برگے چو گلِ بوستاں ۔۔۔ خوب ترین نعمتِ ہندوستاں
طرفہ نباتے کہ چو شد در دہن ۔۔۔ خوش چو حیواں بدر آید زتن
خوردنِ آں بوئے دہن کم کند ۔۔۔ سستی دنداں ہمہ محکم کند
سیر خورد ۔ گرسنہ در دم شود ۔۔۔ گرسنہ را گرسنگی کم شود

(شکم سیر شخص پان کھاے تو بھوک لگاتا ہی اور بھوکا کھاے تو بھوک کو کم کرتا ہی)

سرخیِ رویش زسہ خدمت گرش ۔۔۔ چونہ و فوفل شدہ رنگ آورش
گرچہ کہ آبش بنوی ہست بیش ۔۔۔ کہنہ شود بیش کند آبِ خویش

(اگرچہ نئے پان کی آبداری زیادہ ہوتی ہی مگر پرانے کی آب اور بھی زیادہ ہوتی ہی)

برگ کہ باشد بدرختاں فراخ ۔۔۔ زود شود خشک چو افتد زشاخ
برگِ عجب بیں کہ گسستہ زبر ۔۔۔ از پسِ شش ماہ بود تازہ تر

صفت پیل

پیل چو کوہے کہ بود بے ستون ۔۔۔ چار ستون ۔ زیر کہِ بے ستون[1]
پیچش خرطوم بسانِ کمند ۔۔۔ اژدرے افتادہ زکوہِ بلند
در زمیں آنجا کہ سرا فراختہ ۔۔۔ مار زسر ۔ غار زپا ساختہ
کشتی عاج ست تو گوئی رواں ۔۔۔ گشتہ دو گوشش ز دو سو بادباں

---

[1] نام ہی ایک خاص پہاڑ کا ۱۲

رفتے چو در حملہ نہد گاہِ کیں　　زآدمیاں حاملہ گردد زمیں
چوں جرسش در روشِ آوازداد　　گنبدِ گردندہ صدا باز داد
بانگِ بلندش زدہ بارعدکوس　　ابرِ بلندش بقدم داد بوس

ق

ہست سہ چیز آنکہ چو آرند پیش　　بیش کُنَد دل چو بیبند بیش
بوزنہ و طفلِ سخنگوے و پیل　　دیدہ ام ایں را بتجارب دلیل

(یعنی تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کو جتنا زیادہ دیکھو اتنی ہی دلچسپی زیادہ ہوتی ہی۔ بندر باتیں کرتا ہوا بچہ اور ہاتھی۔ مجکو یہ بات تجربہ سے ٹھیک ثابت ہوئی ہی)

مقاماتِ مثنوی | شعرا کا دستور ہی کہ مثنوی کے بعض مقامات پر زورِ طبع صرف کرتے اور اپنے فن کا کمال دکھاتے ہیں مثلاً حمد، نعت، معراج، مناجات، ثناے ممدوح، رزم، بزم، سراپا، وصال، فراق، چنانچہ خود مصنف نے بعض مقامات کی نسبت فخریہ کہا ہی۔

ساختہ ام ایں ہمہ لعل و گہر　　از خوے پیشانی و خونِ جگر
ہر خطِ توحید بریں لوحِ راز　　ہمچو بلالے ست ببانگِ نماز
ہر رقمِ نعت رموزش عجیب　　چوں شبِ معراج پر انوارِ غیب
ہر غزلے دستۂ عشاق کش　　پیش کہ بکشد ز دروں پردہ پیش
اوجِ معانی نہ بمقدارِ طبع　　بلکہ گزشتہ ز سماواتِ سبع

اس مثنوی میں حمد، نعت، معراج کے مضامین نہ محض شاعرانہ بلکہ عارفانہ و محققانہ ہیں جس کی توقع ایسے ہی شاعر سے ہو سکتی ہے جو اصحابِ حقیقت و اربابِ معرفت سے ہو۔

اب ہم بعض مقامات کے اشعار جستہ جستہ پیش کرتے ہیں۔

حمد

واجبِ اوّل بوجودِ قِدَم　　　نے بوجود یکہ بود از عدم

(خدائے تعالیٰ کی ذات واجب اوّل ہے جس کی ہستی قدیمی ہے نہ ایسی ہستی کہ عدم کے بعد پیدا ہوئی ہو جیسی مخلوقات کی)

نور فزائے بصرِ دور بیں　　　دیدہ کشائے دلِ عبرت گزیں

(جو نگاہ دور بین ہے اس کو خدا نے ہی روشنی دی ہے اور جو دل کہ آثارِ قدرت کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرتا ہے اُس کی آنکھ خدا نے ہی کھول دی ہے)

رخشِ علل در رہش افگندہ سم　　　علت و معلول در و ہر دو گم

(معرفت الٰہی کی راہ میں علتوں کا گھوڑا لنگڑا ہے کیونکہ اس راہ میں علت و معلول دونوں گم ہیں یعنی حکما جو علت و معلول کے طریقے سے استدلال کرتے اور ذات حق کو علت العلل قرار دیتے ہیں اُن کا یہ طریقۂ عرفان ذات حق کے لئے محض ناکافی اور ہیچ و پوچ ہے)

کس نبرد راہ بہ تحقیقِ او　　　ور ببرد الّا کہ بتوفیقِ او

(حقیقتِ ذاتِ الٰہی کی طرف کوئی راہ نہیں پاتا اور اگر کوئی پاتا ہے تو محض اُسی کی مدد سے)

ہستی ما نزدِ خرد اندکے ست　　　واں ہمہ با نیستی ما یکے ست

(ہماری ہستی عقل کے نزدیک بہت ہی تھوڑی ہے اور وہ بھی ہماری نیستی کے برابر ہے)

یعنی ہماری ہستی عارضی ہے حقیقی نہیں اور وہ بھی چند روزہ۔ اس لئے نیستی کی برابر ہے۔

من کہ ہمہ ہستیِ من نیستی ست　　　ہستیِ بے نیست ندانم کہ چیست؟

(میری ہستی سراسر نیستی ہے۔ ایسی ہستی کہ عدم سے پاک ہو میں نہیں جانتا کہ کیسی ہوتی ہے؟)

یعنی ہر مخلوق ایک عدمی تعین ہے، جو صفات و اسمائے الٰہیہ کا مظہر ہے۔ اس لئے بظاہر موجود نظر آتا ہے۔ لیکن وجود حقیقی جو لوثِ عدم سے مُنزّہ ہے وہ ایک عارضی موجود کے ادراک و فہم میں نہیں سما سکتا۔

نیست شناسندۂ ہستی مگر　　　آنکہ ورا نیست ز ہستی گزر

(ہستی مطلق کو کوئی نہیں پہچان سکتا۔ اگر پہچان سکتا ہے تو صرف وہی جس کی ہستی اصلی و حقیقی ہو)

مطلب یہ ہے کہ حق تعالےٰ اپنا شناسا آپ ہے۔

ثابتِ مطلق بصفاتِ احد　　　زندۂ باقی بہ بقاے ابد

(ذاتِ خدا ثابت ہے بغیر کسی قید کے احدیت کی صفت کے ساتھ۔ یعنی باوجود کثرت یگانہ ہے اس کی حیات و بقا ابدی ہے)

بود در اوّل کس ازو پیش نے　　　ماند در آخر کس ازو بیش نے

(وہی اوّل تھا۔ اُس سے پہلے کوئی نہ تھا۔ وہی آخر میں رہا۔ اس کے سوا کوئی نہیں)

کرد خرد وحدتِ اورا سجود ثانیِ او ممتنع اندر وجود

(عقل نے اس کی یگانگی کو سجدے کئے کیونکہ اُس جیسے دوسرے کی ہستی ناممکن ہے)

حکمائے صوفیہ نے حضرات وجود تین قرار دیے ہیں :-

(۱) واجب الوجود

(۲) ممکن الوجود

(۳) ممتنع الوجود

(۱) واجب الوجود جس کی ہستی ضروری ہے۔ وہ وجود حق ہے۔

(۲) ممکن الوجود جس کی نہ تو ہستی ضروری ہے نہ نیستی۔ یعنی ہونا نہونا یکساں ہے اور وہ مخلوقات ہے۔

(۳) ممتنع الوجود جس کی ہستی محال ہے یعنی جس کا نہونا ضروری ہے۔ وہ ثانی ذات حق ہے۔

شرک نہ در مملکتش دست سائے خود نتواں بود بشرکت خدائے

(اُس کی حکومت میں شریک نے ہاتھ نہیں لگایا۔ کیونکہ شرکت کے ساتھ خدا تو ہو ہی نہیں سکتا)

آنکہ نہ گنجد بہ خیال و صُوَر چون؟ وچرا؟ کے کند آنجا گزر؟

(جو خیال و تصور ہی میں نہ سما سکے وہاں چون وچرا کا گزر ہی نہیں۔ یعنی اُس کی نسبت یہ سوال ہی نہیں ہو سکتا کہ وہ کیوں ہے؟ کیسا ہے؟ کس لئے ہے؟

پاک ز آلودگیِ آب و خاک پاک تر از ہر چہ بگوئید پاک

(وہ آب و خاک کی آلودگی سے پاک ہے یعنی وہ جسمانی نہیں ہے بلکہ جس طرح کا پاک اُس کو کہتے ہیں وہ اس سے بھی پاک تر ہے)

دیدنِ اوہست زمردم دروغ ۔ تاہم از و دیدہ نیابد فروغ

(لوگوں کی طرف سے اُس کے دیدار کا دعویٰ جھوٹ ہے جب تک اُسی کی طرف سے آنکھ کو روشنی نہ حاصل ہو)

یعنی ان آنکھوں سے اُس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ بلکہ اُسی کے نور سے اُس کو دیکھ سکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے رَئیتُ رَبی بِرَبّی۔

دورِ زمیں را بزماں بار بست ۔ دام و دو داز وے باماں بازرست

(گردش زمین کو زمانہ سے وابستہ کر دیا ہے یعنی کبھی دن ہے کبھی رات کبھی فصل بہار ہے کبھی موسم خزاں اور ان تغیرات کی وجہ سے جملہ حیوانات کو امن و آسایش حاصل ہے)

اس شعر کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت خسرو کے حکمائے معاصر اور ان سے بھی متقدم حکما گردش زمین کے مسئلہ سے واقف تھے گو یہ مسئلہ عام طور پر مسلم نہ تھا۔

ملا نور الحق ابن شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس شعر کی شرح میں لکھتے ہیں:-

"بعضے حکما گویند حرکت یومیہ از حرکت زمین ست یعنی فلک و کواکب بر جائے خود ایستادہ اند و زمین حرکتِ دوریہ از مغرب بمشرق می کند و آنچہ بررو ست آنرا بخود ہمرا میگرداند واز وے کواکب گاہ غارب و گاہ طالع نمایند۔ آں چناں کہ سوار کشتی را کہ

کہ چوں کشتی حرکت کند چناں در تخیلہ اش در آید کہ ساحل متحرک ست و در نفس الامر حرکت از کشتی ست۔ بریں مذہب زماں وابستہ بدور زمیں شد"

مناجات | یہ مضمون بھی پر اثر اور عارفانہ ہے:-

سوے خودم کش کہ الٰہی شوم | خازنِ گنجینۂ شاہی شوم
آں عمل آور زمن اندر وجود | کاں بتو ام راہ تواند نمود
آنچہ دلم را زتو دوری دہ است | دور ترک دار کہ دوری بد است
برمنِ رسوا شدۂ عیب کوش | عیبِ تو پوشی کہ توئی عیب پوش
من کہ بحکمِ تو دریں کارگاہ | از عدم ایں سو زدہ ام بارگاہ
جز تو شناسندۂ ایں راز کیست؟ | کامدن و رفتنِ من بہرِ چیست؟
بہ کہ چو آوردی و بازم بری | ہم بسوے خویش فرازم بری
ستر مرا چوں ہمہ دانندۂ | باز رہانم کہ رہانندۂ
گرچہ تنِ من زپۓ سوز راست | رحمتِ تو از پۓ ایں روز راست
از عملِ خود چو نشینم خجل | ذیلِ کرم پوش بریں تنگدل

نعت | پیش روِ کوکبۂ انبیا | کوکبش از منزلتِ کبریا
از حدِ ناسوت[۲] بروں تاختہ | برخطِ لاہوت[۳] وطن ساختہ

---

[۱] انبوہ لشکر ۱۲ [۲] عالمِ اجسام۔ ملکوت، عالمِ ارواح۔ جبروت، عالمِ صفاتِ الٰہیہ ۱۲
[۳] مقامِ ذات ۱۲

نورِ نخستش چو علم بر کشید — شام عدم را سحر آمد پدید

(یعنی سب سے اوّل نورِ محمّدی ظاہر ہوا اور اُس نور سے معدومات پر فیضانِ وجود ہوا)

ہستی او تا بعدم خانہ بود — نقشِ وجود از ہمہ بیگانہ بود

از کرمش غرقۂ آبِ فنا — یافتہ در بحرِ بقا آشنا

بے خط و قرطاس ز علمِ ازل — مشکلِ لوح و قلمش گشتہ حل

(یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حروف و کاغذ کے ذریعے سے نہیں بلکہ ازلی تھا۔ اسی سبب سے آپ کو لوح و قلم کی مشکلات سب حل ہوگئیں)

چوں قلم اندازۂ علمش نداشت — علم بدل کرد و قلم را گذاشت

نعت کے ضمن میں قرآن مبین کے حق ہونے کی ایک مورخانہ دلیل بیان کی ہے کہ رسول کریم صلعم کے زمانہ مبارک سے اس وقت تک سات صدیاں ہونے آئیں مگر فرمان خداوندی ہمارے پاس اُس سے زیادہ تازہ ہے جیسا کہ بوقت نزول تھا۔ اگر یہ دین متین (نعوذ باللہ) لغو ہوتا تو جیسے رسول اکرم صلعم اس جہان سے رحلت فرما گئے ایسے ہی کلام مجید کی عظمت بھی برقرار نہ رہتی کیونکہ جو آیات الٰہی نہیں ہوتیں اُن کا رواج ہمیشہ نہیں رہ سکتا۔

چنانچہ فرماتے ہیں :-

مدتِ ہفصد شد از و تا بجا — تازہ تر ست ایں خطِ والا بجا

گر ز گذافے بُدے ایں رہ بپاے — او شد و ایں نیز نماندے بجاے

صلعم ۱۲

ہرچہ نہ آثارِ خدائی دہد | کے ہمہ وقت روائی دہد
ہیبت شہے کو زجہاں بست بار | دولتِ او تا بہ ابد پائے دار

معراج
رفتہ و باز آمدہ دریک زماں | رفتن و باز آمدنش تواماں

دوسرا مصرعہ پہلے کی تفسیر ہے! اور لفظ تواماں اس مصرع کی روح ہے جو سامع کے دماغ میں مضمون کا پورا پورا نقش بٹھاتا ہے۔

معراج سے مراجعت کا مضمون خواجہ نظامیؒ نے بھی مثنوی مخزن الاسرار میں بیان کیا ہے:-

"واں سفرِ عشق بنبا ز آمدہ | در نفسے رفتہ و باز آمدہ"

مگر خسرو کے شعر میں لفظ تواماں نے بیحد لطافت پیدا کردی ہے۔

چشمِ یقینش چو برحمت فتاد | اُمتِ بیچارہ نزفتش زیاد
آب کہ خود خورد ازاں زمزمہ | قطرہ چکانید بکامِ ہمہ
قطرۂ او چشمۂ والا شدہ | چشمہ چہ گویند کہ دریا شدہ
نیم شب آں پیکِ الٰہی ز دور | آمد و آورد براقے ز نور
داد نویدش کہ ازیں قعرِ چاہ | خیز و بدریائے ابد جوئے راہ
برق صفت جست بہ پشت براق | کردہ بمیثاق شتاب از وثاق
جست بروں جوہرش از کن فکاں | یافت مکانے بحدِ لامکاں
از زبر و زیر بروں بر ذات | زیر و زبر ہیچ نماند از جہات

منزلے یافت منازل نورد — کیف وکم از رہ بروں بردگرد
پردۂ خویشی زمیاں خاستہ — مرتبۂ بے خودی آراستہ
چوں زمیاں رفتہ حجابِ خیال — بے حجبش جلوہ نمود آں جمال
جامِ عنایت زصفا نوش کرد — وز خودی خویش فراموش کرد

مدحتِ شاہ | اگرچہ ممدوح کا رویہ ناممدوح تھا مگر شاعر کو شیوۂ شاعری کے لحاظ سے یہ رسم بھی ادا کرنی تھی :-

سلکِ سخن را کہ دُرافشاں کنم — پیش کشِ حضرتِ سلطاں کنم
اے سخن! از رشتہ بروں آر دُر — وز دُرِ خود کن ہمہ آفاق پُر
زانکہ چو بوسم درِ دولت پناہ — تحفہ ازیں بہ نبود پیشِ شاہ
شاہ سکندر روش و دارانشاں — آئینۂ روئے سکندر وشاں

اس مدح میں ایک شعر خسرو کے قلم سے بے لاگ اور مورخانہ نکلا ہی جو کیقباد کی سہ سالہ سلطنت کا خلاصہ ظاہر کرتا ہی :-

تا تو گرفتی ہمہ عالم بنام — تیغ فرو خفت میانِ نیام

یہ بات بالکل سچ ہی کہ اس کی داد و دہش اور عیش و عیاشی کا شہرہ تو دُور دُور ہوا۔ مگر نہ کوئی جنگ ہوئی نہ کوئی ملک فتح ہوا۔

بزمِ مغربی | سلطان ناصرالدین کی شبینہ ضیافت جس کا ذکر ہم خانگی ملاقاتوں کے تحت میں کر چکے ہیں۔ جس کے بیان میں خسرو نے شعرا نے ہر ایک ادنٰے

اعلیٰ شے کی صفت نگاری کی ہے اُس میں سے کچھ اشعار ضیافتِ طبع ناظرین کے لئے یہاں نقل کئے جاتے ہیں:۔

صفتِ شب

شب چو بیاراست سرِ سپہر — گشت مکلّل تتقِ ماہ و مہر
یافت فلک پردۂ گوہر نگار — رشتۂ شب از پئے آں پود و تار
طاقِ سما کرد چراغ آشکار — طاق یکے بود و چراغش ہزار
جوہریِ شام بسوداگری — کردہ گہر پیشکشِ مشتری
چرخ یکے حلقۂ انگشترین — بر سر یک حلقہ ہزاراں نگین
خوشۂ چرخ از علفِ خانہ خیز — بہر خروسانِ سحر دانہ ریز
کرمکِ شب تاب زہر جہاں — ہمچو شرار از سرِ آتش جہاں

صفت شمع

شمع بہر بزم یکے سر فراز — خاصہ ببزمِ شہ عالم نواز
شمع نہ بل اخترِ عالم فروز — در دلِ شب شعشعہ پیوندِ روز
ساختہ از دود مدادے زسر — دادہ بپروانہ سوادے زسر

صفت چراغ

گشتہ دواں خانہ بخانہ چراغ — آتشِ او در دلِ شب کردہ داغ
پنبہ دہانے بزبانے دراز — باہمہ کس گرم سرِ سوز و ساز

پیش روِ راہ زنورِ بصر　　گم شدہ را در دلِ شب راہبر

صفت بادہ

مَے کہ عرق از تنِ مرداں کشید　　گوہرِ ہر مرد ازو شد پدید
پیشِ چناں گوہرِ یاقوت رنگ　　کوہ زدہ بر سرِ یاقوت سنگ
نامِ حرام ارچہ بر و شد وبال　　ہر چہ نمک خورد مداں جز حلال
طرفہ حرامے کہ بہر دست گاہ　　حقِ نمک دار د ازیں سان نگاہ
لاجرم او داشت نمک را عزیز　　حرمتِ او داشت ہمہ خلق نیز

صفتِ قرابہ

سینۂ قرابہ برآوردہ شور　　وز خسِ خود چشم بداں کردہ کور
خونِ دلش گرچہ بساغر خوری　　ہم نہ کشد سر ز تواضع گری

صفتِ پیالہ

گشت لبالب زمے جاں سرشت　　کردہ حدیثے ز لبِ جوئے بہشت
بادہ تو گوئی کہ درو از صفا　　ہست معلق بمیانِ ہوا

صفت ساقی

ساقیِ صوفی کش و مردم فریب　　بردہ بیک غمزہ ز عالم شکیب
نرگسِ نازندۂ او نیم باز　　نیمے ازو خواب و دگر نیمہ باز
از کفِ او دو دو ما دم خوش است　　ور مثل جور بود ہم خوش است

چوں بدہد بادہ وگوید کہ "نوش" مست بروزِ دگر آید بہوش

صفتِ چنگ

چنگِ سرافگندہ سرافراختہ موے بمویش زہنر ساختہ

صفتِ رباب

کاسِ رباب از شغبِ دلنواز بردہ دلِ مردم و جاں دادہ باز

صفتِ نے

نامے دہاں بستہ و بسیار گوے نامے مگوکش بفسوں مار گوے

باز کند لب چو زباں آورے لیک زبانش بلبِ دیگرے

صفتِ دف

زہرہ زدوش بسرود آمدہ چنبرش از چرخ فرود آمدہ

بستہ جلاجل بکمر جا بجاے چوں کمرِ چرخ جلاجل نماے

ہر سخنِ نغز کہ با دوست کرد آں ہمہ در پردہ و در پوست کرد

صفتِ مائدہ خاص

گرم تریں کارگزارانِ خواں مائدہ کردند ز مطبخ رواں

خوانچہ آراستہ بیشِ ہزار ہر ہمہ الوانِ نعم کردہ بار

صد قدح از شیرۂ آبِ نبات در مزہ ہمشیرۂ آبِ حیات

نانِ تنک صاف بداں گونہ بود کز تنکی رو بدگر سو نمود

نانِ تنوری زطرب قبہ لیست   زاں کہ بخوانِ شہ عالم نشست

صفتِ زنانِ مطربہ

شد زنِ مطرب بنوا پروری   انجمنے پُر زمہ و مشتری

پردہ بر انداختہ از آفتاب   کردہ بیک غمزہ جہانے خراب

روے چو خورشید بر افروختہ   جانِ کساں زآتشِ خود سوختہ

یافتہ از نغمہ گلوشاں خراش   صوتِ خراشیدہ شاں جاں خراش

زابروے خم پشت کماں ساختہ   تیرِ مژہ نیم کش انداختہ

زنانِ مطربہ کی ابرو مثل کمان تھی اور مژہ مثل تیر۔ یہ تشبیہات مبتذل ہیں مگر تیرِ مژہ کا جو وصف بیان کیا ہے کہ "نیم کش انداختہ" اس میں ایک ادا ے خاص کی تصویر کشی کی ہے جس سے مضمون شعر نہایت بلند ہو گیا۔

جشن نوروز معزی دلّی میں کیقباد نے جشن نوروزی کیا ہے۔ خسرو نے اُس کا تمام سامان اِس بیان میں سجایا ہے۔ گھوڑوں اور ہاتھیوں کی قطاریں ساز و یراق سے آراستہ کھڑی ہیں۔ دربار کی آرائش تین قسم کے گل و بوٹوں سے کی گئی ہے:-

(۱) زرّیں   (۲) مومیں   (۳) اصلی یعنی گلدستوں کا

دیواریں اطلس سے سجائی گئی ہیں۔ زربفت کا فرش ہے۔ بادشاہ تخت پر جلوہ فرما ہے۔ فوجی سردار صف بہ صف حاضر ہیں۔ نذریں پیش ہو رہی ہیں۔ صحاب

اُن کا حساب لکھ رہا ہے۔ حاجب پکار پکار کر تفصیل بیان کرتا ہے۔ رات کو بزم مے نوشی کی دھوم دھام ہے۔ اور بادشاہ کی طرف سے خلعت و انعام۔

از دو طرف رایتِ لعل و سیاہ ۔۔۔ سایہ رسانید زماہی بہ ماہ

یک دو ہزار اسپ مرصّع ستام[1] ۔۔۔ از دمِ خود بستہ صبا را مدام

(ایک دو ہزار گھوڑے جن کا زیور جڑاؤ تھا۔ ایسے تیز کہ بادِ صبا کو اپنی دم سے باندھ رکھا تھا)

میمنہ[2] جلہا سیہ انداختہ ۔۔۔ آتشے از دودِ سلب[3] ساختہ

(داہنی طرف گھوڑوں پر سیاہ جھولیں پڑی ہیں۔ گویا گھوڑے آگ ہیں اور اُن کا سیاہ لباس دھوئیں کا)

میسرہ[4] از پوششِ جلہائے لعل ۔۔۔ جلوہ کناں باد[5] زگل ہائے لعل

(بائیں طرف کے گھوڑوں کی جھولیں سرخ تھیں گویا گھوڑے ہوا تھے اور جھولیں لال لال پھول)

وز پسِ اسپان صفِ پیلانِ مست ۔۔۔ ابر و ہوا کردہ بصحرا نشست

قلعہ آہن تنہ بر گستواں ۔۔۔ قلعہ بجا ماندہ ستونش رواں

(ہاتھی ایسا معلوم ہوتا تھا گویا لوہے کے قلعے پر پاکھر پڑی ہے۔ قلعہ قائم ہے اور ستون یعنی ہاتھی کے پاؤں چلتے ہیں)

باغِ زر آراستہ شد جائے بار ۔۔۔ کردہ بر و ابر جواہر نثار

---

[1] ستام۔ گھوڑے کا زیور ۱۲ [2] میمنہ۔ داہنی طرف ۱۲ [3] سلب۔ لباس ۱۲
[4] میسرہ۔ بائیں طرف ۱۲ [5] مراد گھوڑوں سے ۱۲

از دُر و یاقوت درختاں فراخ　　　مرغ ز زر ساختہ بالائے شاخ

شاخ تو گوئی کہ بخواہد چکید　　　مرغ تو گوئی کہ بخواہد پرید

(یعنی وہ مصنوعی شاخ ایسی بنائی گئی تھی کہ گویا اُس میں سے پھل ابھی ٹپک پڑے گا اور چڑیا ایسی ہے کہ گویا اُڑا چاہتی ہے)

ساختہ از موم بسے نخلِ چست　　　کاں بجز از موم نباید درست

باغِ سوم چوں گزری زین و باغ　　　یافتہ از لالہ و ریحان فراغ

بستہ بسے دستہ گلِ دلفریب　　　کوششِ صد دستہ نمودہ بزیب

(بہتیرے دل فریب گلدستے تیار کئے تھے جن کی زیبائش میں سو ہاتھوں کی کوشش صرف ہوئی تھی]

یافتہ سبزہ زچمن ہا درود[1]　　　بہرِ درود آمدہ آں جا فرود

قصرِ ہمایوں ز زمیں تا سماک[2]　　　زیورِ زر بستہ چو فردوسِ پاک

اطلسِ زربفت بدیوارِ سنگ　　　دادہ بہر سنگ زیاقوت رنگ

کردہ مسلسل زگہر بوریا　　　کانِ زرش خواندہ فلک بے ریا[3]

خاک ازاں مفرشِ[4] زر بافتہ　　　خلعتِ نوروز زشہ یافتہ

جشن چو آراستہ شد یک سرہ　　　از طرفِ میمنہ و میسرہ

---

[1] کاٹنا گھاس وغیرہ کا۔ دوسرے مصرعے میں بمعنی دعا۔ آفریں، تحسین ۱۲ [2] نام ہے ایک ستارہ کا ۱۲ [3] بے شک و شبہ ۱۲ [4] فرش ۱۲

شاہِ جہاں نشست بزرین سریر   چشمِ جہاں دوختہ از قدچو تیر
آبِ دُر از تاج و قبا و کمر   تا بکمر تا بہ گلو تا بہ سر

چونکہ بادشاہ کے تاج، قبا اور پٹکے میں موتی ٹکے ہوئے تھے تو پٹکے کی چمک کمر تک اور قبا کی گلے تک اور تاج کی سر تک تھی - اس شعر میں ایک تولف ونشر ہے بترتیب معکوس اور دوسرے ایہام کیا ہے لفظ آب کے حقیقی معنی سے - اگرچہ اس شعر کی بنیاد ایہام پر ہے مگر بندش الفاظ اور حسنِ معنی کے لحاظ سے پُرلطف شعر ہے -

تن چو دراں خلعتِ وشن گرفت   خونِ یواقیت بگردن گرفت

(بادشاہ نے جب یہ خلعت زیب تن کیا تو یاقوتوں کا خون اُس کی گردن پر تھا - یعنی یاقوت اس رشک سے خون ہوگئے کہ خلعتِ شاہی میں ہم کو جگہ نہ ملی یا یہ کہ یاقوت جو گریبان میں ٹکے ہوئے تھے وہ بادشاہ کی گردن کی سُرخی دیکھکر شرمندہ ہوگئے)

جنبشِ سہم الحشم از ہر کراں   سہم زناں بر حشمِ اختراں

(فوجی سردار جو اِدھر اُدھر چل پھر رہے تھے ایسے چست وچالاک تھے کہ گویا ستاروں کی فوج پر بھی تیر مارتے تھے)

شحنہ[1] بار آمد و صف راست کرد   ترکِ فلک ہیبت از و خواست کرد
پیش کشیدند گراں تا گراں   خدمتیِ[2] ہر ہمہ خدمت گراں

---

[1] منتظم دربار ۱۲   [2] نذر ۱۲

(اس سرے سے اُس سرے تک جملہ ملازمان شاہی نے نذریں پیش کیں)

گشت پُر از نافہ چینی زمیں — باد شد از نافِ زمیں نافہ چیں

ہر و صفا از صف شکناں گشت راست[1] — تیغ وراں دست چپ و دست راست

حاجبِ فصّال چو قمری و سار — نغز نوا گشتہ بفصلِ بہار

شب چو برآئینِ بہاراں زمیں — کرد ہوا پُر ز گل و یاسمیں

شاہ بخلوتگہِ دولت شتافت — خلوت از و دولتِ جاوید یافت

کرد رواں برکفِ چوں لالہ زار[2] — بادۂ گل رنگ بہ بوئے بہار

شاہ بہر جرعہ کہ بر خاک ریخت — در جگرِ خاک دُرِ پاک ریخت

متفرق مقامات

اب ہم چند مختلف مقامات کے اشعار بھی (جن میں خاص خاص خوبیاں پائی جاتی ہیں) پیش کرتے ہیں۔

جوش و اثر

مناجات میں فرماتے ہیں ؎

اے گنہ آمرز و شفاعت پذیر — پُرگنہاں را بکرم دستگیر!

گرچہ تنِ من زپے سوز را ست[3] — رحمتِ تو از پے ایں روز راست

من کہ نہ نیکی ہمہ بد کردہ ام — نیک و بدِ خود بتو آوردہ ام

---

[1] تفصیل بیان کرنے والا چوبدار ۱۲ [2] مینا ۱۲ [3] "پے" کے بعد "را" بمعنی برائے زائد اور یہ متقدمین کا محاورہ ہے ۱۲

عذر ز عاصی بود اندر گناہ　　　　طرفہ کہ من عاصی و او عذر خواہ

نعت میں فرماتے ہیں ؎

تا بسریر عرب آں جم نشست　　　　رعب عرب در ہمہ عالم نشست
خطبۂ لولاک بپرداختہ　　　　منبر نہ پایہ ازاں ساختہ
ہستیِ او تا بہ عدم خانہ جود　　　　نقشِ وجود از ہمہ بیگانہ بود
چوں ز وجودش عدم آوازہ یافت　　　　تختہ ہستی رقمِ تازہ یافت

بیان معراج میں فرماتے ہیں ؎

جامِ عنایت بصفا نوش کرد　　　　وز خودیِ خویش فراموش کرد
بسکہ بروں برد وصالش ز پوست　　　　فرق نہ دانست ز خود تا بدوست
راہ کہ پر گم شد ازاں جبرئیل　　　　وہم ملائک نشد آنجا دلیل
عزم ازاں قبلہ گہِ دل کشید　　　　بیشتر از خویش بمنزل کشید
رفتہ و باز آمدہ در یک زماں　　　　رفتن و باز آمدنش تواماں

یہ اُس لشکر کا بیان ہی جو سلطان ناصر الدین کے ساتھ بنگالے سے آیا تھا ؎

لشکرِ مشرق ز او دہ تا بہ بنگ　　　　چیرہ دل و خیرہ کُش و تیز جنگ
ترکِ خدنگ افگن و سنداں گزار[1]　　　　ہر ہمہ شیر افگن و اژدر شکار

---

[1] جو شخص اپنا تیر سنداں سے پار کردے۔ سنداں لوہاروں کا وہ اوزار جس پر لوہا کوٹتے ہیں ۱۲

تا چکِ[1] گردن کش و لشکر شکن | بیشترے نیزہ در و تیغ زن
راوتِ[2] ژو[3] پیں[4] زنِ خارا شگاف | پشت بہ پشت از پئے روے مصاف
خشت زنانے کہ گہِ آزموں | خشت نشانند بہ سنگ اندروں
پایک بازی گرِ موزوں خرام | دادہ ببازی سرِ خود بہرِ نام
پیکِ گراں سنگ سبک ایستاد | تند چو ابرے کہ رود روزِ باد
بحرِ رواں بشکرِ دریا نورد | موج زناں آب زمردانِ مرد

کیقباد کے لشکر کا بیان ہے جو دلی سے روانہ ہوتا ہے

نورِ علمہا کہ بہ کیواں گرفت | آتشے گوئی بہ نیستاں گرفت
پرچمِ بیرق کہ بگردوں رسید | در رخِ مہ کرد محاسن پدید
دمدمۂ کاسہ بآوازِ خوش[5] | کوس زدہ با فلکِ کاسہ وش
نیزہ کہ بر چرخ سر افراختہ | پیرِ فلک خانہ زِنے ساختہ
ہیکلِ پیلاں بزمیں خم فگند | زلزلہ در عرصۂ عالم فگند
زاں ہمہ دنداں کہ بلا سنج بود | روے زمیں عرصۂ شطرنج بود
جنبشِ اسپ[6] از سمِ خارا شگاف | لرزہ در افگند زمیں را بناف
ہر یک از اں کوہ تنانِ چو پیل | رقص ہمی کرد ببانگِ صہیل[7]

---

[1] اولادِ عرب جو عجم میں پیدا ہوئی ۱۲ [2] سردار۔ راجپوت ۱۲ [3] نیزہ کوچک ۱۲ [4] ہندوستان کی ایک قوم ۱۲ [5] آوازِ نقارہ ۱۲ [6] مراد از اسپاں ۱۲ [7] بالفتح آوازِ اسپ ۱۲

گردِ سواراں کہ بخورشید جست | قطرۂ بر چشمۂ خورشید بست
بلکہ ازاں گرد سرافراختہ | چشمۂ خورشید شد انباشتہ
موئے شگافاں بکماں بستہ زہ | زہ زدہ ابروئے کماں را گرہ
تیغ برہنہ کہ بپوشید دشت | برہنہ راہیں کہ چہ پوشیدہ گشت
تیغ نہ۔ بل کاتشِ فولاد خیز | بر دلِ سنگینِ عدو گشتہ تیز

کیقباد کا لشکر کوچ کرتا ہے

صبح چو برزد علمِ آفتاب | لشکرِ سیارہ فروشد بآب
کوسِ عزیمت زدِ شہریار | لرزہ در آورد بروئیں حصار
دمدمہ را کرد دمامہ بلند | دم بدم نائے دمادم فگند

کیقباد کی زبان سے فخریہ پیام ناصر الدین کے نام

من کہ زدر وازۂ اقلیم ہند | لشکرے آراستہ ام تا بہ سند
سدِ سکندر زدہ ام از سپاہ | فتنۂ یاجوجِ مغل را پناہ
روتو۔ چو خورشید زمشرق برائے | من بسم اسکندرِ مغرب کشائے
شو تو۔ سوئے کامرو انگیز رخش | من کنم اقصائے عراقین بخش
خیز تو۔ از قلعۂ چیں جوئے گنج | من زدرِ روم شوم سیم سنج

۱؎ بالفتح پل ۱۲ ۲؎ نقارہ ۱۲

عبرہ ازاں معبرِ دریا تو جوے | من دہم از تیغ بہ بحریں سبوے
از تو ز ہند و شدن پیل و مال | وز قبلِ من بمغل قیل و قال
تاج زمن - سر ز تو افراختن | عاج ز تو - تخت زمن ساختن
تا تو بمشرق بوی و من بغرب | حربہ خورد ہر کہ در آید بہ حرب

سلطان ناصر الدین کشتی میں سوار ہو کر دریاے سرجو کے پار اترتا ہے

آب شد از بحر رواں تختہ پوش | کردہ ز ہر تختہ معلّم خروش

(یعنی کشتیوں کی کثرت سے دریا ڈھک گیا اور ہر تختۂ کشتی پر ایک معلم یعنی کپتان ملاحوں کو چلا چلا کر کشتی رانی کا حکم دینے لگا)

نعرۂ ملاح کہ می شد با وج | بر تنِ خود لرزہ ہمی کرد موج
آب ازاں غلغلہ ز اندازہ بیش | گرد ہمی گشت بگردابِ خویش

جس وقت کشتی منجدھار سے گذرتی ہے تو ملاح سب مل کر یکبارگی زور لگاتے اور نعرے مارتے ہیں اُس وقت کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ۔

"ملاحوں کے شور و غل کو سُن کر موج بھی کانپ رہی تھی اور دریا بھنور کے گرد گھومنے سے رُک گیا تھا"

کشتیِ پوئیدہ کہ چوں تیر بود | بود بجائے کہ زمیں گیر بود

(غیر رو کشتی تیر کی طرح چلی اور فوراً کنارے پر جا لگی)

سوز و گداز

زسر کرشمہ یکرہ گزرے بسوے من کن | بعنایتے کہ داری نظرے بروے من کن
منم و دلے و دردے زغمت چو ناتوانا | بزکوٰۃِ تندرستی گزرے بسوے من کن

ایجاز

گرچہ پدر بر سرِ تختش کشید | نشست و فرود آمد و پیشش دوید

سلطان ناصرالدین نے زبردستی پکڑ کر کیقباد کو تخت پر بٹھا دیا تھا۔ دوسرے مصرع میں کس اختصار کے ساتھ تمام کیفیت کی تصویر کھینچ دی ہو کہ

کیقباد بتعمیل حکم تخت پر جا بیٹھا۔ مگر فوراً اُترا اور دوڑ کر باپ کے پاس چلا آیا۔

تشبیہ و تمثیل اس مثنوی کے اشعار میں تشبیہ و تمثیل اکثر نادر و غیر مکرر ہی اور بعض جگہ معمولی تشبیہ کو کسی نکتہ کے اضافہ سے لطیف و دل پسند بنا دیا ہو۔ لہذا چند اشعار متضمن تشبیہ و تمثیل نذر ناظرین کئے جاتے ہیں۔

لشکرِ اسلام کہ آنجا رسید | بود زمیں تشنہ کہ دریا رسید

(اسلام کا لشکر وہاں پہنچا گویا پیاسی زمین کے پاس دریا پہنچا۔ یعنی وہاں امن و خوشحالی پیدا ہو گئی)

اس شعر میں لشکر اسلام کے پہنچنے کو ایسے دریا سے تمثیل دی ہو کہ پیاسی زمین پر جا پہنچے۔ اور اس کو سیراب و شاداب کر دے۔

خنجرِ شہ قطرۂ آبے شمار | قطرہ کہ بنشاند زمیں را غبار

(بادشاہ کے خنجر کو قطرۂ آب سمجھو۔ مگر ایسا قطرہ جس نے روے زمین سے گرد و غبار کو دبا دیا یعنی

فتنہ و فساد کو دور کر دیا)

خنجر کو قطرہ کے ساتھ تشبیہ دینا ایک معمولی تشبیہ ہے۔ مگر دوسرے مصرع میں جو صفت قطرہ کی اضافہ کی ہے اُس نے اس تشبیہ میں ایک نازک لطف پیدا کر دیا ہے۔

بود بیک جائے صفِ تیغ و تیر ہمچو نیستاں بلبِ آب گیر

(تلواروں اور تیروں کی صف پاس پاس تھی۔ گویا تالاب کے کنارے نیستاں کھڑا تھا)

یہاں صفِ تیغ کو آبگیر سے تشبیہ ہے بوجہ آب و تاب کے اور صفِ تیر کو نیستاں سے۔

شد زمیں از نعل نقش و نگار چوں شکمِ ماہی و اندامِ مار

(گھوڑوں کے نعل سے زمین پر ایسے نقش و نگار ہو گئے تھے کہ وہ شکمِ ماہی اور اندامِ مار کی مانند معلوم ہوتی تھی یعنی زمین پر نعلوں کے نشان کثرت سے تھے۔ جیسے کہ شکمِ ماہی اور اندامِ مار پر ہوتے ہیں)

تیز تگ و گوش چو پیکاں پدید بر سرِ یک تیر دو پیکاں کہ دید؟

(گھوڑا تیز دوڑنے والا ہے اور اُس کی کنوتیاں ایسی معلوم ہوتی ہیں گویا ایک تیر کے سرے پر دو پیکان ہیں)

یہاں گھوڑے کو تیر سے اور اس کے کانوں کو پیکان سے تشبیہ دی ہے۔ اور دوسرے مصرع میں تعجب مفید مدح ہے۔

دائرہ خیمہ بسبزی قطار ابر فرود آمدہ در مرغزار

(ہر بادل میں خیموں کا کیمپ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سبزہ زار میں بادل اُتر پڑے ہیں)

یہاں خیموں کو بادلوں سے تشبیہ دی ہے

پیکِ گراں سنگ سبک التیاؤ تند چو ابرے کہ رود روزِ باد

(ہاتھی ہے تو بڑا وزنی مگر جھٹ پٹ کھڑا ہو جاتا ہے۔ تیز رو ایسا جیسے آندھی کے دن ابر)

یہاں ہاتھی کو ایسے بادل سے تشبیہ دی ہے جو آندھی کے دن ہوا پر دوڑتا ہے۔ وجہ شبہ تیز روی ہے۔

طرفہ عروسی شدہ آراستہ آئینہ از آبِ رواں خواستہ

قصر کیلوکھڑی کی صفت میں بیان کرتے ہیں کہ:۔ (یہ قصر حسن و زیبایش میں ایک عروس ہے جس نے جمنا کے آب رواں کو اپنا آئینہ بنایا ہے تاکہ اُس میں اپنا جمال دیکھے)

اس شعر میں قصر کو عروس سے اور آبِ رواں کو آئینہ سے تشبیہ دی ہے۔

ہیچو دو آئینہ مقابل زتاب آب دراں عکس نما۔ رو در آب

(یہ قصر اور آب جمن دو مصفا آئینے ہیں ایک دوسرے کے مقابل۔ پانی کا عکس تو قصر کی دیواروں میں نظر آتا ہے اور قصر پانی کے اندر) اس شعر میں قصر اور آب جمن دونوں کو آئینہ سے تشبیہ دی ہے مگر ایسے آئینہ سے کہ ایک کا عکس دوسرے کے اندر نمودار ہے۔

نرگس بے دیدہ رواں کو روش خارعصا۔ بادِ خزاں کور کش

(یہ موسم خزاں کا بیان ہے کہ نرگس کے دیدے پٹ ہوگئے۔ اندھوں کی طرح چلتی ہے۔ کانٹا اس اندھی کی لاٹھی ہے اور بادِ خزاں اسکو کھینچکر لئے جا رہی ہے) اس شعر میں نرگس کو اندھی سے کانٹے

؎ استاد ذوق نے ایک قصیدے میں اسی تمثیل کو الٹ دیا ہے ؎

ہوا پہ دوڑتا ہے اس طرح سے ابر سیاہ کہ جیسے جائے کوئی پیل مست بے زنجیر

کو لاٹھی سے اور بادِ خزاں کو آندھی کی رہ نما سے تشبیہ دی ہے۔ وجہ شبہ ہر ایک کی ظاہر ہے۔

نم بکفِ دستِ چنار از روش　　　زیبقِ لرزاں بکفِ مرتعش

(چنار کے پتوں پر تری اس طرح حرکت کرتی ہے جیسے رعشہ والے کی ہتھیلی پر پارہ کانپتا ہے)

یہاں چنار کے پتوں پر نمی کے ہلنے کو ایسے زیبق سے تشبیہ دی ہے جو کفِ مرتعش پہ لرزاں ہو۔

جامۂ گل پارہ شدہ بر تنش　　　غنچہ گرہ بر زدہ بر دامنش

(پھول چونکہ کھل چکا ہے تو اُس کے تن پر جو کپڑا تھا پھٹ گیا۔ مگر کلی ایسی معلوم ہوتی ہے گویا پھول کے پھٹے دامن میں گرہ لگی ہوئی ہے) یہاں پھول کی پتیوں کو جامۂ پارہ شدہ سے تشبیہ دی ہے اور غنچے کو ایسی گرہ سے جو پھٹے ہوئے دامن پر لگی ہوئی ہے۔ پہلی تشبیہ تو مبتذل ہے مگر دوسری میں تازگی و ندرت ہے۔

قطرہ کہ شد زابر چکاں بر ہوا　　　مہرۂ بلور شدہ در ہوا

(شدت سرما کا بیان ہے کہ جو قطرہ بادل سے ٹپکتا ہے وہ سردی سے جمکر مہرۂ بلور بن جاتا ہے)

یہاں قطرۂ آب کو بلوری مہرہ سے تشبیہ دی ہے۔

بادہ چو خورشید پگہ تا بہ شام　　　کردہ طلوعے و غروبے بجام

(شراب صبح سے شام تک پیالے میں آفتاب کی طرح طلوع و غروب کرتی ہے۔ یہاں شراب کو آفتاب سے اور شراب کے پیالے میں بھر جانے اور نکالے جانے کو طلوع و غروب سے تشبیہ دی ہے)

شہ بتہِ چترِ سیہ می چمید　　اوّلِ شب صبحِ دوم می دمید

(بادشاہ چتر کے سایہ میں خراماں چلتا تھا۔ گویا رات کے شروع ہوتے ہی صبح صادق نمودار ہو گئی تھی)

اس شعر میں چترِ سیاہ کو اوّل شب اور بادشاہ کو صبح صادق سے تشبیہ دی ہے۔ وجہ شبہ تشبیہ اوّل تاریکی اور دوم میں نور ہے۔

وکدکِ[1] دندانِ برہنہ تناں　　چوں شغبِ چوبکِ[2] چوبک زناں

(جو لوگ برہنہ تن تھے جاڑے کے مارے اُن کے دانت بج رہے تھے۔ دانتوں کے بجنے کی آواز ایسی تھی گویا چوکیدار چوبک بجا رہے ہیں)

سبزۂ نورستہ تو گوئی مگر　　بچۂ طوطی ست کہ شد سبز پر

(سبزہ جو تازہ اُگا ہوا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ طوطے کے بچے نے ابھی کلیاں نکالی ہیں)

رودزن[3] از سینہ بروں بردہ صبر　　آب چکاں[4] دست چو باراں ز ابر

(مطرب نے ایسا بجایا کہ لوگوں کے دل بیقرار کر دیئے۔ اُس کا ہاتھ نہایت لطیف ہے گویا بادل سے مینھ برس رہا ہے)

در کماں دست برد چوں ہنر بر　　قوسِ قزح داں کہ برآمد ز ابر

کمان کو قوس قزح سے تشبیہ دی ہے۔

پشتِ وے از بارِ گہر خم زدہ　　چوں سحرِ گلشنِ شبنم زدہ

(بادشاہ کے چتر کی صفت ہے کہ موتیوں کے بوجھ سے ایسا جھک گیا تھا جیسے صبح کے وقت گلشن شبنم کے بوجھ سے)

---

[1] شدت سرما سے دانتوں کے بجنے کی آواز ۱۲ [2] چوبک۔ ڈنڈا۔ زمانہ قدیم میں اکثر چوکیداران ایک ڈنڈا اور ایک تختہ رکھتا تھا۔ ڈنڈے سے اس تختے کو بجایا کرتا تھا کہ چوکیدار اپنے اپنے کام پر ہوشیار رہیں ۱۲ [3] رودزن۔ مطرب ۱۲ [4] آب چکاں۔ نہایت ہلکا اور لطیف ۱۲

تو دۂ لعلے کہ بہر گوشہ بود — روئے زمیں پُر ز جگر گوشہ بود

(لعل جو نثار کئے گئے تھے ہر طرف پڑے تھے گویا سطح زمین زنگار رنگ لعلوں سے پُر تھی یا وہ لعل زمین کے جگر کے ٹکڑے تھے۔ کیونکہ لعل زمین کے اندر سے نکلتا ہی)

آمد آں سادہ زنخ بر منِ بیہوش زدآب — بر سرِ تشنہ نگہ کن کہ چساں چاہ برسید

یہاں زنخ کو چاہ سے تشبیہ دی ہے اور یہ نہایت مبتذل تشبیہ ہے مگر دوسرے مصرعہ کے مضمون نے کہ "چاہ بر سرِ تشنہ رسید" اس تشبیہ میں ایک دلآویزی پیدا کر دی ہے۔

موئے میاں در کمرِ زر شدہ — رشتہ بیاقوت و گہر در شدہ

بسایہ بودم خفتہ کہ یار آمد و گفت — چہ خفتہ؟ کہ رسید آفتاب در سایہ

پنجہ کشادہ گلِ لعل از پلہ[1] — غرق بخوں ناخنِ سیرِ پلہ[2] آزاد ۱۲

ز ابروئے خم پشت کماں ساختہ — تیرِ مژہ نیم کش انداختہ

اودہ میں ایک شب سلطان ناصر الدین کیقباد کی خیمہ گاہ میں آیا ہی۔ اور دونوں بادشاہ ایک ہی تخت پر جلوہ فرما ہوئے ہیں۔ اس موقع کے بیان میں

---

[1] پلہ یا پلاس۔ درخت ڈھاک ۱۲ [2] بزم مغزی کے آخر میں اس شعر پر نوٹ دیا گیا ہی ۱۲

خسرو شعرا نے بہت سی تمثیلیں نکالی ہیں جس سے طبیعت کی جولانی اور تخیل کی وسعت ظاہر ہوتی ہے ؎

ہر دو بیک تن چو دو پیکر شدند ۔ بر فلکِ تخت چو مہ بر شدند
گشت بہ برجے دو قمر جاے گیر ۔ گشت قرین بدو سلطاں سریر
ملک بہ یک تخت دو دارا نمود ۔ دہر بیک آب دو دریا نمود
روے زمیں فرِ دو جمشید یافت ۔ چشمِ جہاں نورِ دو خورشید یافت
خاتمِ جم را دو نگیں دست داد ۔ افسرِ کسرے بہ دو فرق اوفتاد
دبدبہ کوسِ دو لشکر زدند ۔ نوبتِ اقبالِ دو سنجر زدند
گلشنِ دولت بدو گل تازہ گشت ۔ صوتِ دو بلبل بیک آوازہ گشت
مصقلۂ چرخ دو خنجر زدود ۔ آئینۂ ملک دو صورت نمود
سایہ یکے کرد دو فرِ ہماے ۔ پایہ یکے ساخت دو لشکر کشاے
شاخ بہم سود دو سرو جواں ۔ موج بہم داد دو آبِ رواں
گشت یکے باغِ دو فوارہ جو ۔ گشت یکے منبع صفارا دو رو
کشتِ زمیں آبِ دو باراں چشید ۔ مغزِ جہاں بوے دو بستاں کشید

چرخ یکے شد بہ دو ماہ تمام
بزم یکے شد بہ دو دورِ مدام

کشتِ زمیں آبِ دو باراں چشید | مغزِ جہاں بوے دو بستاں کشید
چرخ یکے شد بہ دو ماہِ تمام | بزم یکے شد بہ دو دَورِ مدام

صوفیانہ خیالات

صفتِ ساقی کے عنوان میں امیر صاحب نے ظاہرا بزمِ شاہی کے ساقی کی صفت نگاری کی ہے۔ مگر موقع ایسا دلچسپ تھا کہ یہاں مجاز کے پردے میں حقیقت کی جھلک دکھائی ہے اور بعض اشعار ایسے پرلطف ہیں کہ ادنےٰ تامل سے اصلی ساقی (مرشد) کی یاد دلاتے ہیں۔

ساقیِ صوفی کُش و مردم فریب | بُرد بیک غمزہ ز عالم شکیب

ساقی یعنی مرشد کامل صوفی کا قاتل ہے عوام الناس کو دہوکے میں ڈال رکھا ہے کہ اُس کے کمال سے ناواقف ہیں اُس کی ایک ادا نے ایک عالم کے دلوں کو بے صبر و بیتاب کر رکھا ہے

گرچہ کہ چشمش شدہ با خواب جفت | لیک گہے فتنۂ چشمش نہ خفت

بظاہر اُس کی آنکھہ سوتی معلوم ہوتی ہے مگر اُس کی نگاہ باطن کی تاثیر کبھی معطّل نہیں ہوتی ہمیشہ طالبانِ حق کے دلوں کا شکار کرتی رہتی ہے

عکسِ جہاں نرگسِ مست و خراب | ہر ہمہ را سُرمہ دہد در سراب

اُسکی بیخودانہ نظر کی تاثیر جذبۂ محبت کو اور بھی تیز کر دیتی ہے (یا اہلِ محبت کو خاموش بنا دیتی ہے)

ہر کہ بیک جرعۂ او سر نہد | بے ہشیش بیسند و بر تر دہد

جو شخص ادنی فیضانِ مرشد کو تسلیم و رضا سے قبول کرتا ہے تو مرشد اُس کی بیخودی کا اندازہ کرکے اُس کے حال پر اور زیادہ توجہ کرتا ہے

مے دہد وخوں خورد از دل تمام ‌‌‌‌ جرعۂ باقی نگذارد بجام

مرشد فیضان پہونچاتا اور مرید کے دل کو خواہشوں کے لوث سے پاک وصاف کرتا ہے یہاں تک کہ اپنا فیضان پورا کر دیتا ہے

ورنہ شود مست حریف از شراب ‌‌‌‌ رو بنماید کہ بفیتد خراب

اگر طالب پر فیضان مرشد سے بیخودی طاری نہوئی تو مرشد اس کو اپنے انوار کا مشاہدہ کراتا ہے اس مشاہدے سے وہ بیخود ہو جاتا ہے

مست در روبیند داو سوے مے ‌‌‌‌ او شدہ مست از مے ومستاں زوی

پھر یہ حالت ہوتی ہے کہ طالب بیخود جو کچھ دیکھتا ہے مرشد کی ذات میں دیکھتا ہے اور مرشد فیضان غیب کا منتظر رہتا ہے غرض مرشد فیضان غیب سے مست وبیخود رہتا ہی اور طالب انوار مرشد کے مشاہدہ سے۔

بسکہ ہمہ جور بود دور او ‌‌‌‌ ہر کہ بود خون خورد از جور او

ایسے مرشد کا دور سراسر جور ہے یعنی کثرت فیضان لیکن ایسے فیضان کا تحمل کس سے ہو سکتا ہے ناچار طالب بظاہر خراب حال ہو جاتا ہے

از کف او دور دمادم خوش ست ‌‌‌‌ ور مثل جور[1] بود ہم خوش ست

ایسے مرشد کا فیضان بتدریج ہو تو زہے نصیب اور اگر یکایک ہو تو بھی اچھا

چوں بدہد بادہ ذگوید کہ نوش ‌‌‌‌ مست بروز دگر آید بہوش

جب مرشد کامل فیضان پہونچاتا اور طالب کو نوید عطا سناتا ہے تو طالب پر ایسی بیخودی

---

[1] جور ستم۔ جام لبالب پلا کر پینے والے کو لٹا دینا یعنی مست وبیخود کر دینا ۱۲

طاری ہوتی ہے کہ قیامت ہی کے دن ہوش میں آئیگا

حکمت و اخلاق

انسکرہ راگشت بہیں دستگاہ　　از ہنرِ خویش زبردستِ شاہ

تسکرہ کو اپنے ہنر کی وجہ سے بادشاہ کے ہاتھ پر ایک بہتر جگہہ ملی

چوں ہنرِ مرغ فراواں شود　　مرغ زبردستِ سلیماں شود

وائے بر آں آدمی بے خبر　　کو کم ازاں مرغ بود در ہنر

دیگر

گشت چو قاصد بتنِ مرد خوں　　بہ کہ بہ نشتر کند از تن بروں

دیگر

دجلہ چو آمیختہ گردد بہ نیل　　ہست جدا کردنِ آں مستحیل

دیگر

تا بچمن سرو بود سایہ دار　　کس نخزد زیرِ گیا سایہ دار

دیگر

چشمۂ چاہ ارچہ کہ بالا شود　　چشمہ محال ست کہ دریا شود

دیگر

ملک بمیراث نیابد کسے　　تا نزند تیغِ دو دستی بسے

دیگر

تیغ که سهراب بر رستم کشید　　هیچ شنیدی که ز گیتی چه دید؟

دیگر

خواست یکی خواسته لیکن نیافت　　آنکه نمی خواست بر و خود شتافت
رفت یکی در طلب لعل سنگ　　ریزۂ سنگیش نیامد بچنگ
وان دگرے را که غمِ آن نبود　　لعل چناں یافت که در کاں نبود
کوششِ بیہودہ ز غایت بروں　　کوبشِ آب است بہ ہاون درون

دیگر

این همه بیداری ما خفتن ست　　کامدنِ ما ز پئے رفتن ست
گر بودت خوش خور و بد خو مباش　　ور نبود رنجه مشو گو مباش
تنگ مباش از پئے عیشِ فراخ　　کاں پری از باغ که خیزد ز شاخ
هرچه رسد بیش خورد کم مخور　　ور نرسد۔ هم برسد غم مخور
هرچه بجوئی و نیابی۔ مرنج　　زانکه بخواهش نتواں یافت گنج

دیگر

آنکه شکیبش بقناعت درست　　قرصِ خور از قرصِ زرش بهتر است
کاں بغذا لذّتِ کامش دهد　　ویں بطمع خسّتِ نامش دهد

خطاب به نفس

ترک طمع گیر۔ ز خود شرم دار　　تا نشوی چوں خجلاں شرمسار

گرسنہ زانی کہ دریں تنگنائے | ناں ز ملک می طلبی ز خدائے
غرّہ بہ نزدیکی سلطاں مشو | بلبلِ باغی، مگس خوان مشو
ہست وے از خرمنِ ہستی خسے | تا تو چہ باشی کہ کمی زو بسے

بادشاہ عالم موجودات میں ایسا ہے جیسے خرمن میں ایک تنکا۔ پھر تو جو اس سے بھی کم تر ہے کیا چیز ہے !!!

چند کشی پیش ملک دست پیش | تات زکوٰتے دہد از ملکِ خویش
تشنہ بمیر آب ز دوناں مخواہ | خوں خور و از خوانچۂ شاں ناں مخواہ
چوں نبُریدی طمع از ناکساں | صرف مکن گوہرِ خود با خساں
گل بچراگاہِ ستوراں مبَر | آئینہ در مجلس کوراں مبَر

تخیّل | تخیل شاعری کی روح ہے اس مثنوی میں جا بجا ایسے موقع پائے جاتے ہیں جہاں حضرت خسرو نے تخیّل کا طلسم باندھا ہے مثلاً

جوہری شام بسوداگری | کردہ گہر پیش کشِ مشتری

شاعر کا خیال ہے کہ وقت شام ایک جوہری ہے جس نے سوداگری کی غرض سے خریدار کے سامنے جواہرات پیش کئے ہیں یعنی شام کو ستارے نکلے ہیں۔

چرخ یکے حلقۂ انگشتریں | بر سرِ یک حلقہ ہزاراں نگیں

دیگر

بسکہ صراحی جلبی گشتہ صاف | بادہ درو دیدہ شد اندر طواف

گوئی کزاو صافِ صفاش از بروں ۔ بادہ بروں ست و صراحی درون

جلبی صراحی ایسی صاف ہی کہ اُس میں شراب گردش کرتی نظر آتی ہے اُس کی شفافی
سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب باہر ہے اور صراحی اُس کے اندر

دیگر

در شکمِ او کفِ صافی گہر ۔ از ہوس بادہ شدہ شیشہ گر

صراحی کے پیٹ میں پاک و صاف جھاگ اُٹھتے ہیں تو اُن جھاگوں کو شراب کی ایسی
ہوس ہے کہ وہ شراب بھرنے کے لئے اور نئے نئے شیشے بنا رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ:۔
صراحی میں شراب ہے۔ شراب میں جھاگ ہیں۔ اور جھاگوں پر بلبلے اُٹھ رہے ہیں۔

دیگر

عکسِ رسن ہا کہ فرو شد بآب ۔ بستہ بہ پہلوے نہنگاں طناب

جب کشتی کی رسیوں کا سایہ پانی میں پہونچا تو اُس سایہ نے ناکوں کو طناب میں
جکڑ لیا تاکہ ہل نہ سکیں۔

طفلِ کہن سال و لعابش رواں ۔ دایۂ او چرخ و لے مہرباں

آفتاب ایک کمسن بچہ ہے جس کے منہ سے رال ٹپک رہی ہے جو اپنی دایہ یعنی آسمان
کی گود میں ہے گو آسمان گو ستمگار ہے لیکن اس بچہ کے لئے دایۂ مہربان ہے۔

دیگر

باہمہ چوں سایہ شدہ ہم نشست ۔ یک تن و ہر جا بہ بجوش ہست

آفتاب ۱۲

دیگر

آہوے پوئندہ ببالا و زیر　　خانۂ خود ساختہ در کام شیر
آفتاب ۱۲

دیگر

گرم شود بر ہمہ بے ہیچ کیں　　پس زحیا در رود اندر زمیں
آفتاب ۱۲

دیگر

کشتیِ عاج ست تو گوئی رواں　　گشتہ دو گوشش بدو سو بادباں
گوش کہ با چشم ہمی کرد لاغ　　مروحہ بود بہ پیشش چراغ
طرفہ کہ آں مروحہ زآسیب باد　　ہیچ گزندے بچراغش نداد

دیگر

خاک یکے بیضۂ طوطی شمار　　بیضہ یکے بچۂ او صد ہزار

یعنی کرہ زمین طوطی کا انڈا ہے اس ایک انڈے سے لاکھوں بچے نکلے۔

سبزۂ نورستہ تو گوئی مگر　　بچۂ طوطی ست کہ شد سبز بر

نیا اُگا ہوا سبزہ گویا اُس طوطی کا بچہ ہے جس نے نئی کلیاں نکالی ہیں۔

اسالیب بیان کی تازگی

فصلوں اور موسموں کا تغیر صبح و شام اور رات دن کا ہونا ہر جگہ ایک نئے پیرایے میں بیان کیا ہے۔

آفتاب قوس میں

بیان کرنا یہ ہے کہ آفتاب برج قوس میں آگیا برسات ہو چکی سردی

کا موسم ہے اس مطلب کو یوں ادا کیا ہے۔

آسمان کے بادشاہ نے جس وقت کمان ہاتھ میں لی تو ماہ تیر نے دوڑ کر ملک کی حکومت موسمِ بہار کے سپرد کر دی۔

شاہِ فلک چوں بکماں دست برد — تیر مہ آں تسلیم بسہرما سپرد

شاہ فلک = کنایہ ہے آفتاب سے - تیر = برسات کے ایک مہینے کا نام ہے۔ کمان = برج قوس لفظ تیر کمان سے مناسبت رکھتا ہے۔

یہ مضمون کہ اس موسم میں دن چھوٹا اور رات بڑی ہونے لگی یوں ادا کیا ہے کہ

جہان ایک بڑھیا ہے جس نے چرخہ کاتنا شروع کیا ہے اور رات کو نہایت لمبا دھاگا کات کر دیا ہے۔

زالِ جہاں چرخ زدن کرد ساز — داد بشب رشتہ بغایت دراز

زال جہاں = کنایہ ہے دنیا جہان سے جسے بڑھیا مانا ہے۔

چرخ زدن = چرخہ کاتنا - رشتہ = ڈورا، دھاگا۔

فصل خزاں

مطلب یہ ہے کہ خزاں کا موسم آگیا۔ ہوا تیز چلنے لگی۔ پھولوں کی بہار ختم ہوگئی۔ اس مطلب کو اِس طرح ادا کیا ہے ۔

جب فصل خزاں نے چمن میں گھر بنا لیا تو بادِ رواں گلزار میں اپنا گھوڑا کدانے لگی

گلِ ریحاں جو پھولوں کا بادشاہ کہلاتا ہے اُس کو نکال دیا۔ اب چمن کے اندر اُس کی حکومت باقی نہیں رہی۔

فصلِ خزاں چون بچمن خانہ ساخت　　بادِ وزاں کرد بگلزار تاخت
شاہِ سپرغم زولایت براند (گل ریحاں ۱۲)　　کش بچمن ہیچ ولایت نماند (حکومت ۱۲)

فصل بہار

مقصود یہ ہے کہ موسم برسات آ پہونچا اور ابر نمودار ہونے لگا پھول کھلنے لگے۔ اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے کہ

جب بہار کا جھنڈا بلند ہوا تو ابر نے اپنا خیمہ ستاروں پر جا لگایا پھولوں کا سکّہ تیار ہونے لگا جیسے ہمارے بادشاہ کے دام بنتے ہیں اور اس سکّہ کی تیاری معقول طور سے کی گئی۔

فصلِ بہاراں چو علم در کشید　　ابر سراپردہ بر اختر کشید
سکّۂ گل چوں درمِ شہ زدند　　سکّہ بصد وجہ موجہ زدند

آفتاب برج ثور میں

مطلب یہ ہے کہ جب آفتاب برجِ ثور میں آیا تو کھیتوں میں غلّہ پک گیا اس مضمون کو یوں بیان کیا ہے۔

چون زحمل رفت بہ ثور آفتاب پخت ہمہ دانۂ پرویں[1] ز تاب

آفتاب برج جوزا میں

جب آفتاب برج جوزا میں آیا تو لو چلنے لگی اور گرمی کی شدت ہو گئی۔ اس مضمون کو اس طرح بیان کرتے ہیں

خانہ چو خورشید بجوزا گرفت رفت در آں خانہ درون جا گرفت

باد ز جوزا[2] شدہ و آتش ز مہر سوخت جہانے ز زمیں تا سپہر

آفتاب برج سرطاں میں

جب آفتاب برج سرطاں میں آیا تو برسات شروع ہو گئی۔ اس مطلب کو یوں ادا کیا ہے

کرد چو رہ در سرطاں آفتاب چشمۂ خورشید فرو شد بآب

ابر سراپردہ ببالا کشید سبزہ صفِ خویش بصحرا کشید

بیان کرنا یہ ہے کہ جنگل میں نیا سبزہ اُگا ہے جا بجا پانی بھرا ہوا ہے اس مضمون کو اس طرح ادا کیا ہے کہ

سبزہ بصحرا شدہ چوں نوخطاں ملکِ جہاں گشتہ بکامِ بطاں

---

[1] پرویں ایک خوشہ ہے ستاروں کا برج ثور میں جس کو ثریا بھی کہتے ہیں ۱۲

[2] جوزا برجِ بادی ہے ۱۲

صبح

رات کو سورج چھپ تو گیا تھا مگر پورا چاند تھا صبح ہوئی تو سورج نکلا یہ مضمون اس طرح سے باندھا ہے کہ

چوں دلِ شب حاملۂ مہر گشت — بر شبِ حاملِ مہِ کامل گذشت
حاملِ یکماہہ نہ بل یکشبہ — تا جو رسے زاد دراں کوکبہ
آفتاب ۱۲

دیگر

صبح ہوئی اور تارے چھپ گئے۔ اس مضمون کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

صبح چو برزد علمِ آفتاب — لشکرِ سیّارہ فروشد بآب

دیگر

رات گذری صبح ہونے آئی

کرد چو شب نوبتِ خود را تمام — صبح دُہل برد بہ بالائے بام
آفتاب ۱۲

دیگر

صبح برآوردہ چو چترِ سپید — بست سیاہی بہ سپیدی امید

دیگر

کوسِ سحر گہ فلک آوازہ گشت — دبدبۂ روز ز سر تازہ گشت
بلند آوازہ ۱۲

دیگر

تیغ کشید اخترِ عالم فروز　　لشکرِ شب کرد ہزیمت ز روز

دیگر

زنگیِ شب کرد سپیدہ برے　　خندہ زناں شد فلک از چار سوے

دیگر

مشعلۂ صبح کہ شد نور دآ　　ساخت یکے شعلہ ز چندیں شرار

ستارے ۱۲

دیگر

از تفِ آں شعلہ کہ در تاب شد　　سیمِ کواکب ہمہ سیماب شد

آفتاب کی روشنی و گرمی کے اثر سے تارے سیماب بن کر اُڑ گئے یعنی چھپ گئے۔

دیگر

صبح زبس دم کہ دمادم گرفت　　آتشِ خورشید بعالم گرفت

دیگر

روزِ دگر کرد چو نافِ جہاں　　مشکِ شب از آہوی مشرق نہاں

دیگر

گشت چو دریاے سپہر آبگوں　　داد رواں چشمۂ خور را بروں

دیگر

شد گرہِ چرخ چو گنبد نماے　　نعل مہ افگند بہ گنبد ز پاے

دیگر

روزِ دگر صبح چو ضحاک شد　　مارِ سیہ در شکمِ خاک شد

خندہ زن ۱۲

صنایع بدایع صنایع بدایع عروسِ کلام کا زیور ہیں۔ اس مثنوی کے اکثر اشعار اس زیور سے آراستہ نظر آتے ہیں۔

چند اشعار متضمن صنایع یہاں نقل کیے جاتے ہیں:-

صنعت طباق یا تضاد

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہو کہ ایسے دو لفظ یک جا ذکر کریں جن کے معانی فی الجملہ ایک دوسرے سے مخالف یا ضد ہوں:-

خونِ دل گرچہ کہ بسیار برفت اندک ماند   صبر ہر چند کہ بود اندک بسیار برفت

اندک و بسیار متضاد ہیں۔

دیگر

پا یک بازندہ برون از قیاس   پُر دل و خالی دلِ شان از ہراس

دیگر

مستیِ او مایۂ ہشیاریش   خفتہ ہمہ خلق ز بیداریش

دیگر

کردن بزرگی بجوِ کہتران   داد سبک جا بہ بقیمت گران

دیگر

این ہمہ بیداریِ ما خفتنیست   کامدنِ ما ز پے رفتنیست

بیداری و خفتن میں اور آمدن و رفتن میں تضاد ہے۔

از پئے نامے کہ مباد ش اُمید | نامہ سیہ کردی و دیدہ سپید
دیدہ سپید کردن سے مُراد یہاں نابینائی ہے۔ مگر حقیقی معنے کے لحاظ سے سیاہ و سپید میں تضاد ہے۔

دیگر

گرمی دل نیست چو حاصل مرا | سرد شد از آب سخن دل مرا
نو کنم انداز رسم کہن | پس رَوی پیش رَوان سخن

نو۔ کہن۔ پس رَو و پیش رَو۔ میں تضاد ہے۔

ملکِ جہاں پختہ بہ من شد تمام | کے دہم از دست بسودای خام؟

پختہ ضد خام۔

دیگر

بستہ تست این دلم با دگرانش مبند | کاش! کہ با دیگران دل بگشاید مرا

یہاں بست و کشاد میں تضاد ہے۔

دیگر

تیز چو شد خنجرِ آں گرم خو | پشت نہ دیدہ کس از وہیچ رو
یہاں رو کے معنے وجہ و طور کے ہیں۔ مگر اصلی معنے کے لحاظ سے پشت و رو میں تضاد ہے۔

دیگر

نشستہ سبزہ زیں سو درچپِ گل | ستادہ سروزاں سو جانبِ راست

دیگر

گرم شدہ از مددِ جامہ مرد | مردمِ بے جامہ بجاں گشتہ سرد

دیگر

گوش کن این گفت و مکن گفتِ کس | بشنو و مشنو۔ سخن این ست و بس

ارصاد

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ شعر میں ایسا لفظ لائیں جس سے یہ معلوم ہو کہ مصرعہ ثانی کے آخر میں فلاں لفظ ہوگا۔ اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ شعر کے قافیہ کا حرفِ روی[1] معلوم ہو:

شقۂ دیبا بر زیبا شدہ　　　سیمبراں صورتِ دیبا شدہ

پہلے مصرعہ میں لفظ "دیبا" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دوسرے مصرعہ کا قافیہ یہی لفظ ہوگا۔ کیونکہ پہلا قافیہ "زیبا" معلوم ہے۔

سروِ پیادہ خوش بود اندر چمن و لیک　　　آں سروِ من پیادہ خوش ست و سوار خوش

اس غزل کے قافیے ہم کو معلوم ہیں کہ "زار" "بہار" وغیرہ ہیں پس لفظ "پیادہ" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس شعر کا قافیہ "سوار" ہوگا۔

موئے بہ گیسوئے او مشکِ ختنک　　　فرق نہ بود سرِ موئے ز مشک

دیگر

آئینۂ صورتش از سینہ رفت　　　صورتِ او را کہ ز آئینہ رفت

دیگر

باغ خراب از قدمِ بوم شوم　　　جغدِ قدم شوم شدہ بار بوم

---

[1] حرف روی وہ ہے جس پر قافیہ کی بنیاد ہوتی ہے ۱۲

عکس و تبدیل

اُسے کہتے ہیں کہ کلام میں کسی چیز کو دوسری پر مقدّم کریں۔ پھر مقدّم کو مُؤخّر بنائیں اور مُؤخّر کو مقدّم۔

خوابِ من از دیدۂ من آب برد　　　آبِ من این دیدۂ بی خواب بُرد

مصرعۂ اولیٰ میں خواب مقدّم ہے آب پر۔ مصرعۂ ثانی میں اُس کا عکس ہے۔

چرخ نداند در و دیوار کس　　　تکیہ بدیوار و درش کردہ بس

دیگر

مردُمِ یک خانہ و صد خُرّمی　　　خانۂ یک مردُم و صد مردمی

دیگر

چترِ شہ آن ست کہ شد چرخِ ماہ　　　چرخِ مہ این ست کہ شد چترِ شاہ

چترِ شاہ اور چرخِ ماہ کی ترتیب دوسرے مصرعہ میں بدل دی ہے۔ علاوہ اس کے یہاں صنعت ردُّ العجز علی الصدر بھی ہے۔ یعنی جو لفظ مصرعہ اوّل کے شروع میں تھا وہی مصرعۂ ثانی کے آخر میں آیا ہے۔

در قلم از سحرِ زباں برکشم　　　سحرِ زباں را بقلم درکشم

دیگر

آمد بہار دشت و چمن و لالہ زار خوش　　　وقتے ست خوش بہار کہ وقتِ بہار خوش

دیگر

آب فرو ماند چو کوہ از شہاب　　کوہ در آمد بتزلزل چو آب

دیگر

چشمِ پدر بہرِ جگر گوشہ تر　　گوشۂ ہر چشم شدہ پُر جگر

حسنِ تعلیل

اِس صنعت کا طریق یہ ہی کہ کسی وصف کے لیے کسی شئے کو علت قرار دیں مگر وہ شئے حقیقت میں اُس وصف کی علت نہو۔ گویا یہ صنعت ایک تخیّل ہی جس سے طبیعت محظوظ ہوتی ہی۔

چنانچہ گھوڑوں کی تیزروی کی صفت کرتے ہیں :-

از تگِ شاں کاں رہِ صرصر زدہ　　باد بدیوار ہبسے سر زدہ

گھوڑوں کی دوڑ سے جس نے آندھی کو بھی مات کردیا ہی ہوا نے اکثر دیوار سے سر پٹکا ہی۔ یہ امر تو ثابت ہی کہ ہوا دیوار سے ٹکراتی ہی مگر شاعر خیال کرتا ہی کہ ہوا کا دیوار سے سر پھوڑنا اس رشک و حسد سے ہی کہ وہ ان گھوڑوں کی تیزروی کا مقابلہ نکرسکی

شدّتِ سرما اور آتش کی صفت میں فرماتے ہیں۔

آتش ازانجا کہ بدل جاے کرد　　دُود برآمد ز نفس ہاے سرد

یہ بات تو ظاہر ہی کہ موسمِ سرما میں سانس کے ساتھ بھاپ نکلتی ہی جو دھوئیں سے مشابہ ہی۔ مگر شاعر خیال کرتا ہی کہ یہ دھواں اس سبب سے نکلتا ہی کہ آج کل دلوں میں آگ نے جگہ کرلی ہی۔

گرمی کی شدّت کے بیان میں کہتے ہیں کہ :-

جانبِ سایہ شدہ مردم رواں　　سایہ بدنبالۂ مردم دواں

آدمی سایہ کی طرف کو جاتے ہیں اور سایہ آدمیوں کے پیچھے دوڑتا ہی۔

یہ تو ثابت ہی کہ آدمی کا سایہ اُس کے ساتھ ساتھ دوڑا کرتا ہی مگر شاعر کا خیال ہی کہ سایہ کا دوڑنا اِس وجہ سے ہی کہ وہ بھی آدمیوں کی طرح دھوپ سے بچنا چاہتا ہی۔

ابر و باراں کے بیان میں فرماتے ہیں :-

پردہ نشیں گشت فلک سو بسوی　　باہمہ زالی شد پوشیدہ روی

یہ امر ثابت ہی کہ ابر میں آسمان چھپ جاتا ہی۔ مگر شاعر کا خیال ہی کہ آسمان نے شرم کے سبب سے مُنہ چھپا لیا ہی۔ مگر تعجب یہ ہی کہ باوجود پیرزال ہونے کے اتنا پردہ کرتا ہی۔

گُل ز کرم زر دہد آں را کہ جُست　　وز پئے خود جامہ نسازد درست

گُل کے زیرہ کو زرِ گُل کہتے ہیں۔ شاعر خیال کرتا ہی کہ یہ زر بخشی گل کی طرف سے از راہِ کرم ہی۔ مگر خود پھٹے کپڑے پہنتا ہی۔ اور پھٹے کپڑے پہنّا کنایہ ہی اُس کے کھلنے سے۔

از رُخِ شہ رنگ چو دریوزہ کرد　　پشت بنہ قبۂ فیروزہ کرد

مدحِ چہرۂ شاہ میں کہتے ہیں کہ اُس نے رنگ بادشاہ کے رُخ سے بھیک مانگ کر لیا ہے

لہذا اُس کو ایسا استغنا حاصل ہوگیا ہی کہ آسمانوں کی طرف پشت کر رکھی ہی۔
یہ امر ثابت ہی کہ چتر کی پشت آسمان کی طرف ہوتی ہی اور پشت کسی کی طرف ہونا
بے پروائی کی علامت ہی۔ مگر شاعر خیال کرتا ہی کہ یہ بے پروائی اس وجہ سے ہی
کہ اُس نے بادشاہ سے فیض حاصل کر لیا ہی۔

پیشِ درازِ شرم سپہر کبود　　　نیمۂ کال بزمیں شد فرود

دیگر

پشتِ بنفشہ بہ سمن زارہا　　　گوژ شد از چیدنِ دینارہا

ادماج

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہی کہ ایک کلام سے دو معنی حاصل ہوتے ہوں اور دوسرے
کی کچھ تصریح نہ کی ہو۔

لالہ چو از کوہ برفت آں شکوہ　　　کبک بُبرید دل از تیغِ کوہ

موسمِ خزاں میں لالہ کی بہار پہاڑ پر ختم ہو چکی ہی اس لیے کبک نے بھی پہاڑ کی چوٹی
سے دل اُچاٹ کر لیا ہی۔
دوسرے مصرعہ کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہی کہ لالہ کے فراق میں کبک نے
تیغ کوہ سے خود کشی کر لی ہی۔

شستنِ او با ہمہ دانندگاں　　　رفتنِ او جانبِ خوانندگاں

دوات کی تعریف کرتے ہیں کہ وہ داناؤں کے پاس بیٹھتی ہی اور لکھے پڑھے لوگوں

کے پاس جاتی ہے۔ یا یہ کہ جو اُس کو جانتے ہیں اُن کے پاس بیٹھتی ہے اور جو بُلاتی ہیں
اُن کی طرف چلی جاتی ہے۔ علےٰ ہذا

شاخ بہر بار سگے گرد راہ ۔۔۔ جائے گہہ باز شدہ بارگاہ

رجوع

صنعتِ رجوع یہ ہے کہ کلام اوّل کو باطل کر کے دوسرے کلام کی طرف کسی
فائدہ کی غرض سے مصروف ہوں۔

سلطان کیقباد کی مدح میں فرماتے ہیں۔

افسرِ خورشید بشاہی توئی ۔۔۔ نے غلطم ظلِ الٰہی توئی

یہاں رجوع کا مقصد مدح میں ترقی ہے۔

ایہام

صنعت ایہام کا طریق یہ ہے کہ کلام میں ایسا لفظ ذکر کریں جس کے دو معنے
ہوں ایک قریب اور ایک بعید۔

معنی قریب وہ ہے جو اُس مقام کے مناسب ہو اور معنی بعید وہ ہے جو اُس مقام
سے مناسبت نہ رکھتا ہو مگر کہنے والے کا مقصود معنی بعید ہو۔ مثلاً

ع۔ آئینہ و شانہ برابر شدہ

یہاں لفظ شانہ کے معنی ہیں (۱) کنگھا اور یہی معنی قریب ہیں اور آئینہ کی مناسبت
سے اوّل اسی معنی کا وہم ہوتا ہے (۲) دوسرے معنی استخوانِ بازو ہیں جو

اس موقع پر تامّل سے سمجھ میں آتے ہیں۔ اس لیے یہ معنی بعید ہیں۔ مگر مرادِ قائل یہی معنی بعید ہیں۔ تو اس کو ایہام کہینگے۔ ایہام کے معنے ہیں "وہم میں ڈالنا"۔

ایہام کی تعریف اس طرح بھی کی گئی ہے کہ "کلام میں ایسا لفظ لائیں جس کے دو معنے ہوں اور اُس محل پر دونوں معنوں کا اطلاق صحیح ہو"۔

یہ دوسری صورت ایہام کی پہلی صورت سے زیادہ پُرلطف اور پسندیدہ ہے۔

اب ہم اس مثنوی کے چند اشعار متضمّن ایہام یہاں نقل کرتے ہیں:-

روم بگیرد بگہِ کارزار   تیغِ وے۔ از زنگ نگیرد زعار

لفظ زنگ کے دو معنے ہیں:- نامِ ملک اور لوہے کا میل۔ اس موقع پر دونو معنے دُرست ہیں یعنی ممدوح کی تلوار جنگ کے وقت ملکِ رُوم کو تو فتح کرتی ہے اور عار کے سبب سے ملکِ زنگ کو کہ ایک حقیر ملک ہے نہیں لیتی۔

دوسرے معنے بھی صحیح ہیں یعنی عار کے سبب سے وہ تلوار زنگ کو قبول نہیں کرتی۔ بلکہ ہمیشہ صاف شفّاف رہتی ہے۔

در کشش تیر چو شد سخت کوش   زہ۔ ز کمانِ خود شُد آید بگوش

لفظ زہ کے دو معنے ہیں (۱) چلّۂ کمان (۲) کلمۂ تحسین و آفریں یہاں دونو معنے درست ہیں۔ یعنی

(۱) جب اُس نے تیر کو زور سے کھینچا تو کمان کی زہ کان کے پاس آ گئی۔

دوسرے یہ کہ:-

(۲) جب اُس نے تیر کو زور سے کھینچا تو اُس کو اپنی کمان سے واہ! واہ! کی آواز سنائی دی۔

ناوک و پیکانش بیغمائے جنگ ۔۔۔۔ ایں زخطا دُور شد و آں ز زنگ

یغما ایک شہر ہے ترکستان میں۔ اور خطا و زنگ مُلک ہیں۔ یہ معنے قریب ہیں۔ مگر مراد قائل دوسرے معنے ہیں۔ یعنی

یغما لوٹ۔ خطا قصور۔ زنگ لوہے کا میل۔

ایہام کے علاوہ اس شعر میں صنعتِ لفّ و نشر بھی ہے۔ یعنی ناوک بے خطا ہے اور پیکان بے زنگ۔

گرد رہش کاں بہ بصر شد دلیل ۔۔۔۔ سُرمۂ ہر چشم شدہ چند میل

مصرعۂ دوم میں سُرمہ اور چشم کی مناسبت سے لفظ میل کے معنے قریب (سلائی) ہیں۔ مگر یہاں مراد دوسرے معنے ہیں یعنی مقدار مسافت)

صورتِ آں تختگہِ بے بہا ۔۔۔۔ عین چو ابرو شدہ بر چشمہا

لفظ عین کے کئی معنے ہیں (۱) آنکھ (جو ابرو کے مناسب ہے) (۲) اصل و ذات (۳) چشمہ۔ یہاں دوسرے معنے مُراد ہیں۔

بادشاہ کی کشتی جو تخت گاہِ بے بہا تھی بعینہٖ ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے آنکھوں پر ابرو۔ یا چشمہا جمع چشمہ۔ یعنی کشتی چشموں کے اوپر مثل ابرو معلوم ہوتی تھی۔

یہ دوسرا ایہام ہے:۔

پیل طلب کرد شہِ پیل زور کآورد آں بے نمکاں را بشور

لفظ شور کے معنے ہیں (۱) کھاری جو نمک سے مناسبت رکھتا ہے (۲) غل

یہاں دوسرے معنے مُراد ہیں۔ بے نمکاں بدصورت آدمی۔

مطلب یہ ہے کہ بادشاہ نے ہاتھی منگایا تاکہ اُن بدصورت لوگوں پر حملہ آور

ہو اور وہ ڈر کر شور و غل مچائیں۔

ہمچو کماں پرخم و تیر از میاں تیر ستادہ ست و کمانش رواں

یہاں تیر کے معنے ہیں کشتی کا مستول۔ اور تیر آلہ معروف بھی ہے جو کمان

سے مناسبت رکھتا ہے۔ یعنی کشتی مثل کمان تھی۔ اور مستول بیچ میں گویا تیر کھڑا تھا

اور کمان چل رہی تھی۔

مُسلماناں نگہدارید بیچارہ دلِ خود را کہ تیر انداز من مست ست و کیشِ کافری دارد

لفظ کیش کے دو معنے ہیں (۱) تیردان۔ ترکش (۲) مذہب۔ یہاں معنے

دوم مُراد ہیں جو بعید ہیں۔

طفلِ شگوفہ برہ اُفتاد و مُرد شاخ بدید و بعنادِل سپرد

لفظ عنادل کے دو معنے ہو سکتے ہیں۔ ایک تو جمع عندلیب دُوم عنا

بمعنے رنج اور دل بمعنے معروف۔ اور یہاں دونوں معنے صحیح ہیں۔ یعنی شاخ

نے جب شگوفہ کو مُردہ دیکھا تو عندلیبوں کے سپرد کر دیا۔

دوسرے معنی یہ کہ شاخ کا دل مبتلائے رنج وعنا ہوگیا۔ اس شعر میں تصنّع اور تکلّف ظاہر ہے۔

از رُخِ خود پیشِ تو خاقانِ چین ۔ صورتِ چین کردہ بروے زمیں

دیگر

سایۂ او بر سرِ ہندو فتاد ۔ ہند شد از وے ہمہ اعظم سواد

اِس میں شک نہیں کہ اس صنعت کا التزام مذاقِ سلیم کو ناگوار ہوتا ہے حضرت خسرو رح کو جو اس صنعت کی طرف زیادہ میلان ہے شاید اس کا سبب ہندی شاعری کی تقلید ہو۔

استخدام

یہ صنعت اس طور پر ہے کہ ایک لفظ کے دو معنوں میں سے ایک معنی مراد ہوں اور ضمیر لا کر جو اسی لفظ کی طرف راجع ہو دوسرے معنی کا ارادہ کریں۔

سوئے سوادِ اَوَدھ آمد چو باد ۔ کرد حک از خنجرِ تیز آں سواد

لفظ سواد کے دو معنے ہیں گرد و نواحِ شہر اور سیاہی و تحریر۔

پہلے مصرعہ میں پہلے معنی مُراد ہیں۔ اور دوسرے مصرعہ میں اُسی لفظ سواد کی طرف اشارہ کرکے سیاہی کے معنے لیے ہیں۔ اور اس پر لفظ حک دلالت کرتا ہے۔

لفّ و نشر

وہ صنعت ہے کہ اوّل چند چیزوں کو مفصّلاً یا مجملاً ذکر کریں۔ پھر اُس کے منسوبات یا متعلّقات کو بلا تعیین بیان کریں۔ اس اعتماد پر کہ سامع ہر منسوب کا تعلق منسوب الیہ کے ساتھ سمجھتا ہے۔

حصّۂ اوّل کو لف اور دوم کو نشر کہتے ہیں:

آبِ دُر از تاج و قبا و کمر تا بکمر۔ تا بہ گلو۔ تا بسر

اس شعر میں نشر کی ترتیب لف کی ترتیب سے معکوس ہے۔ یعنی آبِ دُر پٹکہ کی وجہ سے کمر تک اور قبا کی وجہ سے گلے تک اور تاج کی وجہ سے سر تک تھا۔

جمع، تفریق، تقسیم

چند چیزوں کو ایک حکم میں شامل کرنا صنعت جمع کہلاتا ہے۔

دو چیزوں میں فرق ظاہر کرنا۔ اس کا نام تفریق ہے۔

جب چند چیزیں یا ایک ہی چیز جس کے چند اجزا ہوں ذکر کریں۔ پھر ہر ایک چیز کی طرف کوئی بات منسوب کریں بطور تعیین تو اس صنعت کو تقسیم کہتے ہیں۔

تیغ خوش و تیغِ زبان ناخوش ست تیغ چو آب ست و زبان آتش ست

اوّل تیغ ہونے میں تیغ اور زبان دونوں کو جمع کیا ہے پھر دونوں کا فرق ظاہر کیا ہے کہ ایک اچھی ہے اور ایک بری۔ بعد ازاں ہر ایک کی طرف ایک وصف منسوب کیا ہے بطور تعیین۔ یعنی تیغ مثلِ آب ہے اور زبان مثلِ آتش۔

نافہ خلقت کہ زد از مشک دم　　ہر دو ہم زادہ شد از یک شکم

لیک جز این فرق نہ باید گزید　　کز طرفِ مشک شد آہو پدید

یہاں نافہ اور خلقِ ممدوح کو مثالِ مشک ہونے میں جمع کیا ہی۔ پھر دونوں میں فرق بیان کیا ہی کہ نافے کے مشک کو آہو سے نسبت ہی اور آہو بمعنی عیب ہی۔

بگفت خسرو بکشائے زلف تا شنید　　حریف و مطرب و چنگ و رباب در ساتہ

یہاں حریف و مطرب و چنگ و رباب کو ایک حکم میں جمع کر دیا ہی۔

تجرید

کسی ذی صفت چیز سے کوئی چیز اُسی صفت کی حاصل کرنا۔ یا اپنے آپ کو شخصِ غیر سمجھکر باتیں کرنا۔

خسرو من! بگذر از ین گفتگوے　　نیکی خویش و بد مردم مگوے

چشمِ تو از عیبِ تو دیدن تہی ست　　از دگرے پرس کہ عیبِ تو چیست

چشم بخود باز مکن چون خساں　　بین سوے خود لیک بچشمِ کساں

مُبالغہ

مُبالغہ یہ ہی کہ کسی وصف کو اُس حد تک پہنچاویں کہ اُس حد تک اُس کا پہنچنا بعید ہو یا محال۔

اُس کی تین قسمیں ہیں:-

۱۔ تبلیغ یعنی وہ بات جو عقل و عادت کے موافق ممکن ہو۔

۲- اغراق یعنی باعتبار عقل ممکن ہو اور باعتبار عادت محال ہو۔

۳- غُلُو یعنی باعتبار عقل و عادت محال ہو۔

از سمِ اسپش کہ زمیں کردہ چاک		خاک پُر از مہ شدہ مہ پُر ز خاک

یعنی خاک پُر از ماہ ہوگئی بسبب نقشِ نعل کے اور ماہ پُر از خاک ہوگیا کثرتِ گرد و غبار سے۔

دیدنِ اُو را اکلہ افگند ماہ		بلکہ فتادش گہِ دیدن کلاہ

منارہ کی بلندی میں مبالغہ کیا ہی کہ اُس کے دیکھنے کے لیئے چاند نے اپنی ٹوپی اُتار لی۔ پھر کہتے ہیں کہ بات یہ نہیں ہی بلکہ دیکھتے وقت خود اس کی ٹوپی گر پڑی

خواست کہ پیشش ز سپہرِ بریں		ماہ فرود آید و بوسد زمیں

دیگر

سوئے فلک رفت ز میدانش گرد		ہم بفلک ماہ زمیں بوس کرد

دیگر

اوجِ معانی نہ بمقدارِ طبع		بلکہ گزشتہ ز سمٰواتِ سبع

دیگر

عُمق درد کار بجائے کشید		کز تہِ او گشت زمیں ناپدید

دیگر

رفت زمیں را چو حباب از میاں		گشت پدید از تہِ آب آسماں

دیگر

نیم فلک ہست بزیر زمیں   چوں تہش نیست زمیں آں ببیں

دیگر

بس کہ زمیں رفت زہم راہش   گاوِ زمیں شد خورشِ ماہیش

اِن اشعار میں حوض کی گہرائی کی نسبت مبالغہ کیا ہی۔

بر درِ تو ہر کہ نہ بندد کمر   غرق شود تا کمر اندر گہر

دیگر

نیزہ ورانے بنان و مصاف   در شبِ تار از سرکیں موشگاف

دیگر

آئینہ گشتہ زگچ صاف خشت   دیدہ در و صورتِ خود را بہشت

مذہب الکلامی

وہ صنعت ہی کہ کلام دلیل و بُرہان پر مشتمل ہو یعنی اس سے بطور دلیل نتیجۂ مطلوبہ حاصل ہو جائے۔

شرک نہ در مملکتش دست سای   خود نتواں بود بشرکت خدای

اس شعر میں صورت دلیل یہ ہی:۔

جس کی سلطنت میں کوئی ساجھی شریک ہو تو وہ ناقص ہی اور ناقص خدا نہیں ہو سکتا۔

پس خدا وہ ہے جس کی سلطنت میں کوئی شریک نہیں۔

تجنیس

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ الفاظ تلفظ میں مشابہ ہوں اور معنی میں متغائر

باشش بکامم کہ بجامِ توام — زندہ تو ناز زندہ بنامِ توام

دیگر

گل کہ سپر ہاشش فراہم شدہ — پیشِ سپرِ غم۔ سپرِ غم شدہ

دیگر

فلکِ فلک مرتبہ خویش جست — رجعتِ خود کرد بمنزل درست

دیگر

حکمت و حکمش کہ ندارد زوال — ہم ز خلل خالی و ہم از خیال

پہلے مصرعہ میں تجنیس ہے اور دوسرے مصرعہ کے الفاظ میں شبہ اشتقاق۔

بر درِ تو آمدہ ام شرمسار — از شرمِ من درگذر و درگذار

دیگر

این خطِ پرز مہر بدلبر کہ می دہد؟ — دین در دِ سر بمہربہ یاراں کہ می برد؟

دیگر

اشترِ پوئندہ پولاد پائے — کوہ نما از تنِ کوہاں نمائے

دیگر

حضرتِ دہلی کنفِ عدل و داد　　جنّتِ عدن ست کہ آباد باد

دیگر

ابر شدہ کوہِ بلند از شکوہ　　برق شدہ بر سرِ او تیغِ کوہ

دیگر

آبِ معانی ز دلم زاد زود　　آتشِ طبعم بقلم داد دود

قلب

تجنیس ہی کی قسم میں قلب داخل ہے جس کی دو صورتیں ہیں (۱) کلمہ کے حروف بترتیب اُلٹ دیئے گئے ہوں۔ یہ قلبِ کل کہلاتا ہے (۲) اگر حروف بے ترتیب اُلٹ دیئے گئے ہوں تو یہ قلبِ بعض کہلاتا ہے:-

تا بسرِ یہ عرب آں جم نشست　　رعبِ عرب بر ہمہ عالم نشست

دیگر

فتنۂ چشم آمدہ زاں سومدام　　تیغِ زباں خفتہ میانِ نیام

اِن اشعار میں کلمات رُعب، عرب، میان، نیام میں قلبِ بعض ہے۔

اشتقاق و شبہ اشتقاق

یہ صنعت بھی ایک طرح کی تجنیس ہے۔ دو لفظ ایک مادّہ سے مشتق ہوں تو اُس کا نام اشتقاق ہے۔ یا دو لفظ مشابہ ہوں اور مادّہ دونوں کا جُدا ہو تو اُس کو شبہ اشتقاق کہتے ہیں۔

دیدہ کہ نادیدۂ دیدارِ تست　　دیدہ ؤنادیدہ گرفتارِ تست

دِیدہ ۔ نادِیدہ ۔ دِیدار یہ الفاظ ایک ہی مادّہ سے مشتق ہیں۔

دیگر

کُن مکُن اور است زتو تا کہن　　انچہ کند کیست کہ گوید مکن ؟

کُن، مکُن، کُند مشتقات ہیں "کردن" سے۔

دیگر

نامۂ گُل را بنما خامہ کرد　　نامیہ را حرف کشِ نامہ کرد

لفظ نامہ کو نما اور نامیہ سے اشتقاق میں کچھ تعلق نہیں مگر مادّہ کے لحاظ سے یہ الفاظ ملتے جلتے ہیں۔ اِس لیے ایسی صورت کو شبہ اشتقاق کہتے ہیں۔

دیگر

کون و مکاں درخطِ امکانِ او　　کائن و من کاں ۔ گہرِ کانِ او

اِس شعر میں پانچ لفظ ایک مادّہ سے ہیں ۔ اور لفظ کان کہ فارسی ہے ان سے ملتا جلتا ہے ۔ یہ شبہِ اشتقاق ہے۔

دیگر

سکۂ خود زیں فنِ اندیشہ زرائے　　تا نہ نشانم ۔ نہ نشینم زپائے

دیگر

حاجبِ فصل آمد و تفصیل داد　　کرد مفصّل ہمہ در فصل یاد

دیگر

از دو طرف تخت مطرّف شود | وز دو شرف بخت مشرف شود

یہاں علاوہ اشتقاق کے صنعتِ ترصیع بھی ہے:-

چوں اثرِ شوق ز غایت گزشت | کفۂ دانش ز کفایت گزشت

سیاق الاعداد

یہ ہے کہ اعداد کو بترتیب یا بلا ترتیب کلام میں ذکر کریں:-

پنج طرف چتر چو مہرِ سپہر | شش جہت آراستہ از پنج مہر

دیگر

چار گہر کرد جہاں را پدید | در گرہ شش جہت اندر کشید

دیگر

ساختہ نہ حجرہ بہ از ہشت باغ | ہشت بہشت از نہِ او با فراغ

مراعات النظیر

اِس صنعت کا انداز یہ ہے کہ کلام میں ایسی چیزیں جمع کریں جو باہم نسبت رکھتی ہوں (سوائے نسبت تقابل و تضاد کے)

وقت چنیں میوہ پزو گرم تاب | وز مددِ ابر جہاں غرقِ آب

ابرِ دُر افشاں بشہرِ دریا نوال | ابر کشں خود راند بلا رہ الجلال

اِن اشعار میں ابر، آب، دُر، دریا الفاظ متناسب ہیں۔ اور ابر و ابر کش میں

صنعتِ تجنیس بھی ہے۔

صفتِ قلم میں بیان فرماتے ہیں:-

آہوئے مشکین و سرش باد شاخ   وز دُم او مُشک بصحرا فراخ

یہاں بطور استعارہ قلم کو آہو کہا ہے۔ اور آہو کی مناسبت سے سر، شاخ، مُشک صحرا کا ذکر کیا ہے۔

یہ بھی صفتِ قلم ہے:-

در طلبِ صوف تراشیدہ سر   گرچہ ہمہ جعد کنندش زبر

اس شعر میں صوف، تراشیدہ سر، جعد۔ الفاظ متناسب ہیں۔

راکع و ساجد شدہ در ہر مقام   در دلِ شب کردہ بیکجا قیام

ہیچ نبودہ بقیامش قعود   طرفہ کہ در عینِ قیامش سجود

راکع، ساجد، قیام، سجود الفاظ متناسب ہیں جو فقہ کی اصطلاحات ہیں۔

حاجبی از موج برآبِ دگر   برتنِ دریا صفتانش گزر

حاجبی ایک قسم کا مہین کپڑا ہوتا ہے۔ اُس کی صفت بیان کرتے ہیں کہ لہروں سے اُس کپڑے میں بڑی رونق ہے۔ اور دریا صفت یعنی اربابِ کرم اُس کو پہنتے ہیں پس:-

موج، دریا، آب الفاظِ متناسب ہیں۔

چشم چو بر گلشنِ بختش فتاد   گشت پیادہ چو گُل از پشتِ باد

رُوے چو گُل بود بہ پشتِ زمیں　　گشت زمیں پر سمن و یاسمیں

گلشنِ بخت سے مراد کیقباد۔ مطلب یہ ہے کہ کیکاؤس نے جب کیقباد کو دیکھا تو گھوڑے سے اُتر پڑا اور پیادہ پا ہو گیا۔ اس کا پھول سا مُنھ پشتِ زمین پر جا رہا (از راہِ تعظیم) گویا زمین سمن و یاسمین سے پُر ہو گئی۔ روے و پشت میں تضاد ہے۔

ساقیِ خورشید وشِ ماہ چہر　　دَور ہمی کرد چو مہر بر سپہر

اس شعر میں خورشید، ماہ، سپہر، دَور الفاظ متناسب ہیں۔

سینۂ خسرو زِ تست آئینۂ زنگ خورد　　مصقلۂ وصل کو؟ تا بزدایدم را

آئینہ، زنگ، مصقلہ الفاظِ متناسب ہیں۔

حوض کہ دَورش زِ تسلسل نشست　　دَورِ مے از دَورِ تسلسل بجست

فصلِ مے اور شدّتِ سرما کے بیان میں کہتے ہیں کہ:

اس قدر پالا جم گیا تھا کہ حوض کے دَور کا تسلسل ختم ہو گیا۔ لیکن ماہ مے کے دَور کا تسلسل قایم رہا۔

دَور و تسلسل اصطلاحِ حکمت اور الفاظ متناسب ہیں۔

دَور کے معنے یہ ہیں کہ ایک شے موقوف ہو دوسری پر اور دوسری موقوف ہو اُسی پہلی پر جیسے مرغی کا وُجود انڈے پر انڈے کا وجود مرغی پر موقوف ہے۔ تسلسل سے یہ مُراد ہے کہ غیر متناہی اشیا کا وجود ایک ہی وقت میں ایک دوسرے پر موقوف ہو۔ اور یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہے۔ ختم نہ ہوتا ہو۔

خرّم و خنداں چو گل از بارگاہ   سوئے گلستانِ دگر جست راہ

خرّم، خنداں، گل، گلستاں الفاظ متناسب ہیں۔

رَدُّ العجز علی الصّدر

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہو کہ پہلے مصرعہ میں جو لفظ آیا ہو دوسرے مصرعہ میں اُسی کو لوٹائیں۔

عودِ قماری کہ ہمی داد دُود   غالیہ می ساخت گل از دُودِ عود

اس شعر میں لفظ عود اور دود کو مصرعہ ثانی میں لوٹایا ہو۔

تا کہ بعزلت نہ نشانند خیز   پیشتر از مرگ بعزلت گریز

دیگر

باد کہ اندر سرِ ہدہد فتاد   تاجِ سلیماں ز سرش بُرد باد

اے سرِ چترِ تو ز اختر بلند   چترِ تو از ماہ بیک سر بلند

گرچہ نبد برگ و نوائے بشاخ   برگ و نوا بود بمجلس فراخ

می کنم از تیغِ خود آں دم دریغ   چوں کنم از خونِ خود آلودہ تیغ

ترصیع

وہ صنعت ہو کہ دونوں مصرعوں کے الفاظ وزن اور قافیہ میں متحد ہوں اور وزن میں موافق ہوں۔ ہم قافیہ نہوں تو اُس کو مماثلہ کہتے ہیں۔

بادہ نوشیں بصفا خواست کرد   وعدہ دوشیں بوفا راست کرد

دیگر

نورِ ہدایت بچراغم رساں　　بوئے عنایت بدماغم رساں

دیگر

از حدِ ناسوت بروں تاختہ　　بر خطِ لاہوت وطن ساختہ

دیگر

ہر دہنے یک گل و صد آبجوے　　ہر چمنے صد گل و صد آبروے

دیگر

بر فلکش سایہ طرف بر طرف　　تا فلکش پایہ شرف بر شرف

دیگر

از دو طرف تخت مطرّف شود　　وز دو شرف بخت مشرف شود

دیگر

غمزدگاں را بطرب دلکشاے　　گمشدگاں را بکرم رہنماے

دیگر

حقہٴ تن را بفنا در کشاے　　جوہرِ جاں را بہ بقا رہنماے

دیگر

طفلِ گیا را زہوا ریخت شیر　　مغزِ جہاں را ز صبا تازہ عبیر

دیگر

گم شدہ ام۔ راہ نمایم تو باش   بے بصرم۔ نور فزایم تو باش

دیگر

بے کرمے نام فروشی کنند   بے گہرے مرتبہ کوشی کنند

دیگر

برق بہر سوے بتابے دگر   وحشت ز ہر جوے بآبے دگر

دیگر

تیغ بر گیر تا ز سر بر جہم   تیر بکشاے کز نظر بر جہم

دیگر

مہر چہ جوئی ز وفاے کہ نیست   روے چہ بینی بصفاے کہ نیست

دیگر

منزل سعدین شود برج تخت   مجمع بحرین شود روے بخت

دیگر

ہر طرفش رہ بشتابے دگر   ہر قدمش سیر بآبے دگر

ذو قافیتین

اُس شعر کو کہتے ہیں جس میں دو قافیے ہوں یہ بھی ایک صنعت ہے

تن ز غنیمت بہزیمت سپرد   بردن جاں را بغنیمت شمرد

دیگر

چرخ زبیداد عناں تافتہ　　　مملکت از ظلم اماں یافتہ

دیگر

چنگِ نوازں بہوا سر کشید　　　چنگ نواز ندہ نوا بر کشید

ہوا، نوا، سر، بر ہر مصرعہ میں دو دو قافیے ہیں۔

دیگر

خوشۂ چرخ از علفِ خانہ خیز　　　بہر عروسانِ سحر دانہ ریز

دیگر

جامۂ عالم بوفا جوئیش　　　خاطرِ خسرو بہ ثنا گوئیش

دیگر

آتش ازاں جا کہ بدل جای کرد　　　دود برآمد نفس ہای سرد

دیگر

آبِ معانی ز دلم زاد زود　　　ز آتشِ طبعم بقلم داد دود

تلمیح

یہ ہی کہ کلام میں کسی قصہ یا واقعہ کی طرف اشارہ ہو جو مشہور ہو یا کتابوں میں مذکور ہو۔

شرطِ کرم بیں کہ بہنگامِ جنگ　　　گوہرِ خود ریخت بپاداشِ سنگ

اس شعر میں جنابِ رسالت مآب صلعم کے دندانِ مبارک کے شہید ہونے کی طرف

اشارہ ہے۔

رفت وبرادرنگِ سکندر نشست | ورصفِ پیلاں سدِ یاجوج بست

یہاں اشارہ ہے اُس واقعہ کی طرف کہ سکندر نے قوم یاجوج و ماجوج کا حملہ روکنے کو سدِّ روئیں بنائی تھی۔

تنسیق الصّفات

یہ ہے کہ ایک موصوف کے کئی اوصاف پے درپے ذکر کریں۔

بادا ہمہ وقت بشادی وناز | بادہ کش و خصم کش و بزم ساز

لشکرِ مشرق زاود ھابہ بنگ | چیرہ دل و خیرہ کش و تیز چنگ

خیرہ، چیرہ میں تجنیس خطی بھی ہے۔

چند ہزارش ز سوارانِ کار | تیغ زن وکینہ کش و نامدار

نظمِ مسجّع

وہ ہے کہ قصیدہ یا غزل کی ہر بیت میں سوائے مطلع کے تین تین قافیے ہوں اور چوتھا قافیہ قصیدہ یا غزل کی زمین کا ہو۔

چنانچہ اس مثنوی میں ایک مسجّع غزل موجود ہے۔

اے زندگانی بخشِ من! بالعلِ شکر گفتارِ تو | در آرزوئے مردہ ام از حسرتِ دیدارِ تو

گر شہد باشد بر زباں۔ یا آبِ حیواں در دہاں | گفتار میگویم کہ آں نبود مگر گفتارِ تو

زیں پس بخوباں ننگرم۔ در کوی ایشاں نگزرم | گر ہیچ یکرہ جاں برم۔ از غمزۂ خونخوارِ تو

در کوے تو بر ہر درے افتادہ می بینم سرے — این نیست کارِ دیگرے جز کارِ تست و کارِ تو

خواہی نمک زن ریش را خواہی بکش درویش را — ہر چونکہ خواہی خویش را بربستہ ام در بارِ تو

چوں غم بگفتار آورم یا گریہ در کار آورم — یارُ و بدیوار آورم بارے ہماں دیوارِ تو

خواہی کہ بر ہر خندہ پیش افگنی افگندہ

اینک چو خسروِ بندہ نو بردہ بازارِ تو

قافیہ معیوب

دو ایک جگہ اس مثنوی میں شائگاں قافیے بھی آگئے ہیں اگرچہ اس قسم کے قافیے کو اہلِ سخن نے جائز رکھا ہے مگر اس کو معیوب سمجھا ہے۔

با وزنہ دستِ بدستِ ہمہ — وز دمِ او باد بدستِ ہمہ

ایک اور شعر میں ایسے قافیے ہیں جن کو شائگاں بھی نہیں کہہ سکتے۔

بادِ خزاں آمد ازاں جا کہ بود — خشک شدہ شاخ ہم آں جا کہ بود

ممکن ہے کہ اس شعر کی کتابت میں کچھ غلطی ہوئی ہو۔

تنافُر

دو ایک اشعار میں تنافر بھی پایا جاتا ہے۔ تنافر اُسے کہتے ہیں کہ ہر ایک لفظ بجاے خود تو فصیح ہو مگر اُن کے اجتماع سے تلفظ میں گرانی پیدا ہو جائے اور وہ زبان پر آسانی سے رواں نہ ہو سکیں جیسا کہ حضرتِ نظامیؒ کے اس شعر کا دوسرا مصرعہ مشہور ہے:

زسمِ ستوراں دراں پہن دشت — زمیں شش شد و آسماں گشت ہشت

اس مثنوی کے یہ دونوں شعر بھی اسی طرح کے ہیں۔

ہست زیکسو تو میراثِ شاہ — من زسہ شاہم تو میراث خواہ

مصرعۂ ثانی میں ز۔س۔ش کے اجتماع سے کسی قدر ثقالت پیدا ہو گئی ہے:

زشت تر از زنگ شدہ روئے شاں — پست تر از پشت شدہ روئے شاں

دوسرا مصرعہ زبان پر آسانی سے جاری نہیں ہوتا۔

پائے ستوراں بزمیں در شدہ — گاوِ زمیں را سُمِ شاں سرشدہ

(دوسرے مصرعہ میں ایک گونہ ثقالت پیدا ہو گئی ہے اس ش۔س کے اجتماع سے)

ضلع جگت کا اعتراض

مولانا شبلی مرحوم نے شعر العجم میں حضرت خسروؔ کی لفظی رعایتوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے کہ "کہیں کہیں وہ ضلع جگت کی حد کو پہنچ گئی ہیں"۔ لیکن اس مثنوی میں تو صرف ایک شعر ہے جس کو ضلع جگت کہہ سکتے ہیں:

طفلِ شگوفہ برہ افتادہ مُرد — شاخ بدید و بعنادل سپرد

قبولِ عام

جس طرح خواجہ نظامیؒ کی مثنویاتِ خمسہ میں سے سکندر نامہ کو زیادہ شہرت اور قبولیت نصیب ہوئی اسی طرح خسروؔ کی تمام مثنویات میں قران السعدین کو قبولِ عام کا فخر حاصل ہوا۔

اب سے نصف صدی پہلے تک جب کہ فارسی زبان کی درس و تدریس کا عام رواج تھا سکندر نامہ اور قران السعدین یہ دونوں مثنویاں ہمارے مکاتب میں داخلِ درس تھیں۔ اسی لیے بڑے بڑے قابل لوگوں نے ان کتابوں پر حواشی لکھے اور ان کی شرحیں مرتّب کیں۔ رفتہ رفتہ وہ رواج کساد سے تبدیل ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اب ان کتابوں کے پڑھنے پڑھانے والے نادراتِ روزگار میں شمار ہونے لگے۔

قران السعدین کے اسبابِ قبولیت سے اول وہ چند خصائص ہیں جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ اور ان خصائص نے اس مثنوی کو محض مثنوی نہیں رکھا بلکہ نظم کے اصنافِ ثلٰثہ کا ایک بامزہ مرکب بنا دیا ہے جس میں ہر مذاق کا سامانِ ضیافت موجود ہے۔ قصیدہ کی جگہ قصیدہ غزل کی جگہ غزل اور مثنوی کی جگہ مثنوی۔ پھر مثنوی میں محض قصہ گوئی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہر موسم اور اُس کے لوازم کی تفصیل ہے۔ ہندوستان کے پھولوں اور پھلوں کا ذکر ہے دلی اور اُس کی عمارتوں کا بیان ہے۔ یہ مضامین اہلِ ہند کے لیے قدرتاً موجبِ انبساطِ خاطر ہیں۔

اصل قصہ بھی ہندوستان کا ایک تاریخی واقعہ ہے اور حضرت خسروؒ نے اکثر چشم دید حالات کو نہایت وضاحت سے نظم کیا ہے۔ اس لیے تاریخی حیثیت سے بھی وہ حالات قدر و وقعت کے قابل ہیں چنانچہ بعد کے مورخین نے کیقباد کی سلطنت کے ذکر میں اس مثنوی کے اشعار سے اکثر واقعات کا استناد کیا ہے۔

اِن تمام خوبیوں کے علاوہ تشبیہ و تمثیل کی ندرت، اسالیبِ بیان کی تازگی، نئے نئے الفاظ کی کثرت اور سب سے بالاتر خسروؒ کا حسنِ بیان ہے جس نے اس مثنوی کو قبولِ عام کا خلعت پہنایا تھا۔

خاتمہ

(از خاکسار مقدّمہ نگار)

مثنویِ چند جز این مثنوی — ہست نگارِ قلمِ خسروی[٭]

خرّم و خنداں چو گلِ بوستاں — تحفۂ نغز ست پئے دوستاں

ہاں بنگر این نامہ کہ دانش نام — یافت ازاں جامہ فراتر مقام

چشمِ ہنر بیں شدہ حیرانِ او — ریختہ نیرنگ ز الوانِ او

دیدۂ بینندہ بہر دیدنش — سیر نگردیدہ زگل چیدنش

ہرچہ فزوں دید - فزوں شد ہوس — کرد ثنا ہا خردِ نکتہ رس

بیتِ قصیدہ چو مغے در کنشت — ہر غزلے ہمچو غزالِ بہشت

موج زناں نظم چو آبِ رواں — از نفسِ طوطیِ عذب البیاں

دادِ نوا سنجیِ آں نغز گو — تا بدہد بلبلِ شیراز کو؟

طوطیِ ہند ار بنوا آمدے — بلبل از ایراں بہ ثنا آمدے

من کہ ندانم روشِ پارسی — بے خبرِ ہندیم ار دارسی

من ز کجا نقدِ سخن از کجا؟ — کاسہ تہی دغل از کیمیا!

گر ز کجی سازِ خطا می زنم — بانگِ کرم زن کہ کجا می زنم

ور قلم افتادہ دریں باب راست — راستیش حضرتِ نوابؒ راست

خانِ فضائل حشم اسحٰق خاںؒ — آئینۂ حسرتیِ نکتہ داں

پر خذرم از سرِ سودا و سود — دامِ دلم خاطرِ والاش بود

[illegible]

[illegible]

تاختہ ام ہرزہ براہِ دراز — بر اثرِ حکم۔ نہ از روے آز

نوبتِ پیری و منم طفلِ راہ — عاجزم و عاجزیم عذر خواہ

خوش مثلے گفتہ و درسفتہ اند — "پیری و صد عیب چنیں گفتہ اند"

نیز سپاسے بجنابِ بشیر[1] — خلق وے آمیختہ شکر بہ شیر

یاوریِ او کہ بسے کار کرد — از کتب خواستہ انبار کرد

خامہ زنِ من کہ حسن چشتی[2] ست — رہروِ آبیم و خطش کشتی ست

ہر ورقے نقشِ نو انگیختن — لعل و دُر از نوکِ قلم ریختن

کز کلکِ او برُخِ کاغذ رواں — لیک نہ بینی ز ستردن نشاں

عارضِ کاغذ کہ سمن زار بود — گشتہ کنوں سُرخ و سیاہ و کبود

لاجرم آں کاغذِ زار و حزیں — شد ہمہ تن پیرہنِ کاغذیں

از خمِ شاں خامہ کہ دُردی کش است — یادِ بزرگاں بہ دروے خوش است

شعرِ تو اے خسروِ شیریں بیاں! — زندۂ جاوید۔ تو ہم زندہ ماں

خضرِ توئی و سخن آبِ حیات — نوشِ تو بادا سخن از عینِ ذات

شعرِ تو پروردۂ درد است و سوز — شعلۂ او سرد نگشتہ ہنوز

گرچہ گزشتہ است ازیش صد دول — لیک نہ کم شد تفِ سوزِ درول

تا دمِ گرمِ تو فغاں برکشید — آتشِ سوزندہ زباں درکشید

شاد بجاں خسروِ جنت نشیں

باد بجانِ تو ز حق آفریں

۱؎ شیخ بشیر الدین صاحب رئیس لال کرتی و آنریری مجسٹریٹ میرٹھ ۱۲ ۲؎ السید ابراہیم حسن چشتی اندر کوٹ شاہ بخارا میرٹھ ۱۲

مثنوی

قِران السّعدین

خسروؒ

ساختہ گشت از روشِ خامۂ
از پسِ شش ماہ چنیں نامۂ
در رمضاں شد بسعادت تمام
یافت قِران نامۂ سعدین نام
آں چہ بتاریخ ز ہجرت گزشت
بود سنہ ششصد و ہشتاد و ہشت
(از مثنوی قِران السّعدین)

فہرست مضامین

متن
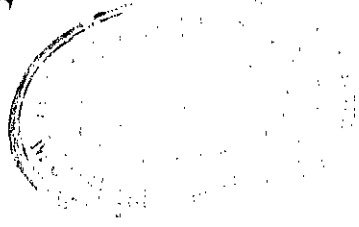
قران السعدین

مثنوی ہذا کے عنوانوں کی دو قابل لحاظ خصوصیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ بھی منظوم ہیں دوسرے یہ کہ اوّل سے آخر تک اِس طرح مرتب و مسلسل ہیں کہ ان کو بہ یک نظر پڑھنے سے کتاب کے مضامین کا ماقل و دل خلاصہ عمدہ طور پر مفہوم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ خود مصنف علیہ الرحمۃ نے ان اشعار میں اس کی جانب کنایۃً فرمایا ہے ؎

طرزِ سخن را روشِ نو دہم سکّۂ ایں ملک بجنتر و دہم
نو کنم اندازۂ رسمِ کہن پس روی پیش روانِ سخن
در نگرم تا چہ دُر افشاندہ ام تا بچہ ترتیب سخن راندہ ام
کامم ازیں نامۂ عنواں کشاے نامِ بلند ست کہ ماند بجاے (صفحہ ۲۳۸-۲۳۹)

اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ فہرست مضامین میں ان عنوانوں کو یک جا کر دیا جائے اور غزلیں جو متن کے اندر بیچ بیچ میں آتی جاتی ہیں اُن کا سلسلہ جا بجا قائم کر دیا گیا ہے اور بطور حوالہ کے صرف مطلع کا پہلا مصرعہ درج کیا گیا ہے۔

اسی ضمن میں چند الفاظ مثنوی کے اشعار کی تعداد کے متعلق کہنا چاہتا ہوں۔ کیوں کہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم (غالباً مقدمہ کے ختم کرتے ہی انتقال فرما جانے کی وجہ سے) متن کی جانب توجہ نہ فرما سکے تھے اور مقدمہ کے اندر انہوں نے صرف یہ تحریر فرمایا ہے کہ حضرت

امیرؒ نے مثنوی کے اشعار کی تعداد ۳۹۴۴ بتائی ہے ؎

ورز جمل بازکشائی شمار
نہ صد و چار و چہل و سہ ہزار (صفحہ ۲۳ متن و ۵۹ مقدمہ)

مگر موجودہ نسخہ میں یہ تعداد صرف ۳۶۹۰ ہے، یعنی ۲۵۴ ابیات کم ہیں۔ "عنوانات کے ۸۷ اور ۲۱ غزلوں کے ۱۹۰ اشعار (اصل ۳۹۴۴ یا موجودہ ۳۶۹۰ کے علاوہ) ہیں

محمد مقتدیٰ خان شروانی

نوٹ۔ مندرجہ بالا طریق پر مضامینِ متن کی فہرست مرتب ہو چکنے کے بعد حضرت امیرؒ کے دیوان بقیۂ نقیہ کے ایک نہایت قدیم نسخہ کا حال معلوم ہوا جس کے مضامین کی فہرست بھی منظوم عنوانوں کے یک جا جمع کر دینے کے ذریعہ سے مرتب کی گئی ہے۔ اور اغلب ہے کہ یہ ترتیب خود مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی دی ہوئی ہے۔ علاوہ بریں اس مثنوی کے اندر حسن اتفاق سے ایسی قابلانہ اور پُراز معلومات تمہید و تنقید کا جمع ہو جانا بھی ایک نہایت عجیب اور نادر قران السعدین ہے۔ ایک سے زیادہ امور میں توارد درحقیقت ایک ایسا لطیفہ ہے جس کی توجیہ صرف خسروؒ کے روحانی فیض کے حوالہ سے ہو سکتی ہے۔ برّد اللہ مضجعہ۔

محمد مقتدیٰ خاں شروانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شکر گویم کہ بتوفیقِ خداوندِ جہاں | بر سرِ نامۂ توحید نوشتم عنواں
نامِ ایں نامۂ والا ست قِران السعدین | کز بلندیش بسعدین سپہرست قِراں

حمدِ خداوندِ سرایم نخست | تا شود ایں نامہ بنامش درست
واجبِ[1] اوّل بوجودِ قدم | نے بوجودے کہ بود از عدم
پیشتر از وہمِ خرد پروراں | بیشتر از فہمِ فراست گراں
نور فزائے بصرِ دوربیں[2] | دیدہ کشائے دلِ عبرت گزیں
فکرتِ صاحب خرداں خاکِ او | معترفِ عجز در ادراکِ او
دل متحیر کہ چہ داند ورا | روح دریں گم کہ چہ خواند ورا
زہرہ ندارد خردِ سُست[3] خیز | تا کند اندیشہ دریں راہ تیز

---

[1] یعنی خداوند تعالیٰ واجب الوجود ست ای ذات وے مقتضی وجود اوست و اول ست ای وجود وے پیش از ہمہ چیز ست پس واجب اول صفت بعد صفت ست مر خداوند را و اول را صفت واجب داشتن از برائے احتراز ممکنے کہ واجب بالغیر ست ۱۲ [2] یعنی بصری کہ نظر بر عواقب امور و غوامض حکم و مصالح ایزدی می انداز د نور العین و شناسائی او را می افزاید ۱۲ [3] از اں رو سُست خیز گفتہ کہ جولان وے اوّل در اثر ست و بدریافت آثار در ماندہ ۱۲

آدمی این جا بسخن راہ جوست | لیک سخن کے رسد آنجا کہ اوست
ہر کس ازو آمدہ در گفت و گوے | معرفتش از ہمہ پوشیدہ روے
رخشِ علل در رہش افگندہ سم[1] | علت و معلول درو ہر دو گم
کس نبرد راہ بہ تحقیقِ او | در برد الا کہ بتوفیقِ او
من کہ ہمہ ہستیِ من نیستی ست | ہستیِ بے نیست ندانم کہ چیست
ہستیِ ما نزدِ خرد اندکے ست | واں ہمہ با نیستیِ ما یکے ست
نیست شناسندۂ ہستی مگر | آنکہ ورا نیست زہستی گذر
نیستی از ہستیِ او شست دست | ہست و بود و نیست شود ہر چہ ہست
موجود ۱۲ — آیندہ ۱۲
ثابتِ[2] مطلق بصفاتِ احد | زندہ و باقی ببقائے ابد
بود در اول کس ازو پیش نہ | ماند در آخر کس ازو بیش نہ
حادثہ را با ازلش کار نے | نقشِ فنا با ابدش یار نے
حکمت و حکمش کہ ندارد زوال | ہم زخلل خالی و ہم از خیال
کرد خرد وحدتِ او را سجود | ثانیِ او ممتنع اندر وجود

لہ سم افگندن کنایت از عجز و درماندن ست حاصل معنی این کہ چوں دلیل در راہ معرفت حق بجائے نرسید بسبب مدلولے کہ بوسے ثابت شود و معلولے کہ از وے حاصل آید نیز گم و لاشے خواہد بود پس ہم علت گم گشت وہم معلول ۱۲

سلہ ثابت اے موجود دایم مطلق اسے منزہ از جمیع قیود ۔ مراد با حدیت صفات آنکہ ہر یک از صفات حق فی نفسہا واحد ست تکثر و تعدد بکثرۃ متعلقات ست مثلاً علم یکے ست و کثرت او باعتبار کثرت معلومات ست و قدرۃ یکے تعدد او باعتبار تعدد مقدور ست این چنین سایر صفات ۱۲

غیرتِ[1] غیر از قدرش دور سیر — پاک ز امکانِ تغیّر چو غیر

شرک نہ بر مملکتش دست سائے — خود نتوان بود بشرکت خدائے

فطرتِ ہستی نہ باسباب ساخت — بے سببِ غیر علم بر فراخت

نقشِ صور کرد۔ بآلت نہ کرد — بر فلک و طبع حوالت نکرد

چون و چرا نقش طرازِ تن ست — آئینہ صورت از و روشن ست

آں کہ نگنجد بخیال و صُوَر — چون و چرا کے کند آں جا گذر

پاک ز آلودگیِ آب و خاک — پاک تر از ہر چہ بگویند پاک

نے کس ازو زادہ و نے او ز کس — زادن و نا زادنِ ما زوست بس

دیدنِ خود گفت بجا در نہفت[2] — شاد ہماں کس کہ بدید و نگفت

دیدنِ او ہست ز مردم دروغ — تا ہم از و دیدہ بیابد فروغ

چشمِ جہت بینش[3] چہ بیند بنور — تا نکند خود جہت از دیدہ دور

بستہ مکان را بجہات و صفات — ہم ز مکان فارغ و ہم از جہات

بے ہمہ جا و ہمہ جا درون — در ہمہ جا و ز ہمہ جا برون

راستیِ او بدرستی کہ خواست — راست درست آنچہ کند جملہ راست

---

[1] یعنی مرتبہ حق جل شانہ عالی تر ست از انکہ غیر او برو غیرت برد و دعوی مساوات او کند چہ غیرت در اقران و در صفتہ ممکن الحصول باشد منزہ است ۱۲ زامکان تغیر ۱۲ [2] این بیت ترجمہ آیۂ لا تدرکہ الابصار و ہو یدرک الابصار ست یعنی بینائی ہا او را نمے یابند و او بینائی ہا را مے یابد یعنی ما را حکم داد کہ من بر ملا بنظر نیایم اما بدل پوشیدہ از چشم ظاہر ۱۲ [3] ضمیر بینش راجع بمردم ست و درین مصراع تلمیح ست بحدیث کہ چون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از معراج باز آمد صحابہ پرسیدند کہ یا رسول اللہ تو خدا را دیدی بجواب گفت خدائے تعالیٰ نور ست چہ طور دیدہ شود ۱۲

راست روی پردہ زبے حاصلاں　　دادہ درستی بشکستہ دلاں

غمزدگاں را بطرب دل کشائے　　گم شدگاں را بکرم رہنمائے

مونسِ ہر دل کہ فراغیش نیست　　محرمِ ہر شب کہ چراغیش نیست

ہر چہ نہ او در خطِ امکان[1] اوست　　ہر چہ جز او بندۂ فرمانِ اوست

روزیِ ہر کس برساند بسے　　منتِ روزی نہ نہد بر کسے

داد لب[2] روزیِ تن را کلید　　جستہ و ناجستہ بخواہد رسید

کن مکن او راست ز نو تا کہن　　ہر چہ کند کیست کہ گوید مکن

عالمِ بر حق نہ بہ تعلیمِ کس　　ہر ہمہ زو یافتہ تعلیم و بس

ہر چہ کند در کل و در جز اثر　　کلّی و جزئیش بود زاں خبر

مور چہ جائے کہ نہد پائے راست　　او بشبِ تار بداند کجاست

آنچہ بہ ہستی رقمش حرف جوست　　خامہ گزار قلمِ صنع اوست

صانعِ بے عیب ز علت بری　　نور فزائے قمر و مشتری

غالیہ سائے شبِ مشکیں پرند　　پردہ بر انداز سپہرِ بلند

نور دہِ انجم و خورشید تاب　　سبز کنِ خاک بتاثیرِ آب

---

[1] ما سوائے حق داخلِ امکان اوست لئے از جملہ ممکنات مخلوقہ اوست یا آنکہ از قدرت اوست یعنی ایجاد و عدم آں نزد او برابر ست امکان بمعنی قدرت بسیار آمدہ ۱۲ [2] یعنی لب را کلید تن گردانید کہ از لئے در روزی او کشادہ شود بدانکہ روزی کہ مفہوم رزق ست مخصوص بخوردن و آشامیدن نیست بلکہ ہر چہ شخص کہ در معیشت و تمدن محتاج آنست روزی اوست و میتواں از کلید سخن مراد داشت زیرا کہ سخن سبب تحصیل اسباب معاش ست ۱۲

حقّہ تن را بفنا در کشاے — جوہرِ جاں را بقا رہنماے

زآبِ عنایت[1] گہر انگیختہ — در صدفِ کن فیکوں ریختہ

قطرۂ احسانش بفیضِ عمیم — حملِ صدف بستہ ز دُرّ یتیم

حُجلہ کشِ جلوۂ بکرانِ باغ — خاص کنِ عطر پۂ قصرِ دماغ

نقش طرازے کہ بصنعِ بدیع — راند قلم بر صفحاتِ ربیع

نامۂ[2] گل را بہ نما خامہ کرد — نامیہ را حرف کشِ نامہ کرد

سنبلِ تر بر رُخِ گلشن کشید — سنبلہ را دانہ بخرمن کشید

طفلِ گیا را ز ہوا ریخت شیر — مغزِ جہاں را ز صبا زد عبیر

نافِ[3] شگوفہ ز بخورِ نسیم — کرد بعنبر نفسی مستقیم

جلدِ سمن را کہ ورق کرد باز — مہرِ خودش داد بعنوانِ راز

چشمِ سحاب از نمِ دریا کشاد — چشمۂ آب از دلِ خارا کشاد

چار گہر کرد جہاں را پدید — در کرۂ شش جہت اندر کشید

دورِ زمیں را بزماں باز بست — دام وددا زوے بامان باز رست

---

[1] تواند کہ از گہر جوہر اوّل کہ روح محمدیست مراد باشد و ریختن در صدف کن فیکوں عبارت از ایجاد اوست و تواند کہ از گوہر انسان مراد باشد واز صدف کن فیکوں فلک یا عالم ۱۲ [2] اضافت نامۂ گل بیانیہ ہست و نما و نمو یکیست بمعنی بالیدگی نامیہ قوتے کہ صفت نمو دارد و تقریرش معنی آنکہ اللہ تعالیٰ از برائے نوشتن نامۂ گل لے یعنی آفریدن گل نما را بجائے قلم و نامیہ را بمنزلہ کاتب نامۂ گل ساخت ۱۲ [3] بخور خوشبوئے معنبر نفسے مرکبست و بانفسے محتمل کہ فارسی باشد بمعنی نیکتر یعنی یک عنبرآلود نفس مستقیم ای درست و دیر پا و محتمل کہ یائے دولی بمعنی مصدر باشد لے عنبرآلود نفس بودن و فاعل او اللہ تعالیٰ ست و مفعول او ناف شگوفہ یعنی ناف شگوفہ معنبر نفس ساخت یا آنکہ معنبر نفسے بودن وجہ آنقامت داد و در بعض نسخہ بعنبر نفسے ست لے ناف شگوفہ بعنبر نفسے اے عنبر نفسی بودن ثابت نکرد ۱۲

سلسلهٔ آب زن بر ز ره — طوقِ زمیں کرد گره بر گره

باد محیطِ کرهٔ آب ساخت — نار بہ پیراہنِ آں بر فراخت

کحلِ شب از دیدهٔ انجم نمود — نورِ دل از سینهٔ مردم نمود

طالعِ مردم ز شمارِ نخست — کرد بتقویمِ عنایت درست

ز آب چناں کرد مصوّر خیال — کاں بتصور ننماید جمال

نقش چناں بست بہر تن کہ ہست — کس بدلِ خود نتواں نقش بست

قصرِ جسد را بہ بہیں داوری — ز آب و گلے کرد عمارت گری

دفترِ دل را خطِ شاہی نوشت — جائزهٔ سرِّ الٰہی نوشت

جاں کہ بہر جسم روائیش داد — پرتوے از نورِ خدائیش داد

گوش بآوازِ سخن تازه کرد — وز سخن آفاق پُرآوازه کرد

ما کہ نبودیم ـ بنود آمدیم — از عدم ازوے بوجود آمدیم

کیں درِ اگر او نکشادے بما — دولتِ ایں خانہ کہ دادے بما

نورِ بصر داد کہ بینا شدیم — چشم کشا شد کہ شناسا شدیم

معرفتش گر نشدے رہنمائے — نے ز خود آگہ بُدے نے از خدائے

گر ہمہ ز اندیشہ جگر خوں کنم — شکرِ چنیں مرحمتے چوں کنم

طاعتِ مانے کرمش بے قیاس — وائے براں کس کہ نگوید سپاس

اے صفتت بندہ نوازندگی — از تو خدائی و ز ما بندگی

گرچه نباید ز منِ خاکسار — زانچه شوم بر درِ تو رستگار

هم بتو ام هست امیدِ تمام — کز درِ تو رد نشوم والسّلام

در تضرّع به درِ حق که گنهگاران را
داد بارانِ گنه شوے ز عینِ غفران

اے بجلالت قدم آراسته — شُبههٔ[۱] شِبهت ز میاں خاسته

ذاتِ تو پیداست ولے نے چو من — من ز تو پیدا و تو از خویشتن

نیست شناسائے کمالِ تو کس — هستیِ خود هم تو شناسی و بس

دانشِ هر کس که بسویت گزشت — یک دو قدم رفت و عناں تاب گشت

فکر دریں پرده به راز ایستاد — بانگ زدش حیرت باز ایستاد

عقل دریں خطّه امانے نیافت — خطِّ اماں جست و نشانے نیافت

دل بتو داده است نشانی مرا — در تو رسم گر برسانی مرا

سوئے خودم کش که الٰهی شوم — خازنِ گنجینهٔ شاهی شوم

آں عمل آور ز من اندر وجود — کاں بتو ام راه تواند نمود

وانچه دلم را ز تو دوری ده است — دور ترک دار که دوری بد است

نورِ بصر ده بشناسائیم — تا نبود جز به تو بینائیم

---

[۱] شُبه اوّل بمعنی شک و شِبه بالکسر بمعنی نظیر یعنی ایں شبه از میاں برخاست که کسے نظیر تو باشد شرح آیهٔ لیس کمثله شیئ ۱۲

قوتِ دل بخش زدینِ خودم — سینه قوی کن بیقینِ خودم

تا چو زعونِ تو قوی دل شوم — بو کہ توانم کہ بمنزل شوم

درد ندارد دلِ بے حاصلم — چاشنیِ دردِ بنہ اندر دلم

حسنِ عمل نیست کہ پیش آورم — عذر بہ رسوائیِ خویش آورم

بر منِ رسوا شدہ عیب کوش — عیب تو پوشی کہ توئی عیب پوش

گر ہمہ نیک ست عمل یا بدم — دیدہ برافروز بعیبِ خودم

چوں کژیِ دل کنم خود پرست — آئینہ راستیم دہ بدست

در پسوئے راستی آید سرم — راست چناں دار کزاں نگذرم

ہر رہِ خیرے کہ بگیرم بہ پیش — راہبرم بخش بہ توفیقِ خویش

وانچہ بیدرہ بر د انجامِ کار — از من و از خاطرِ من دور دار

معرفتم دہ کہ شناسا شوم — بخردیم بخش کہ دانا شوم

نورِ ہدایت بچراغم رساں — بوئے عنایت بدماغم رساں

اے زکرم بر دلِ ما در کشائے — گم شدگاں راسوئے خود رہنمائے

بر درِ تو بستہ ام امیدِ بار — بار کشا بر منِ امیدوار

باز کن از روضۂ رحمت درے — بو کہ بیابم زسعادت برے

از درِ خویشم مدرِ کس مراں — خود چہ کشاید ز درِ دیگراں

من کہ بحکمِ تو دریں کارگاہ — از عدم ایں سُو زدہ ام بارگاہ

جز تو شناسندۂ ایں راز کیست — کامدن و رفتنِ ما بہرِ چیست
بہ کہ چو آوردی و بازم بری — ہم بسوئے خویش فرازم بری
جز بَرہِ خویش مدارم مدار — ور بتو امید ندارم مدار
پردہ برانداز کہ چوں لا شوم — پردہ کشائے درِ الّا شوم
گم شدہ ام راہ نمایم تو باش — بے بصرم نور فزایم تو باش
دامنِ تر آب ندارم بجوئے — دامنم از عینِ عنایت بشوئے
ساختۂ سوختنم چوں خسال — آب ز سرچشمۂ غنیم رساں
گرچہ تنِ من ز پئے سوز راست — رحمتِ تو از پئے ایں روز راست
اے گنہ آمرز شفاعت پذیر — پر گنہاں را بکرم دستگیر
من کہ نہ نیکی ہمہ بد کردہ ام — نیک و بد خود بتو آوردہ ام
نیک بدم نیک نشد ہیچ بد — از منِ بد ساز کہش نیکِ خود
در بد و نیکم بتو امیدوار — نیکی بپذیر و بدی درگذار
خود منم از فعلِ بد و کردِ زشت — کندۂ دوزخ نہ نہالِ بہشت
کُندہ چو در سوختن آرد وبال — پیشتر از سوختنش کن نہال
ہست چو انجامِ تو اے کارساز — ق — از من و از طاعتِ من بے نیاز
مرحمتے کن کہ گنہ کردہ ام — نامۂ اعمال سیہ کردہ ام
عدلِ تو گر حکم بطاعت کند — ہمچو منے را کہ شفاعت کند

تا نشود عونِ توام دستیار — کے شوم از طاعتِ خود رستگار

خاصہ کہ چوں بنگرم احوالِ خویش — عذر نہ و جرم ز اندازہ بیش

اے بعنایت علم افراختہ — کارِ دو عالم کرمت ساختہ

در تتقِ سترِ توام راہ نیست — جز تو کس از سرِ تو آگاہ نیست

سرِ مرا چوں ہمہ دانندہ — باز رہانم کہ رہانندہ

گر ز تو بر خلد براتِ من ست — نامۂ من خطِ نجاتِ من ست

ور تو کنی سوئے جہنم رہم — در کہ پناہم کہ ز تو وارہم

عذر ندارم چہ کنم پر گناہ — عفوِ تو گو تا شوم عذر خواہ

بر درِ تو آمدہ ام شرمسار — از شرِ من در گزر و در گزار

روے سیاہم بتو دارد اُمید — ہم تو کنی روئے سیاہم سپید

کار بدستم چو ندادی نخست — کارِ من آخر ہمہ بر دستِ تست

دستِ من آں دم کہ بماند ز کار — دست ز کارِ منِ مسکیں مدار

از عملِ خود چو نشینم خجل — ذیلِ کرم پوش بریں تنگدل

در شبِ تاریک چو بینی رہم — مشعلۂ دہ ز انارِ اللّٰہم
اے از نورِ خود دہ ۱۲

چوں شبِ من تیرہ شود روز بخش — شامِ مرا شمعِ شب افروز بخش

صبحِ قیامت کہ بود گرم تاب — ظلِ خودم بخش در آں آفتاب

پیشِ تو آرم چو حسابِ جفا — حسبِ کفم بخش ز حسبی کفا

اے کرمت غسل گنہ اصحاب ق مرحمتے کن کہ بیوم الحساب
گر بمثل نیک واگر بد شوم درکنف ظل محمد شوم

نعت سلطان رسل آنکہ مسیحا بدرش

پردہ دارے ست نشستہ زپس شادرواں

پیشہ و کوکبہ انبیا کوکبش از منزلت کبریا
کون و مکاں در خط امکان او کاین و من کاں گہر کان او
کر دلو انصب در ایوان ہو تحت لوا آدم و من دونہ
از حد ناسوت برون تاختہ بر خط لاہوت وطن ساختہ
لعل وے از خاتمت آگہ شدہ خاتم انگشت ید اللہ شدہ
خاتمش از ہفت فلک حلقہ سا یافتہ از مہر نبوت طراز
گرچہ سلیماں شود انگشتریں خنصر او را نرسد در نگیں
گرد شدہ حلقہ پیغمبراں خاتمش مہر نہادہ براں
ختم نبوت شدہ برہان او مصحف ختم آمدہ در شان او
سکہ چو از مہر نبوت کشاد محمدتش نام محمد نہاد
طرفہ کہ ہر حرف کزاں کم کنند فائدہ خاص فراہم کنند
گر دہن میم شود زو نہاں حمد خداوند کند بے دہاں

ور ز میاں حلقهٔ حا گشت دو   مدِّ ظلالی دهد آں شاخِ نو

ور کمرِ میم دگر بر کشاد   دال برحمت شد و آں در کشاد

نادره نامے که بهر حرفِ خویش   نادرهٔ بخشد از اندازه بیش

نامِ محمدؐ بد و تد و یرِ میم   در حدِ خود یافت دو چشمِ سلیم

یعنی اگر کس ز محمدؐ پرد   چشمِ وے آں به که ز حد نگذرد

بلکه محمدؐ بد و میمِ درست   یافت دو حلقه بحدِ خویش چست

حلقهٔ او سلسلهٔ تافته   هر دو جهاں بستهٔ آں یافته

در شبِ تاریکِ عدم ره نبود   ورچه که ره بود کسے آگه نبود

نورِ نخستش چو علم بر کشید   شامِ عدم را سحر آمد پدید

هستی ازاں نور چراغے بدست   راه نما گشت بهر کس که هست

یافت نخست آدم ازاں نور تاب   عطسه زد از دیدنِ آں آفتاب

چشمش ازاں نور چو بینا شده   عطسهٔ او نورِ مسیحا شده

با دمِ مسیحاکش چو دمساز شد   مریم از و حاملهٔ راز شد

مُرده مسیحش بدمِ بندگی   دم زده پیشِ وے از زندگی

سینهٔ آدم دم ازو یافته   زخمِ عصا مرهم ازو یافته

بلکه خود آدم برهش خاک بود   خاکِ ور اکرده ملایک سجود

آتشِ بدخواه چو شد تابناک   دولتِ او گشت بیک مشتِ خاک

در تُتُقِ بارگہش گاہ بار | بادہ کش عیسیٰ و خضر آبدار
پیش چناں چشمۂ دریا قیاس | نوح ز بے آبی خود در ہراس
موسیٰ اگر در رہِ او نیست پیک | کی ارِنی گوید و انظر الیک
زاں رُخِ گلگوں کہ گل افشاں شدہ | نارِ براہیم گلستاں شدہ
خوے خوشش چوں خوے گل گشت پاک | از خوے او گل بدمیدہ ز خاک
گل کہ لباسِ خوشیش در بر ست | از خوے دیباچۂ پیغمبر ست
ساختہ نُہ حجرہ بہ از ہشت باغ | ہشت بہشت از تہِ او با فراغ
حجرۂ نُہ و خلد نہ از ہشت بیش | یعنی ازاں ہشت بیک حجرہ پیش
تا بسریرِ عرب آں جم نشست | رعبِ عرب در ہمہ عالم نشست
خطبۂ لولاک بپرداختہ | منبرِ نُہ پایہ ازاں ساختہ
ہستیِ او تا بعدم خانہ بود | نقشِ وجود از ہمہ بیگانہ بود
چوں ز وجودش عدم آوازہ یافت | تختۂ ہستی رقمِ تازہ یافت
سایۂ رخش کہ ز گردوں گذشت | رزق رساں بر ہمہ آفاق گشت
سایہ ز بس نور نہ بد پیش و پس | سایۂ خورشید ندیدہ است کس
سایہ نہ و ظلِّ سلامت ازو | سایۂ خورشید قیامت ازو
از پئے خورشیدِ قیامت جہاں | ساختہ از گیسوئے او سائباں
موئے بموئے گیسوئے او مشکِ خشک | فرق نبودہ ہمہ موئے ز مشک

بے غلط آنجا کہ چنیں مولود   مشک نگویم کہ ز آہو بود

کعبہ ز مشکش بزمیں داد ناف   خوش دم ازو نافۂ عبدالمناف

امت ازاں سلسلۂ مشکسائے   یافتہ منشورِ نجات از خدائے

از کرمش غرقۂ آبِ فنا   یافتہ در بحرِ بقا آشنا

ایمنیِ امت ازاں گونہ جست   کامنِ خود از آمنۂ خود نشست

عونِ عباد اللہ ازاں ساں نمود   کافتِ عبداللہ اش آساں نمود

عذر ز عاصی بود اندر گناہ   طرفہ کہ من عاصی و او عذر خواہ

سنگِ وقارش بصفِ اصطفا   مروۂ حلم آمد و کوہِ صفا

تیغِ زبانش کہ چناں تیز بود   بد گہرش بیں کہ بسنگ آزمود

سنگ کہ بر گوہرِ تیغش رسید   رخنۂ دندانش ازاں شد پدید

گرچہ کہ دندانہ فتادش بتیغ   ہم سر بد خواہ برد بے دریغ

شرطِ کرم بیں کہ بہنگامِ جنگ   گوہرِ خود ریخت بپاداشِ سنگ

(دعا بحق کفار ہم)

خنجرِ تیزش ہمہ تن شد زباں   تا کند آئینِ شریعت بیاں

ریختہ از لب ہمہ دُرِّ ثمین   رشتۂ آں دُر شدہ حبلِ متین

خصمِ رکیکش بہ عیان و نہفت   شاعرے گفت ارچہ کہ شعرے نگفت

آنچہ بدو وحی پیاپے رسد   شاعرِ کذّاب بدو کے رسد

وانکہ سخن راست کند از دروغ   پیشِ چناں مرد ندارد فروغ

من کہ بدل رستیم نیست کار — رستہ نگردم بجز آں رستگار

نے بہوا گفت اگر راز گفت — کانچہ بگفتند بدو باز گفت

ماہ ز سیرش اثرے یافتہ — تاب نیاوردہ و بشگافتہ

گرچہ شب چار دہم راست مہ — چار دہ مہ خوانش نہ بل چار دہ

ابرو و مژگاں قلم و نوں ہم — صورت او سورۂ نون والقلم

اُمّی دانا کہ بعلم فزوں — راندہ قلم بر ورق کاف و نوں

بے خط و قرطاس ز علم ازل — مشکل لوح و قلمش کرد حل

چوں قلم اندازۂ علمش نداشت — علم بدل کرد و قلم را گذاشت

اَعلم حاذق بوجود و عدم — اَفصح صادق ز عرب تا عجم

آنکہ دریں پردہ مخالف نواست — گو بحجاز آے کہ حجت بجاست

اے[1] کہ نبی گفتہ او گفتہ — مُردہ تواں گفت اگر خفتہ

ہست[2] نبی گر سخن (قرآن ۱۲) آں بشر — تو بشری نیز بگوئی دگر

آنچہ دل از یک نقطش گم بود — کے بجد فکرت مردم بود

دور شو از حجت غیبت بدور — کیں ہمہ گفت آنکہ بُد اندر حضور

سخت تریں کفر کہ اعراب راست — غیر براہیں نشد سند راست

---

[1] دریں شعر تعقید ست یعنی اے کہ میگوئی قرآن گفتہ (کلام) نبی ست کلام خدا نیست اگر تو ازیں رمز غافلی ترا مردہ تواں گفت ۱۲

[2] دریں بیت ہم تعقید ست یعنی اگر قرآن کلام نبی ست کہ او بشر ست آخر تو ہم بشر ہستی مثل او بگو۔ شرح آیۂ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ شَكٍّ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۱۲

مدتِ ہفصد سشد ازو تا بما　　تازہ ترست ایں خطِ والا بما

گر بگزافے بُدے ایں رہ بپائے　　او شد و ایں نیز نماندے بجائے

ہر چہ نہ آثارِ خدائی دہد　　کے ہمہ وقت روائی دہد

اینت شہے کو زجہاں بست بار　　دولتِ او تا بہ ابد پائدار

بارخدایا بحقِ آں رسول　　کیں سخنِ چند کن از ما قبول

وصفِ معراجِ پیمبر کہ شبے روشن شد

سِرِّ اَسریٰ[1] ش ز زلفِ مشک فشاں

چوں شبِ قدرش بفلک نور داد　　قدرِ ہزاراں شب ازاں نور زاد

شمعِ نخستینش کہ سر بر فراخت　　دودۂ آں را شبِ معراج ساخت

چشمِ ملایک زسوادے کہ داشت　　کرد ہمہ گوشۂ آں شب نگاشت

موئے وے از گیسوئے کحلی نشاں　　باز سیہ کرد ہمہ چشم شاں

نیم شباں پیکِ الٰہی ز در　　آمد و آورد براقے ز نور

پائے براقش کہ ز اختر گذشت　　چشمِ کس از پائے وے آگہ نگشت

انجمِ آں شب ہمہ دیدہ سپید　　طالبِ آں نورِ بچشمِ اُمید

ویں نتواں گفت کہ بود او بخواب　　خفتہ کہ دید ست مہ و آفتاب

---

[1] اتباع رسم قرآن کردہ شدہ تلفظ اسریٰ بشیں باشد ۱۲

داد نویدش کہ ازیں قعرِ چاہ　　خیز و بدریای ابد جوے راہ
رَو کہ کشادہ درِ احساں بتست　　داعیۂ دعوتِ یزداں بتست
منتظر انند ملایک بہ پیش　　منتظراں را نظرے دہ بخویش
باز کشادست درِ آسماں　　پاے بروں نہ ز زمین و زماں
خیمہ ازیں دایرہ بیروں فگن　　غلغلہ در عالمِ بیچوں فگن
در قدمِ افراز یزک را علم　　ساق (عقبِ سپاہ ۱۲) سوے عرش فرست از قدم
باز کشا صفِّ جناح از ملک　　برگزراں جنبشِ قلب از فلک
قلب رواں کن درِ سلطاں بزن　　تیغ بروں کش سرِ شیطاں بزن
فرصتِ آں نیست کہ شینی بجائے　　خیز بدولت برکاب آر پائے
صاحبِ معراج کہ ایں مژدہ یافت　　روے ازاں مہجِ دولت بتافت[1]
برق صفت جست بہ پشتِ براق　　کرد بمیثاق شتاب از وثاق (خانہ ۱۲)
صفِّ ملایک برکابش دواں　　پیشروِ کوکبۂ خسرواں
طَرِّقوا از غیب ندائے رہش　　مشعلہ در پیش ز نور اللّٰہش
چار ملک غاشیہ بستہ بدوش　　ہفت فلک حلقہ فگندہ بگوش
بر فلکِ ماہ برآمد نخست　　ماہ کہ بشکست[2] ازو شد درست
تاخت ازاں جائے بمیدانِ تیر[3]　　تیر[3] دراں کیش شد آرام گیر

---

[1] بتافت یعنی روشن کرد ۱۲ [2] بشکست از معجزۂ شق القمر ۱۲ [3] تیر اوّل عطارد و تیر دوم براق ۱۲

زهره که دریافت[1] ازاں صبح تاب | کرد حسان بدفِ آفتاب

دید چو خورشید بدریائے نور | کرد زن چشمۂ بے آب دور

گشته دراں کوکبه بهرام پست | تیغ بیفگند و بهم دست بست

یافت غبارے زرهش مشتری | قیمتِ آں دادهٔ انگشتری

پرتوِ او تافت بروئے زحل | گشت نحوست بسعادت بدل

کرد از آنجا بثوابت عروج | پُر مه و خورشید شد از وے بروج

پاش چو کرسیِ فلک را گزاشت | عرش رواں کرسیِ خود پیش داشت
فی الحال ۱۲

پیشتر کزاں چو شدندش دلیل | لرزه در آمد بپرِ جبرئیل

دامن ازاں پایه فروتر کشید | پائے بدامانِ ادب درکشید

طائرِ عرشی بسوئے سدره راند | خطبهٔ طوبیٰ لکش از دور خواند

جست بروں جوهرش از کن فکاں | یافت مکانے بحدِ لامکاں

از زبر و زیر بروں برد ذات | زیر و زبر هیچ نماند از جهات

در محلے کز جهت[2] آمد بری | زاب و گلش کرد عمارت گری

پیشتر از عقلِ کل از جائے خویش | رفت بکل با همه اجزائے خویش

---

[1] یعنی چوں زهره ازاں صبح تاب حاصل کرد دفِ آفتاب را حرارت داده سرودن آغاز نهاد دف را بوقت نواختن از آتش گرم میکنند ۱۲

[2] یعنی در محلیکه از جهات سته بری بود رسول صلعم آنرا از گلِ تعمیر نمود یعنی مع جسم ظاهر تشریف بردند مراد این ست که معراج مع الجسد بود نه که مجرد روح ۱۲

آنکہ با نگار دریں دم زند[1] ۔۔۔ بر دہنش زن کہ ژنخ می زند
اے کہ ترا عقل دریں شبہ دید ۔۔۔ این خبر او داد کہ عقل آفرید
با خبرش عقلِ تو گر خویش نیست ۔۔۔ عقلِ تو از دانشِ او بیش نیست
عقلِ تو تحقیقِ ترا در نیافت ۔۔۔ کے بتواند بچناں رہ شتافت
طورِ دگر بیشتر از عقل ہست ۔۔۔ واں نبود کے رسد آنجات دست
دست ہماں مرد بداں جا رسد ۔۔۔ کز حدِ قوسین بہ ادنیٰ رسد
راست بقوسین در آمد چو تیر ۔۔۔ چشم ز ما زاغ شدہ گوشہ گیر
آں دو کمانش کہ بیکجا کشید ۔۔۔ بانگِ زہ از چرخ بگوشش رسید
ترکِ کماں کرد قدم پیش برد ۔۔۔ دست با آ ماجگہِ خویش برد
منزلتے یافت منازل نورد ۔۔۔ کیف و کم از راہ بروں بر دگرد
پردۂ خویشی ز میاں خاستہ ۔۔۔ مرتبۂ بیخودی آراستہ
آئینہ صورتش از سینہ رفت ۔۔۔ صورتِ ادراک ز آئینہ رفت
چوں ز میاں رفتہ حجابِ خیال ۔۔۔ بے تجشش جلوہ نمود آں جمال
رفت چو حدِ جہت از پیش و پس ۔۔۔ از پس و از پیش خداوند و بس
نقشِ خود از راہِ فنا بر گرفت ۔۔۔ نورِ بقا دید و ثنا در گرفت
بانگ بروں زد با دائے سپاس ۔۔۔ شکر فزوں کرد ز راہِ قیاس

---

[1] کسانیکہ دریں باب با نگار دم زن ہستند بر دہن آنہا طپانچہ بزن کہ لغو می گویند ۱۲

دل بتضرّع خبر اندوز کرد — لب بتحیّت ادب آموز کرد
گاه بخود لا شد و الّا گفت — گاه بد و نعبدُ ایاک گفت
رحمتِ حق نیز بعونِ تمام — گفت سلامیش علیه السّلام
ریخت بدامانش زبهر گفتنی — گوهرِ ناسفتنی و سفتنی
یافت کرامت بخطابے که خواست — گشت مشرف بجوابے که خواست
جامِ عنایت بصفا نوش کرد — از خودے خویش فراموش کرد
بس که برون بر د وصالش زپوست — فرق ندانست ز خود تا بدوست
راه که پرگم شد ازاں جبرئیل — وہم ملایک نشد آنجا دلیل
عزم ازاں قبله گهِ دل کشید — پیشتر از خویش بمنزل رسید
بس که وے آں راه بسرعت نوشت — پیشتر از رفتنِ خود بازگشت
رفتهٔ و باز آمده دریک زماں — رفتن و باز آمدنش تواماں
چشمِ یقینش چو برحمت فتاد — امتِ بیچاره نرفتش زیاد
هر تحفے کز کرمِ غیب یافت — دامنِ پُرجانبِ امت شتافت
با شرفِ رحمت و تشریفِ جود — گوهرِ اقبال بجیبِ وجود
آمد ازاں مقصدِ مقصود باز — زاد ره آورد باهلِ نیاز
گفتنی آں راکه سزا دید گفت — داشتنی هم بدل اندر نهفت
آب که خود خورد ازاں زمزمه — قطره چکانید بکامِ همه

قطرهٔ او چشمهٔ والا شده　　چشمه چه گویند که دریا شده

ای شبِ تو روشنیِ روزِ ما　　نورِ رخت شمعِ شب افروزِ ما

تو شده مخصوص بعونِ خدای　　عونِ تو مارا بخدا رهنمای

بنده بسه حاجت بتو امیدوار است　　وان باجابت رسد امیدوار است

اوّلش این کین سخنم درپذیر　　ورنه زلاهست گرفته مگیر

آن دومیش گرچه نه اندر خورم　　سوی خودم خوان و مران از درم

سومیش آنست که انجام کار　　دست بگیر و بخدایم سپار

مدحتِ شاه که نامش بفلک رفته چنانکه نقشِ آن داغ شده خنگِ فلک را برران

وقت شد اکنون که بجادوگری　　باز کشایم درِ داوری

در قلم از سحر زبان برکشیم　　سحرِ زبان را بقلم درکشیم

برسمن از غالیه بندیم بند　　پیشِ صفِ مورچه ریزیم قند

سلکِ سخن را که درافشان کنیم　　پیشکشِ حضرتِ سلطان کنیم

ای سخن از رشته برون ریز دُر　　وز دُرِ خود کن همه آفاق پُر

زانکه چو بوسم درِ دولت پناه　　تحفه ازین به نبود پیشِ شاه

شاهِ سکندر روش و دارا نشان　　آینهٔ روی سکندر روشان

برجِ شرف چوں فلک از ہفت پشت ہفت فلک خنصرِ او را مشت

با شرفِ ماہ سر افراختہ جائے شرف بر سرِ مہ ساختہ

پشت بہ پشت از دو طرف شہریار ہر طرف از ہر دو طرف تاجدار

در گہر از تاجوران سر بلند بر صفتِ تاج بگوہر بلند

میوۂ دلہائے بلند افسراں شاخِ نشاختش نسبِ سروراں

میوہ کہ آمد چو زبالش ببار میوہ یکے آمد و بالش چہار

نورِ جد از جبہۂ او تافتہ فرِّ جد از فرِّ جدِ خود یافتہ

شمسِ جہانگیر جدِ با فرش اظہرِ من شمس جدِ دیگرش

ناصرِ حق شاہِ فرشتہ سرشت خوئے خوشش نسخۂ باغِ بہشت

جدِّ سوم شاہِ غیاثِ امم حاکمِ فرماں ز عرب تا عجم

ہر سہ جدش کعبۂ ارکانِ جود کردہ دو عالم سہ جدش را سجود

پایۂ شاہی کہ ز مہ برترست کیست کہ ایں پایہ بدو درخورست

شاہِ جواں بخت معزِّ جہاں تاج دہ و تخت ستانِ شہاں

وارثِ اکلیلِ کیاں کیقباد کافسرِ جد فرِّ کیانیش داد

یافتہ از خطبۂ نامش اثر پایۂ منبر بفلک بردہ سر

با ہمہ زاں منبرِ چوں نردباں خطبۂ او بر شدہ تا آسماں

سکۂ نامش چو درم شد درست بلکہ بنامش درم از خاک رست

تا زکفش یافت زمین کیمیا — رست زر از خاک بجائے گیا

گل کہ بروید ز زمیں سرخ و زرد — تنکۂ زرداں کہ کفش تخم کرد

سکۂ زر ریخت بروے زمیں — گرچہ کہ رو زرد شدہ زر از زمیں

در کفش از سکۂ ضربِ کرم — کوفتگیہاست بروے درم

سکہ چو از مہر درم ساز کرد — بخششِ او مہرِ درم باز کرد

گر جدِ والاش زبہر کرم — کرد یکے را دو عیارِ درم

بیں کہ عیارِ درمش تا چہ شد — کز سہ یکے بود یکے راسہ شد

ہر طرفے کاخترِ او رو نہاد — فتح دوید و درِ دولت کشاد

خاکِ درش بر سرِ شاہاں سزاست — خاک براں سر کہ نہ اینش ہواست

چشم جز ایں سرمہ نیارد ازو — کیست کہ ایں چشم ندارد ازو

بس کہ بخاکِ درِ او گاہِ بار — چشم نہادند سراں صد ہزار

سرمہ کہ ہر چشم براں در فشاند — خاک ہمہ گم شد و آں سرمہ ماند

زاہلِ بصر ہر کہ براں در شتافت — خاک طلب کرد وے سرمہ یافت

از سمِ اسپش کہ زمیں کرد چاک — خاک پر از مہ شد و مہ پر ز خاک

خواست کہ پیشش ز سپہرِ بریں — ماہ فرود آید و بوسد زمیں

سوئے فلک رفت زمیدانش گرد — ہم فلکِ ماہ زمیں بوس کرد

تیغ زناں گرم شود آفتاب — تا ہمہ آفاق بگیرد ز تاب

نورِ جبینش چو پدید از کمیں | در شده از شرم بزیر زمیں
دشمنِ او را ست ز رفعت مکاں | زیر زمیں چوں زبر آسماں
عزم چو بر کشتنِ دشمن کند | خونِ بد اندیش بگردن کند
گاهِ وغا یک تنه چوں صد سپاه | ملک ستاننده تر از مهر و ماه
بست چو در قلعه کشائی کمر | لعل و گهر ساخت عدو را جگر
سلکِ گهر از دُرِ بحری برش | عبرهٔ بحرین بهائے دُرش
روم بگیرد بگهِ کارزار | تیغِ وے ارزنگ نگیرد زعار
ناوکِ وپیکانش بیغماے وجنگ | ایں ز خطا دور شد او ز زنگ
گر بکمان دست برد چوں هژبر | قوسِ قزح داں که برآمد ز ابر
در کششِ تیر چو شد سخت کوش | زه ز کمانِ خودش آمد بگوش
رشے چو خورشیدِ وے اندر کماں | کوتهیِ روزِ بد اندیش داں
آمده تیرش ز خطا چند ره | لیک نرفته بخطا هیچ گه
تیرِ وے از شیر جهد گاهِ کار | شیر ز تیرش بجهد در شکار
گوے زمیں در خمِ چوگانِ اوست | حالگهِ[۱] بخت بمیدانِ اوست
ایزدش از فتنه نگهدار باد | با وے و با دولت وے یار باد

۱؎ حالگه اے جولانگاه و میدانِ گوے بازی ۱۲

در خطاب شہ عالم چو بسلک خدمتش
آیم و ایں گہر چند فشانم ز زباں

اے سر چتر تو ز اختر بلند	چتر تو از ماہ بیک سر بلند
سود بمہ چتر سیاہ تو سر	در مہ ازاں کرد سیاہی اثر
گوہر آں چتر کہ بر شد بماہ	قطرۂ بارانست در ابر سیاہ
کلۂ گردوں کہ عماری وش ست	بر در قدر تو عماری کش ست
رایت میموں کہ شدہ چرخ تاب	کوس زدہ با علم آفتاب
کوس تو کافاق پر از صیت اوست	جز سخن فتح نگوید بہ پوست
لشکر تو از عدد ذرہ بیش	ہر یک ازاں ذرہ ز خورشید پیش
افسر خورشید بشاہی تو ئی	نے غلطم ظل الٰہی توئی
بارگہت رامت بہنگام بار	مہر سلاحی و فلک پردہ دار
صفۂ کسریٰ کہ تواں طاق گفت	بارگہت را نتواں گفت جفت
قصر ترا برج کمان تیر کش	شمسۂ آں نہ فلک شیشہ وش
مہ کہ در انگیزش رنگ ست چست	نقش گر صورت ایوان تست
بر در تو ہر کہ بہ بند دکمر	غرق شود تا کمر اندر گہر
تیغ برآور کہ بلند اختری	آئینہ برگیر کہ اسکندری

پیشِ سریت کہ شد از چرخ پیش — خندۂ ضحّاک براورنگِ خویش

ازرُخِ خود[1] پیشِ تو خاقانِ چیں — صورتِ چیں کردہ بروے زمیں

کیست فریدوں کہ ببندگہت — می نہند دیدہ بخاکِ رہت

چشمِ سیہ کو کہ نساید براہ — تانکند خاکِ رہت را سیاہ

نامِ تو جم برسرِ افسر نوشت — نیست مرا ورا بہ ازیں سرنوشت

تا تو گرفتی ہمہ عالم بنام — تیغ فروخفت میانِ نیام

جبہتِ تو بارقمِ عدل و داد — لوحِ خدائیست کہ محفوظ باد

عدل چو موئے تو بہر چار سوے — جملہ جہاں بستہ بیکتا رموے

عدلِ تو برسیت بہ نیروئے خویش — گردنِ دہ گرگ بیک موئے میش

تا درِ عدلِ تو جہاں برکشاد — بید نلرزید ز طوفانِ باد

عدلِ تو تا ایمنیِ دہر خواست — نرگسِ رعنا ز زمیں خفتہ خاست

کفر شد از بس کہ خرابی پذیر — دیو نگردد بجسد دیو گیر

ہیبتِ تو تیغِ سیاست بدست — حربہ زد اندر دلِ شیرانِ مست

فتنہ ز بختِ تو نجسپد بسے — بختِ تو در خواب نہ بیند کسے

روشنی از رائے تو گیرد جہاں — چشمۂ خورشید نماند نہاں

خاتمِ جم با ہمہ نقشِ کمال — از تو شد انگشت نما چوں ہلال

---

[1] یعنی خاقانِ چین رُخ خود را پیش تو بر زمین سود و بر زمین نقشِ چین (جبین) پیدا شد ۱۲

نافہ ز خلقت کہ زداز مشک دم ۔۔۔ ہر دو ہم زادہ شد از یک شکم

لیک جزیں فرق نشاید گزید ۔۔۔ کز طرفِ مشک شد آہو پدید

صحنِ زمیں پیشِ تو با ایں وقار ۔۔۔ ماند چو ذرّہ بہوا بیقرار

دَورِ فلک مست ز جامِ تو شد ۔۔۔ دَہر بیک جرعہ غلامِ تو شد

زہرہ بخنیاگریت کرد عزم ۔۔۔ بو کہ ازیں[1] پردہ در آید بزم

خوں شدہ ز احسانِ تو کاں را درو ۔۔۔ وز دلِ صد پارہ بر انداخت خو

موجِ کفت رفتہ بدریائے آب ۔۔۔ آب گذشت از سرِ دُرِّ خوشاب

لافِ نوالت چو ز دریا شنید ۔۔۔ آب ز تیزی لبِ دریا گزید

خود ہمہ دریا ز کفت خاک شد ۔۔۔ چوں کفِ خود حاملِ خاشاک شد

باد مدام آں کفِ دریا نشاں ۔۔۔ ز ابرِ کرم بر سرِ ما دُر فشاں

گشت گہِ بخششِ دُرِّ ثمیں ۔۔۔ ہر غزلم خاصۂ تو خاصہ ایں

غزل

اے زندگانی بخشِ من لعلِ شکر گفتارِ تو ۔۔۔ در آرزوئے مردنم از حسرتِ دیدارِ تو

گر شہد باشد بر زباں یا آبِ حیواں در دہاں ۔۔۔ گفتار میگویم کہ آں نبود دگر گفتارِ تو

معذوری۔ از زلفِ سیہ پوشی بر آں روئے چو مہ ۔۔۔ سیری ندارد ہیچگہ چوں دیدہ از دیدارِ تو

گیرم ترا زیں چشمِ تر دشوار می آید نظر ۔۔۔ بیروں کنم دیدہ ز سر آساں کنم دشوارِ تو

---

[1] ازیں پردہ یعنی پردۂ فلک ۱۲

زیں پس بخوباں ننگرم درکوے ایشاں نگذرم | گر ہیچ یک رہ جاں برم از غمزۂ خونخوارِ تو
درکوئے تو بر ہر درے افتادہ مے بینم سرے | ایں نیست کارِ دیگرے ایں کارِ تست ایں کارِ تو
خواہی نمک زن ریش را خواہی بکش درویش را | ہر چونکہ داری خویش را بربستہ ام در تارِ تو
چوں غم بگفتار آورم یا گریہ در کار آورم | یا رو بدیوار آورم بارے ہماں دیوارِ تو
خواہی کہ بہرِ خندۂ پیش افگنی افگندۂ | اینک چو خسرو بندۂ نو بردۂ بازارِ تو

صفتِ حضرتِ دہلی کہ سوادِ اعظم
ہست منشورِ وی از حرسہا اللہ نشاں

حضرتِ دہلی کنفِ دین و داد | جنتِ عدن ست کہ آباد باد
ہست چو ذاتِ ارم اندر صفات | حرسہا اللہ عن الحادثات
دورش ازانگاہ کہ پُرکار شد | دائرۂ چرخ ز پرکار شد
تا کہ بنا یافت نگنجید پیش | در ہمہ عالم ز بزرگیِ خویش
از سہ حصارش دو جہاں یک مقام | وز دو جہاں یک نفسش دہ سلام
حصنِ برونیش ز عالم بروں | عالمِ بیرونش بحصن اندروں
حصنِ درونیش تو گوئی مگر | چرخ بزیرست و حصارش زبر
گفت حصارِ نو او را سپہر | کاے[1] فلکِ نو بکہن دہ مہر

---

[1] یعنی اے فلکِ نو من بمقابلہ تو کہن ہستم بر من مہربانی دار ۱۲

ہر دم ازاں قلعۂ مینو سرشت　　قلعۂ فیروزہ شدہ خشت خشت

چوں فلکِ ثابتہ ثابت صفات　　نے چو فلکہائے دگر بے ثبات

برجِ فلک آمدہ ثابت سہ چار　　برجِ حصارش ہمہ ثابت شمار

برج بہ برجش درجاتِ سپہر　　گشتہ بگردِ سرِ او ماہ و مہر

کنگرِ او گشتہ زبانِ جملہ تن　　و آمدہ با ماہ ہما در سخن

چرخ نداند در و دیوارِ کس　　تکیہ بدیوار و درش کردہ بس

ملک ز دروازۂ او فتح یاب　　سیزدہ دروازہ و صد فتحِ باب

تا مِ بلندش رہِ بالا گرفت　　تا بختن شد ہمہ یغما[۱] گرفت

گر شنود قصۂ ایں بوستاں　　مکہ شود طائفِ[۲] ہندوستاں

شہرِ نبی را لبِ او قسم　　شہرِ خدا گشتہ ز صیتش اصم

در حقش از چرخ چو دیدم عطا　　گفتم روم ست نگفتم خطا[۳]

قبۂ اسلام شدہ در جہاں　　بستۂ او قبۂ ہفت آسماں

ساکنِ او جملہ بزرگانِ ملک　　گوشہ بگوشہ ہمہ ارکانِ ملک

تختگہِ تاجورانِ بلند　　گشتہ ز اقبالِ شہاں بہرہ مند

گوشۂ ہر خانہ بہشتے شگرف　　گشتہ بصنعت ز رہِ صرف صرف

بر سرِ ہر کو ز بزرگان صفے　　در رفِ[۴] ہر خانہ نہاں فرصفے

---

۱ یغما بمعنی ملک و بمعنی غارت۔ ہر دو موزوں ہستند ۱۲ ۲ طائف طواف کنندہ و نیز شہری ست در عرب ۱۲
۳ خطا بمعنی غلطی و نیز نام ملک در شعر ہر دو معنی درست ست ۱۲ ۴ طاق کہ در پہلوے دروازہ سازند ۱۲

مردم یکخانه و صد خورمی | خانهٔ یک مردم و صد مردمی

صفتِ مسجدِ جامع که چنان ست درو
شجرهٔ طیبه هر سوئے چو طوبی الجنان

مسجدِ او جامعِ فیضِ اِلٰہ | زمزمهٔ خطبهٔ او تابماه
بر سرِ نُه تخت گرفته شهی | منبرش از خطبهٔ بیت اللّٰهی
آمده در وے زسپهرِ کبود | فیض بیک خواندنِ قرآں فرود
غلغلِ تسبیح بگنبد دروں | رفته زنه گنبدِ والا بروں
گنبدِ او سلسله پیوندِ راز | سلسله چوں کعبه شده حلقه ساز
خوانده اہم کعبهٔ دینِ خودش | پیش نشسته حجرالاسودش
بندهٔ سنگش دُر و لعل و عقیق | زو همه آزادیِ بیت العتیق
هر که سعادت بودش رہنمائے | بر درِ او سر نهد آنگاه پائے
در تهِ سقفش زسما تا زمیں | نصب شده جمله ستونہائے دیں
قامتِ خود کرده موذّن دراز | داده اقامت به ستونِ نماز

صفتِ شکلِ مناره که زرفعتِ سنگش
ارّه ئے خنجرِ خورشید شده سنگ فشاں

شکلِ مناره چو ستونے زسنگ | ارّه ئے سقفِ فلکِ شیشه رنگ

سقفِ سما کز کہنی شد نگوں
درتۂ او داشتہ سنگیں ستون

تا سرش از اوج بگردوں شتافت
گنبدِ بے سنگِ فلک سنگ یافت

آنکہ ز زر بر سرش افسر شدہ است
سنگ ز نزدیکیِ خور زر شدہ است

سنگِ وے از بس کہ بخورشید سود
زو زرِ خورشید عیاری نمود

سنجرِ سنگیں کہ ستونِ سپہر
آمدہ از مہر شدہ ہم بمہر

گر نہ خزفِ شد فلکِ شیشہ ساز
از چہ بر آں سنگ بود شیشہ باز

دیدنِ او را کلہ افگندہ ماہ
بلک فتادش گہِ دیدن کلاہ

ماہ نخسپید ہمہ شب تا سحر
کز سرِ سختش خلہ دارد بسر

زاں خلہ ہر بار کہ در ابر داد
برق ز جا جست و دگر جا فتاد

شد چو بلند از شرفِ نفسِ خویش
زد ز بلندی بحق چرخ نیش

بر ملکش سایہ طرف بر طرف
تا فلکش پایہ شرف بر شرف

از پئے بر رفتنِ ہفت آسماں
کرد زمیں تا بفلک نردباں

گردِ سرش کرد مؤذن چو گشت
قامتش از مسجدِ عیسیٰ[1] گذشت

مؤذنش[2] آنجا کہ اقامت کشید
قامتِ مؤذن بنوا اندر رسید

مسجدِ جامع ز دروں چوں بہشت
حوض ز بیروں شدہ کوثر سرشت

---

[1] بیت المقدس ۱۲

[2] مؤذن ظرف از اذان یعنی مکبّرہ کہ موذن براں ایستادہ اذاں می گوید ۱۲

صفتِ حوض کہ در قالبِ سنگین گوئی
ریختہ دستِ ملک زآبِ خضر صوتِ جاں

در کمرِ سنگ میانِ دو کوہ	آب کمر صفوت و دریا شکوہ
ساختہ سلطانِ سکندر صفات	در سدِ کوہ آئینہ زآبِ حیات
تا خضر آبِ خوشِ او نوش کرد	آبِ خوشِ چشمہ فراموش کرد
شہر گرا زوے نبود آب کش	کس نخورد در ہمہ شہر آبِ خوش
آب کہ علّت زبرائے تری ست	تری آں آب زعلت بری ست
در نخورد آبِ وے اندر زمیں	کے بزمیں[1] در خورد آبے چنیں
در تہِ آبش زصفا ریگِ خرد[2]	کور تواند بہ دلِ شب شمرد
موجِ بلندش کہ رسد تا بماہ	باز دہد آب بابرِ سیاہ
سیلِ وے آہنگ بکہسار کرد	کوہ بتر داستے اقرار کرد
چوں مد و جزرش زنشیب و فراز	زآب زکوہ آمدہ و رفتہ باز
چو ترہ و قصرِ بلندش در آب	گشت ازاں ساغرِ صافی حباب
رود بسے زو شدہ تا آبِ جون[3]	چوں زپے آب از و جستہ عون

[1] یعنی آب آں حوض در زمیں نمیرود زیراکہ زمیں لایق ایں آب محترم نیست ۱۲

[2] یعنی ریگِ آب او چناں مصفاست کہ کور ہم درمیانہ شب ذرہائے اورا میتواند شمرد ۱۲

[3] جون دریائے جمن ۱۲

مرغ بہر رودِ ے اندر سرود   رقص کناں ماہی از آواز رود

شیشہ گری[1] کرد بر آبش حباب   شیشۂ خالی وچیاں پر گلاب

باد کہ بروے خطِ زیبا نوشت   نسخۂ ماہیتِ دریا نوشت

عمق درو کار بجائے کشید   کز تہِ او گشتہ زمیں ناپدید

رفت زمیں را چو حجاب از میاں   گشت پدید از تہِ آب آسماں

نیم فلک ہست بزیر زمیں   چوں تہش نیست زمیں آں ہمیں

بسکہ زمیں رفت بہ اہیش   گاوِ زمیں شد خورشِ ماہیش

حوض نگویم کہ جہانے ز نور   نور کز و دیدۂ بد باد دور

گردِ وے از اہلِ تماشا گروہ   دامنِ خیمہ شدہ دامانِ کوہ

نادرہ شہرے کہ بجدش درول   نادرہ زینساں بُود از حد بروں

شہر نہ بل بحرِ عجائب نما   بحر دمے گشت بکوہ آشنا

زاں بہ دلِ کوہ گرفتہ قرار   تا کند اقلیم عدو سنگسار

تا بدو فرسنگ بہ پیرامنش   روضۂ باغ و چمنِ گلشنش

تا فلک از جون بدو داد آب   دجلہ رواں بر دبغداد آب

ہر کہ دریں ملک دمی آب خورد   گشت دل از آبِ خراسانش سرد

بسکہ خنک دید خراساں سپہر   گشت ہمہ سال بر و سرد مہر

---

[1] شیشہ گری فریب دہی ۱۲

گرچہ دریں ملک ہوا ہست گرم   از خنکیہائے خراساں چہ شرم

مہرِ فلک گرم شد اندر رو فاش   گرم ازاں گشت جہاں را ہواش

گل ہمہ سالہ بچمن خوش نسیم   خاک ز گلہا شدہ پُر زر و سیم

ترّیِ صد گونہ بصد برگِ تر   کوزۂ ہر خاک پر آبے دگر

خطِّ ترِ سبزہ بصحرا و کشت   نسخہ گرفتہ ز سوادِ بہشت

میوہ ز ہند و ز خراساں بسے   زانچہ بخوردہ بخراساں کسے

مردمِ او جملہ فرشتہ سرشت   خوش دل و خوش خوے چو اہلِ بہشت

ہر ہمہ نزدیکِ دل و گرم خوں   رفتہ چو جان در تنِ مردم دروں

ہر سرِ مو بر تنِ ایشاں ہنر   و آمدہ در موئے تنگافی بسر

ہر چہ ز صنعت بہمہ عالم ست   ہست در ایشاں و زیادت ہم ست

و ز رقم ہر چہ بر آرد علم   و آنچہ نگنجد بزبانِ قلم

بیشتر از علم و ادب بہرہ مند   و اہلِ سخن خود کہ شمارد کہ چند

ہر طرفے سحر زبانے نو ست   ریزہ چینِ کمترِشاں خسرو ست

چوں ز سخن بگذری آہنگ و ساز   نغمۂ مرغانِ بریشم نواز

زخمہ زنانے کہ بگاہِ سرود   از رگِ ناہید بتابند رود

و از ہنر نیزہ و پیکان و تیر   ہر کہ درآید بنظر بے نظیر

لشکرِیانی ہمہ لشکر شکن   گاہِ وغا غازیِ کافر شکن

پنج هزار از ملکِ نامدار — لشکرِ شاں بیشتر از صد هزار

کوکبه زینگونه کواکب عدد — کانجمنِ چرخ بر دزداں مدد

بر سرِ شاں شاهِ جواں بخت راد — تاجورِ پاک گهر کیقباد

کرد چو در ششصد و هشتاد و شش — بر سرِ خود تاجِ جدِ خویش خوش

ضبط چناں کرد جهاں را زداد — کز کے و جمشید نکردند یاد

گنج برانگونه بصحرا فگند — کز کرم آوازه بدریا فگند

مرتبهٔ عدل چناں بیش گشت — کاتش و خاشاک بهم خویش گشت

بسکه جهانے بزر اندوده شد — لشکر و شهری همه آسوده شد

گرم شد آوازه بگردِ جهاں — جزیه بدرگاه رسید از شهاں

لرزه درافتاد بر ایانِ هند — از حدِ لکهنوتی تا آبِ سند

رفت خبر بر شهِ مشرق پناه — ناصرِ دیں وارثِ ایں تختگاه

کافسرِ او را پسر انباز گشت — واں شرف از وے به پسر باز گشت

گرچه نجُود راه نداد ایں غبار — عاقبتش بود تغیّر بکار

چتر بسر کرد و علم برکشید — ساخته کیں شد و لشکر کشید

لشکرِ مشرق زِ عوَض (اودھ ۱۲) تا به بنگ (بنگالہ ۱۲) — چیره دل و چیره کُش و تیز جنگ

ترکِ خدنگ افگن و سنداں گزا — هر همه شیر افگن و اژدر شکار

تاجکِ[1] گردن کش و لشکر شکن — بیشتری نیزه ور و تیغ زن

---

[1] تاجک نام قوم غیر عرب که بسیار جری مے باشد ۱۲

راوتِ[1] ژوپین زن و خارا شگاف — پشت بپشت از پئے روئے مصاف
خشت[2] زنانے کہ گہِ آزموں — خشت نشانند بسنگ اندروں
پایک بازی گر و موزوں خرام — دادہ ببازی سرِ خود بہرِ نام
پیلِ گراں سنگ سُبک ایستاد — تند چو ابرے کہ رود در روزِ باد
بحرِ رواں لشکرِ دریا نورد — موج زنان آب زمردانِ مرد
ساختۂ جنگ سپاہے چنیں — گشت رواں در پئے شاہے چنیں
تند چو باد آمد ازاں خار خار — از پئے گلگشت بسوئے بہار
راند ازاں جا بعوض بادِ پائے — بادہمی ماند ز سیرش بجائے
در عوض آمد کمرِ کینہ چست — خطبۂ خود کرد بد آنجا درست
شہرِ عوض راہم ازان دستبرد — غارتِ ترکانش بیغما سپرد
زیں طرف آگاہ نہ فرزند شاہ — کز پئے او راند سپہ در سپاہ
نوش ہمی کرد مے از جامِ مہر — بے خبر از گردشِ دورِ سپہر
دورِ خوشی باد مدام از مِیش — ساغرِ مقصودِ پئے اندر پیش
از طرفِ چنگ بہنگامِ نوش — ایں غزلش جائے گرفتہ بگوش

غزل

اے دہلی و اے بتانِ سادہ — پگ بستہ و ریشہ کج نہادہ

---

[1] راوت قومے ست در ہند کہ آں را راجپوت گویند۔ ژوپین نیزۂ کوچک ۱۲ [2] نوعے از شمشیر ۱۲

خوں خوردنِ شاں بآشکارست ۔۔۔ گرچہ پنہاں خورند بادہ

فرماں نبرند ازانکہ ہستند ۔۔۔ از غایتِ نازِ خود مرادہ[1]

نزدیکِ دل آنچنانکہ جاں را ۔۔۔ برداشتہ گوشۂ نہادہ

جائے کہ برہ کنند گل گشت ۔۔۔ در کوچہ دمد گلِ پیادہ

آسیبِ صبا رسید بر دوش ۔۔۔ دستارچہ بر زمیں فتادہ

شاں در رہ و عاشقاں بدنبال ۔۔۔ خوناب ز دیدہا کشادہ

ایشاں ہمہ بادِ حسن در سر ۔۔۔ و اینہا ہمہ دل بباد دادہ

خورشید پرست شد مسلماں ۔۔۔ زیں ہندوگانِ شوخ و سادہ

کردند مرا خراب و سرمست ۔۔۔ ایں مغ بچگاں تاک[2] زادہ

بربستہ شاں بموئے مرغول ۔۔۔ خسرو چو سگیست در قلادہ

صفتِ فصلِ دے و سردیِ مہرِ شہِ شرق
وآمدنِ تیغ کشیدہ زپئے ضبطِ جہاں

شاہِ فلک چوں بکماں دست برد ۔۔۔ تیر[3] مہ اقلیم بسرما سپرد

گشت چو کیخانہ کمانِ سپہر ۔۔۔ داد سپہر آتشِ تیزش زمہر

قوس ہمی گشت نمی ایستاد ۔۔۔ زاں فلکش آتشِ خورشید داد

---

[1] مرادہ سرکش ١٢ [2] تاک اے قوم تانک ١٢ [3] تیر مہ و تیر ماہ بلقب پارسیان مدت ماندن آفتاب در برج سرطان و خریف را نیز گویند ١٢

بسکہ زخورشید شد آتش نشین | گشت ہمہ خانۂ[1] قوس آتشین
زالِ جہاں چرخ زدن کرد ساز | داد بشب رشتہ بغایت دراز
رشتہ زتطویلِ ہمہ خورد پیچ | ماندہ تقصیرِ درازیش ہیچ
بندہ بسے دید کہ شب کم نگشت | گرچہ کہ ہر شب مہ کامل گذشت
گم شدہ روز از شبِ بے منتہا | خواند ہمی از پئے خود والضحیٰ
روز چناں تنگ مجال آمدہ | کش بگہِ چاشت زوال آمدہ
خنجرِ خور یک نقط از خطِ شب | کرد حک و روز نہادش لقب
بستنِ یخ بود بہر بوستاں | گرچہ نشد برف بہندوستاں
از عملِ عالمِ پر انقلاب | نقرۂ خالص شدہ سیمابِ آب
داشت چمن بادِ خنک دیوانہ بند | جوئے ہمی داد بدیوانہ سنگ
آب ز آہن شدہ زنجیر تاب | بلکہ ز آہن شدہ زنجیرِ آب
ہر کہ کہ در سلسلہ کاری نشست | سلسلہ گم شد و دیوانہ جست
چشمہ ز بے سنگیِ خود می شتافت | گشت گراں سنگ ز سنگی کہ یافت
آب کہ صد شیشہ نمودے ز دست | سنگ شد و شیشۂ خود درشکست
بستہ جہاں بندِ مسلسل برآب | داد کلیدش بکفِ آفتاب
قطرہ کہ از ابر چکاں برہوا | مہرۂ بلور شدہ درہوا

---

[1] برج قوس مزاج گرم خشک دارد لے نقطہ آتشین ہست ۱۲

بستہ ہوا بر دلِ آب از عمل　　عقدۂ مشکل کہ نمی گشت حل

سکۂ دے کردہ بضربِ کیاں　　نقرۂ فزوں در درمِ ماہیاں

باد کہ بر آب ہمی زد قلم　　آب چو شد تختہ بماند از رقم

گر دے دیوانہ جنوں در گرفت　　باد ز آب ارچہ رقم بر گرفت

دانہ بعہدے کہ نرست از گیا　　آب شد از گردشِ دور آسیا

گشتہ غدیر از تہ بط نقرہ سائے　　زو بطِ رز پائے شدہ نقرہ پائے

حوض کہ دورش بہ تسلسل نشست　　دور دے از نقشِ تسلسل نجست

چونکہ شمر[1] سلسلہ در پا فگند　　کرد ہوا سلسلہ را تختہ بند

آب رواں شد گرہِ ناکشاد　　روئے زمیں آخورِ سنگیش داد

صفتِ آتش وآں گرم رویہاش بدی
کہ شب و روز بود شمعِ دل و میوۂ جاں

آتش از انجا کہ بدل جائے کرد　　دود بر آمد[2] ز نفسہائے سرد

گرچہ زبر دستِ عناصر نشست　　گشت بسر ہا ہمہ را زیر دست

بسکہ جہاں سوزی وگرمی نمود　　چوب چناں خورد کہ بر خاست دود

دود کز سوختہ در تفّ و تاب　　بر شدہ بر ابر بامّیدِ آب

---

[1] شمر بفتحتیں حوض خورد یعنی از کثرت برف حوض منجمد بود و ہوا سلسلہ موج را تختہ بند کرد بود ۱۲

[2] دود بر آمدن ہلاک شدن ۱۲

در همه تدبیر شده پخته کار　　خلق و جہاں گشت ازو پخته خوار

پخته بسے گشته ازو دیگ مرد　　دیگ بسے پخته ولے خود نخورد

گاه بهر خانه وطن ساخته　　گاه بسے خانه بر انداخته

بسکه زباں آوری آموخته　　جمله جہاں را بزبان سوخته

تیغ زباں را چو گرفته بدست　　روئے ازو تافته هر کس که هست

ذرّهٔ او سوئے هوا در شتاب　　ذرّه که گردد بدمے آفتاب

تیز چو شد خنجر آں گرم خوے　　پشت ندیدش کس ازو هیچ روے

گاه گل شمع شده در ضیا　　گاه شده فاکهةٌ[۱] فی الشتّاء

هندو ازو سوزش تن دید سود　　پیشترش گرچه پرستش نمود

هر که شد از دون خدا قبله ساز　　سوخته گردد هم ازاں قبله باز

آب که زو جوشش بسیار دید　　کشتن او مصلحت کار دید

کرّهٔ ناری نسب و نامدار　　گام نزد تا نشدش باد یار

کرّه که چوں باد روانه شده　　گاه شدن خانه بخانه شده

کرّه که هر بار طبق پخته کرد　　سوخته شد دم بدم و چوب خورد

لیک اگر جست بروں ناگهاں　　گرم چو خورشید گرفته جہاں

بس که درو یافت لطافت اثر　　نامده کیفیت او در نظر

---

۱ در حدیث آمده است النّار فاکهة فی الشتاء یعنی آتش میوه است در سرما ۱۲

شمع اگر کشته شد و او داد جاں   زندہ نشد تا کہ نداد او زباں

نور چراغے کہ بشب داشت پاس   گشتہ بہر خانہ از ور دشناس

سود کلاہِ سہیش سر سیاہ   کو ز دخاں یافت کلاہِ سیاہ

ہر کہ دمے ز و شدہ عیسے قدم   زندہ کناں آتشِ مردہ بدم

شعلہ کشاں از سرِ آتش زباں   شقہ بہر پشت شدہ پشتیاں

خلق ز پیش آتش و پنبہ زپس   خود بمیاں ماندہ چنیں دید کس

ہر کہ ز پوشش مددِ پشت یافت   روئے خود از آتشِ خورشید تافت

پوششِ شاہانہ خز و آبِ رز   خاصہ گہ پوششِ ایّامِ خز

سیمبراں بستہ بگاہِ سلب   گردنِ[1] مہ راید والِ قصب

آب تنک شد ز تری بہرِ ماں   تا بگلو یار مراہر زماں

لرزہ کناں برتن خوباں حریر   چوں گلِ نسریں بلبِ آبگیر

حوض ۱۲

پیرہن از پشت بتانِ چو ماہ   شعرِ سیہ در تہِ جعدِ سیاہ

تار بباریکیِ مو تافتہ   بافتہ و شعر لقب یافتہ

تن ز کتاں در لت و با لرزہ بار   لت کہ کند برتنِ خود اختیار

شقہ دیبا بر زیبا شدہ   سیم براں صورتِ دیبا شدہ

اطلس رنگیں کہ ز خوں آمدہ   آتشے از دود بروں آمدہ

---

[1] یعنی گردن خود را از گلوبند بستہ بودند از مہ مراد چہرہ است ۱۲

قُرطه شده بر تنِ چون سیم ناب　　غرقهٔ خون گشته از دو آفتاب

در کُلهِ شده تنند ز مقیم　　خاستهٔ مو بر تن تند ز بیم

قاقمِ انگشت نما پشت دست　　بر دهنِ وے زد و بر هم شکست

رقّت بقاقم بتِ سنجاب سای　　موئے ز قاقم نخلیدش بپای

شانه بران مو چو زبان آوران　　رفت و بلغزید زبانش دران

شانه زده موئیش نا بافته　　شانه ز پشتِ ملکان یافته

زانکه همی مو گرهِ مو نخاست　　کز گره موئے ز پهلو نخاست

از همه پیوند درونی سمور　　از دمِ سنجاب نمی گشت دور

سوزنِ موسینه شده حُلّه توز　　موئے تنگانی شده موئینه دوز

دست کشیده همه در آستین　　کرده مه دے همه را پوستین

موئے بمو مفلس موئینه دوست　　گرگ تنگانے شده در زیر پوست

قاقم و سنجاب بمنعم رسان　　بُرد گلیمے ببرِ مفلسان

بُرد خطی و قلمے دم بدم　　کرده بهم دعوی خط و قلم

بس که خطے در هنرِ خط فزود　　پیچشِ بسیار بکاغذ نمود

از خطِ او هیچ کژی بر نخاست　　کش نیٔ جدول بقلم کرد راست

وان قلمے زان خطِ نو بافته　　داغِ خطا بر سرِ خسر یافته

زیر گلیمے شده هر کس مقیم　　آمده مردان همه زیرِ گلیم

هر کہ بشب کرد گلیمی فراز — کرده باندازهٔ آں پا دراز

وانکہ زاندازه بروں برد پای — سردی ایام نمودش سزای

این شده پشمین زگلیم درشت — شقہ[1] شده او ز پی پنبہ پشت

گشتہ بہم پنبہ و پشم آشنا — گرچہ بود پشم ز پنبہ جدا

دکدک دندانِ برہنہ تناں — چوں شغبِ پر چوبکِ چوبک زناں

گرم شده از نمدِ جامہ مرد — مردمِ بی جامہ بجا گشت سرد[2]

بو کہ ز سرماش رہاند خدای — لرزه گرفتہ ہمہ را دست و پای

زانوی مردم بشکم در شده — آئینہ و شانہ برابر شده

دست بکش[3] مردمِ مفلس زباد — کش خنکی دست کشیدن نداد

ہر کہ طلب کرد ز خورشید تاب — گرم روی کرد برو آفتاب

تافت جہاں رشتۂ صبح از سپہر — دوخت بسی جبۂ[4] مسکیں ز مہر

مہر نما چرخ بہر مہر جوی — ہم ز پسِ پشت ہم از پیش روی

بس کہ شده پرستش خورشید گرم — پشت بدو داده ہمہ کس ز شرم

شب بچنیں وقت برآہنگ می — رخش طرب کرده رواں پی بپی

باده ہمی خورد ولی خورد غم — عیش ہمی کرد ولی کرد کم

---

[1] از بسیارے پنبہ پشت ایشاں پنبہ شد گویا کہ پشت ایشاں عین پنبہ شده بود ۱۲ [2] یعنی ہلاک شد ۱۲

[3] مفلس دستہا در بغل خود کرده بود زیرا کہ سردی اورا اجازت دست از بغل کشیدن نمیداد ۱۲

[4] قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الشمس جبۃ المساکین ۱۲

ریختہ ساقی مے رنگیں بجام — می زلبِ شاہ رسیدہ بکام
درخز و دیبا ہمہ دیوارِ قصر — صورتِ دیبا شدہ شاہانِ عصر
تاجوراں غرقۂ دُر تا بسر — منطقہ بنداں بگہر تا کمر
محرمِ خلوت شدہ خاصانِ شاہ — خرگہِ خورشید شدہ پُر ز ماہ
عیشِ مدام آمدہ فرزانہ را — دَورِ نشاط آمدہ پیمانہ را
ہر ہمہ را سرخوشیِ از شراب — دوست شدہ سرخوش و دشمن خراب
امن پدید آمدہ در چار سوے — فتنہ ز ہر شہر و دہے کردہ روے
چرخ ز بیداد عناں تافتہ — مملکت از ظلم اماں یافتہ
ضبط شدہ روئے زمین زیرِ تیغ — ہمچو غبارِ زمیں از آبِ تیغ
خنجرِ شہ قطرۂ آبے شمار — قطرہ کہ بنشاند زمیں را غبار
تا کہ ازانجا کہ جفائے جہانست — قاعدۂ دولتِ شاہنشانست
گرم شد آوازہ کہ خورشیدِ شرق — تافتہ شد بر خطِ مغرب چو برق
ناصرِ دنیا شہِ کشور کشائے — تیغ برآورد بکیں کرد رائے
راند ز لکھنوتی و دریاے ہند — تا سپہش گرد برآرد ز سند
بیں کہ سپہرش چہ تمنا نمود — کاب فرو میل بہ بالا نمود
قوتِ سیلے بنود تا برود — آب بہ بالا نرود از فرود
سوئے سوادِ او دہ آمد چو باد — گرد حک از خنجرِ تیز آں سواد

چند ہزارش ز سوارانِ کار — تیغ زن و کینہ کش و نامدار

ہر ہمہ یکدل شدہ گرد دست برد — جاں بسپارند بگاہِ سپرد

نیزہ ورانے بسناں در مصاف — در شبِ تار از سرِ کیں موشگاف

پا پیک یا زندہ بروں از قیاس — پُر دل و خالی دلِ شاں از ہراس

بر سرِ خود تیغ بہ بازی کشاں — یافتہ بازی اجل از تیغِ شاں

اطلسِ خوں دادہ ز شمشیرِ کیں — جامگیِ زرد قبایانِ چیں

بیلک ترکانِ شکاری شکر[1] — دم بدم آلایشِ خونِ جگر

کشتنِ گاؤمیش بدشتِ فراخ — در کفِ شاں داد کمانہائے شاخ

پیش کماں شاں شکمِ گاؤمیش — زخم بسے خوردہ ہم از شاخِ خویش[2]

بحرِ رواں تیز ز غایت بروں — آمد و نامد بنہایت دروں

قصرِ روانے چو سپہرِ ارجمند — از قدمِ شاہ شدہ سربلند

تن ز نہنگیش فزوں آمدہ — وز دہنِ مار بروں آمدہ

لاہرہ زیں بارگہِ سرفراز — چار طرف کردہ درِ خویش باز

بتوہ یکے خانہ عمارت بر آب — نا شدہ از آب عمارت خراب

لور یکے ماہیِ دُم در ہوا — ماہیِ چوبین و بآب آشنا

چند صف آراستہ پیلانِ مست — روئے زمیں در تہِ پا کردہ پست

---

[1] بیلک نوعی از تیر و شکر مخفف شکرہ کہ جانورے ست شکاری ۱۲

[2] شاخ خویش. کماں کہ از شاخ گاؤمیش ساختہ بودند ۱۲

هر یک ازاں پیل حصاری زعاج — بستہ ز آفاق بدنداں خراج

حملہ چو بر کوہ برند از ستیز — کوہ قیامت کند اندر گریز

خشکی و تری ہمہ لشکر رواں — از شہ و خان و ملک و خسرواں

در بر و بحر از سپہ خشمناک — غلغلہ در بحر و تزلزل بخاک

قلبے ازیں گونہ برآراستہ — تیغ شدہ خوں ز میانِ خاستہ

آمدہ اقصائے اودھ در گرفت — واز ہمہ تسلیم سراسر گرفت

نیست شب و روز جز اینش سخن — کایں منم اسکندرِ دارا شکن

گر پدرم رفت جہانباں منم — وارثِ اکلیل سلیماں منم

تا سرِ من در خورِ افسر بود — سر کہ نہد تاج کرا سر بود

ہر کہ ز دعویِ من آید بقیل — سر کشمش چوں دبہ در پائے پیل

مردمک دیدۂ من کیقباد — کافسر جد فرّ بزرگیش داد

گوہرش از نسبتِ من روشن ست — کاں گہر از مہرۂ پشتِ من ست

گرچہ جہانگیر شد و تاجدار — نیست جہاندیدہ تر از من بکار

تختِ پدر گر نہ پئے پائے من ست — ہر ہمہ دانند کہ جائے من ست

جائے خود از بخت بود رہنمائے — تا نہ ستانم نہ نشینم ز پائے

مہر غیاثے کہ بہیں سکہ گشت — از خط نامم نتواند گذشت

حاصلِ ایں حادثہ کامد پدر — شاہِ جہاں یافت پیاپے خبر

کرد اشارت کہ دلیرانِ رزم — ساختہ دارند ہمہ سازِ عزم

گفت بخازن کہ ندارد نگاہ — سیم قراری[1] ز قرارات خواہ

خرج و قرارات بہم ضم کنند — کارِ حشم زیں دو فراہم کنند

خازنِ شہ کرد درِ گنج باز — گشت حشم ہم بدرم دل نواز

گشت چو لشکر ز زر آراستہ — یافت بسے خواستہ ناخواستہ

بیدرمی شد ز کفِ مرد سلب — گشت درم از سر و پا مرد قلب

نامہ فرستاد بہر کشورے — خواند ز ہر شہر و ولایت سرے

جمع شدند از امرائے دیار — از شہ و خان و ملکِ شہریار

تیغ زنانِ ہمہ اقلیمِ ہند — نیزہ گذارانِ نواحی سند

عرضہ طلب کرد شہِ سرفراز — خامہ سر مجبرہ را کردہ باز

در قلم آمد ز یل و پہلواں — یک لکہ آراستہ بر گستواں

مردم و یک اسپ بکارے نبود — پاپیک و افغاں بشمارے نبود

لشکرِ ایں مہر ستارہ سوار — باد چو ذراتِ ہوا بے شمار

چاکرِ او گشتہ سکندر برزم — ساقیِ او خضر بہنگامِ بزم

بندہ زیادش ہمہ حال شاد — ویں غزل از حالِ منش داد یاد

غزل

شد ہوا سرد کنوں آتش و خرگاہ کجاست — بادۂ روشن و رخسارۂ دلخواہ کجاست

---

[1] سیم قراری مشاہرہ مقررہ و قرارات خواہ سپاہی ۱۲

روشن اینک دل دمے گریۂ خونیں تنِ من
خرگہِ گرم ولے ماہِ سحر گاہ کجاست

وے ہمی رفت و زبس دیدہ کہ غلطید بخاک
گفت یارب کہ کجا پاے نہم راہ کجاست

ہر شب اے دیدہ کہ بر چرخ ستارہ شمری
جانِ من عزم سفر کردہ بگو ماہ کجاست

ماہِ من کور شد ایں دیدہ ز بیداریِ شب
آخر از زلف نپرسی کہ سحر گاہ کجاست

گفتی از طرۂ کوتہ شبِ تو روز کنم
اے بریدہ سر آں طرۂ کوتاہ کجاست

من برانم ز زنخدانت کہ در چہ افتم
یکزماں ترک[1] زنخ گیر و مگو چاہ کجاست

پیش ازیں کردمی از آہ دلِ خود خالی
دل کرا ماند کنوں طاقت آں آہ کجاست

عزم حج دارد خسرو ز پئے توبہ عشق
توشہ اینک غمِ دل بارگہِ شاہ کجاست

جنبشِ شاہ ز دہلی ز پئے کینِ پدر

گشتن آغازِ غبار و شدنِ مہر نہاں

روز دو شنبہ بگہِ چاشتگاہ
در مہ ذی الحجہ بپایانِ ماہ

رایتِ منصور ببالا کشید
ماہ علم سر بثریا کشید

شاہ شد از خانۂ دولت سوار
خانۂ دولت شد از و بختیار

کوکبۂ چوں فلک آراستہ
ماہ علم تا بفلک خاستہ

صف شکناں صف زدہ در پیشِ شاہ
انجمنے ساختہ بر گردِ ماہ

---

[1] ترک زنخ عبارت از ترک گفت ۱۲

زاں صفِ انجم کہ مہیا شدہ / مہ بشرف گاہِ ثریا شدہ

نورِ علمہا کہ بگیہاں گرفت / آتشے گوئی بہ نیستاں گرفت

(برقِ نیزہ) خواست کہ افتد بزمیں چرخِ پیر / لیک شدش چوبِ علم دستگیر

پرچمِ بیرق کہ بگردوں رسید / در رخِ مہ کرد محاسن پدید

از شغبِ کوس دمے کاندر وست / گاوِ زمیں را خلل آورد پوست

دمدمۂ کاسہ بآوازِ خوش / کوس زدہ با فلک کاسہ وش

نیزہ کہ بر چرخ سر افراختہ / تیرِ فلک خانہ زنی ساختہ

بسکہ زمیں شد ز علم سایہ دار / ماند چو سایہ[1] زدگاں (عطارد) بیقرار

ہیکلِ فیلاں بزمیں خم فگند / زلزلہ در عرصۂ عالم فگند

زاں ہمہ دنداں کہ بلا سنج بود / روئے زمیں رقعۂ شطرنج بود

از حشم و پیل دراں پیل مال / حشرِ جسد ثابت و سیرِ جبال

جنبش اسپاں ز سم خاراشگاف / لرزہ در افگند زمیں را بناف

از روش اسپ بگام فراخ / گاوِ زمیں را شدہ سر شاخ شاخ

واز اثرِ نعل بصحرا تمام / خاک پر از نون[2] شدہ و عین و لام

ہر یک ازاں کوہ تناں چو پیل / رقص ہمی کرد بہ بانگِ صہیل[3]

گرد سواراں کہ بخورشید جست / قطرہ بر چشمۂ خورشید بست

---

[1] سایہ جن و پری وغیرہ ۱۲ [2] یعنی از نعل اسپاں بر زمیں نشانہائے نون و عین و لام بودند صنعت این است کہ در نعل ہمیں سہ حرف است ۱۲ [3] صہیل آواز اسپ ۱۲

بلک ازاں گرد سرا فراشتہ — چشمۂ خورشید شد انباشتہ
نے خود ازاں گرد کہ بر شد بمہر — گشت[۱] جزیرہ بمحیطِ سپہر
شاہ براں سوئے چو کشتی براند — کشتیِ ماہ آمدہ بر خشک ماند
شاہ فلک رفعت و خورشید تاب — زیرِ علم چوں بشفق آفتاب
گرد رہش کاں ببصر شد دلیل — سُرمۂ ہر چشم شدہ چند میل
گردِ وے از خاصگیانِ سراں — موج چو دریا زدہ از ہر کراں
موئے شگافاں بکماں بستہ زہ — زہ زدہ ابروئے کماں را گرہ
ترکش پُر تیر کمر بستہ تنگ — شیر نیستاں شدہ از بہرِ جنگ
پیشِ رکاب از روشِ تیغِ تیز — سوئے عدم کردہ سلامت گریز
گردنِ از ہیبتِ تیغِ یلاں — نے بزمیں بود و نہ بر آسماں
تیغِ برہنہ کہ بپوشید دشت — برہنہ را بیں کہ چہ پوشندہ گشت
تیغ نہ بلکہ آتشِ پولاد خیز — بر دلِ سنگینِ عدو گشتہ تیز
تیز زباں ہندیِ سر در میاں — طرفہ بود تیزیِ ہندی زباں
گرد بگرد شہ والا گہر — حصن بلارک شدہ سر تا بسر
در صفِ تیغ آں تنِ آراستہ — چوں گلے از سوسنِ تر خاستہ
پیشِ سپہ روشنیِ دور باش — داد جگر گاہِ عدو را خراش

---

[۱] یعنی گرد دریاے فلک از گرد سم اسپاں جزیرہ (ٹاپو) پیدا شد ۱۲

زیرِ علم آن شهِ خورشید تاب | بود یکے سایۂ وصد آفتاب
لشکرِ انبوه بهم بسته صف | غرق عرق گشته سواران ز تف
کوکبۂ زین نمط انجم[۱] شمار | رفت برون با عَلَمِ شهریار
نصب شد اعلام مبارک اصول | گرد سراپرده بسیری[۲] نزول
دامنِ دهلیز[۳] بریشم طناب | بر شده زان رشته ببامِ سحاب
میخ که شد دُور تر از دامنش | رفت فرودِ زمین از سرِ زنش
بارگهِ شاه در آن بوستان | روی ظفر داشت بهندوستان
چار ستون بود بر رسمِ شهان | در خمِ دهلیز جهان در جهان
عزمِ معز بیش بنا شش نهاد | خانه ز تربیع بتسدیس داد
بارگهی را دو ستون رسم بود | شاهِ یگانه دو دگر در فزود
چار ستون بارگهِ عرش سای | عرشِ دوم گشته بدان چار پای
شیر سیه شد ز سرِ بارگاه | خانۂ خورشید گذرگاهِ ماه
از اثرِ هیبتِ شاهِ دلیر | لرزه همی کرد ز هر باد شیر
کوشکِ لعل و سیه شد بلند | هر یک از آن سایه بگردون فگند
لعل چو آتش سیهش همچو دود | سوخته زین هر دو سپهرِ کبود
هر دو دو برجِ مه و خورشید تاب | گرچه بیک برج بود آفتاب

---

۱ یعنی لشکر کثیر بعددِ ستارگان بود ۱۲ ۲ نام مقامی ۱۲ ۳ نوعیست از خیمه ۱۲

خرگهِ زرّیں که درآمد بهش چنبرِ مه شد کمرِ خرگهش

بود چو داخل بزرگیِ علم گشته پیاده ز شکوهش حشم

هر که درون زد قدمِ دلدلش راند به نیزهٔ علم داخلش

میمنه بر تلپسته زد یکسره بود میان اندپسته میسره

نام مقام ۱۲ — نام مقام ۱۲

پیلِ گران سنگ بهاپور بود قلب چو دریاش درآمد بجود

پیش بهاپور بقدرِ سه میل سنگِ گران سرمه شد از پایِ پیل

پایگهِ خاص بسیری رسید سبزهٔ تر بر سرِ سبزی رسید

خیمه ز هر سوی بیک پای خاست چار وتد گشت بیک قطب راست

دائرهٔ خیمه چو پرکار گشت نقطهٔ خاکی بمیانش نشست

خیمه پر از گل چو گلستان نمود وز گلِ او دشت چو بستان نمود

دائرهٔ خیمه بسیری قطار ابر فرود آمده در مرغزار

بس که دران گلشن مینونشان شاه شد از ابرِ کرم دُرفشان

هر که درین سبزه نظر درگرفت قطره طلب کرد و گهر برگرفت

یک شبی آن جا بخوشی گام راند خورد مئے روشن و گوهر فشاند

روزِ دگر صبح چو ضحاک شد مارِ سیه در شکمِ خاک شد

داورِ جمشید نسب کیقباد تاجِ کیان بر سرِ والا نهاد

سرو جوانیش که شد میوه دار شاخِ کرم گشت و درآمد بهار

تختِ شہی کرد سلیماں پدید — خلق چو موراں زدو سو صف کشید
فرق نہادند سراں بر زمیں — خاک شد از فرق سراں تاج چیں
خلق دو سو صفِ ادب ساز کرد — باربک آمد شدن آغاز کرد
یافتہ چوگانِ زر از دستِ شاہ — حالِ کساں گفت دراں حال گاہ
حاجبِ خلقے چو دراں فتح باب — گشت مشرف بشکوہِ جواب
رخش طلب کرد شہِ تاجور — رفت زیک تخت بہ تختِ دگر
خانۂ زیں منزلِ خورشید شد — سر و ہمسایگیِ بید شد
عزم بروں کرد شکار افگناں — بر دلِ خورشید غبار افگناں
روے زمیں گشت پر از یوز و باز — ہر ہمہ آہوکش و نخچیر ساز
اشکرہ را گشت ہمیں دستگاہ — از ہنرِ خویش زبر دستِ شاہ
چوں ہنر از عیب فراواں شود — مرغ زبر دستِ سلیماں شود
واے بر آں آدمیِ بے خبر — کو کم ازاں مرغ بود در ہنر
باز ز دستِ ملکاں می پرید — چوں نہ پرد ہر کہ چناں جاے دید
خفت چو خرگوش بخوابِ دراز — جست ز خواب از خلۂ چنگِ باز
سار و کلنگے کہ نوا می گرفت — چرغ خود آں را بہوا می گرفت
مرغِ ہوا جملہ سیہ‌چشم[5] برد — صیدِ زمیں پیشِ سیہ گوش مرد

۵؎ سیہ‌چشم پرندۂ شکاری ست ۱۲

هرچه ز بالا فرود نمود — یک سیه چشم
بود چو خورشید ولایت فروز — گشت کنان تا گه
چشمهٔ خورشید چو شد گرم رو — گردش نو هوس
رفت بکیلو کهرے وادی عون — از مدد دست چو
قصر شد از فرش شهی ارجمند — چون فلک از منه

صفتِ قصرِ نو و شهرِ نو اندر لبِ آب
که بود عرصهٔ رفرف[1] چو رفِ آن ایوا

قصر بگویم که بهشتی فراخ — رو فتهٔ طوبیٰ در
با چمنِ هشت درش در یکے — با فلکِ هفت ته
بامِ سفیدش بفلک سود سر — گرد بخورشید
پایہ چو مهتاب بیامش نهاد — گشت[2] ز دور ا
رفت درونِ درِ او آفتاب — وقف زمین کرا
رفت صبا زان درِ دیوارِ خس — گفت ندانم د
ره بسوے روزنِ او جست ماه — هیچ ندا داو لب
بانگ گشاده درِ او دم بدم — رفتهٔ بدر بند
مقام

---

[1] رفرف بالش ها و بساط ها ے گرانمایه و تختے که رسول صلعم را بسوے خدا
[illegible] [2] یعنی از [illegible]

باد ربارِ شش و جہاں پیشِ او — قلعۂ شہر و رشدہ در پستِ او

از شرفِ پایۂ او نرد بال — پایۂ سایہ شدہ بر آسمان

کالبدِ چرخ بجنبش یکے ست — خشتِ زمیں کالبدِ بیش نیست

آئینہ گشتہ زگچ صاف خشت — دیدہ را و صورتِ خود رہشت

ہرچہ کہ در آئینہ بیند جواں — پیر دراں خشت بہ بیند ہماں

ہرچہ کہ نقاش بیکسو کشید — عکس بدیوارِ دگر شد پدید

نیست درو حاجتِ نقش از صفا — بس کہ شدا ز عکس کساں رونما

نقش بلندش بہوا خامہ راند — تختۂ سقفش بفلک باز خواند

دیدۂ بد مردم ازاں جائے خویش — تیر بسے خوردہ زہر تیر کیش

قطرہ برآں بام نیفتاد تیز — ابرِ گریزندہ زباراں گریز

شکل ستونش بمقامِ ستاد — قصرِ ارم را شدہ ذات العماد[چھجہ ۱۲]

گشت چو جاروب و خاک روب — کز ز سیخش ہمہ کس سرمہ چوب[۱]

طرفہ عروسی شدہ آراستہ — آئینہ از آبِ رواں خواستہ

چون کز و گشت حبابے عیاں — قصر نمود از تہِ آبِ رواں

ہمچو دو آئینہ مقابل ز تاب — آب درو عکس نما او در آب

عکسِ ویش مثل نیارد دگر — گرچہ کہ سر زیر کند یا زبر

---

[۱] سیخ (تیلی) ، سرمہ چوب — لے چوب سرمہ یعنی سلائی ۱۲

طاق بلندش بفلک گشت جفت — حاصلِ او شد فلک اندر نهفت

کنگرِ طاقش بزبانِ دراز — پیشِ فلک گفت سخنهاے راز

سنگِ سفیدش که شده برسپهر — آمده از مهر و شده همسپهر

یکطرفش آب و دگر سوے باغ — باغے و آبے زدو سویش بلاغ

آبی ازاں باغ برو ماند زرد — باغ ازاں آب بجا گشت سرد

بازی[۱۲]

شاخ بهر بار گهے کرده راه — جایگهِ بار شده بارگاه

شه چو دراں خلدِ بریں جائے کرد — خرّم و خنداں بطرب رائے کرد

بازیے بُرد کفِ زرفشاں — کرد پر از زر کفِ ساغرکشاں

باده کشاں باز کشیدند صف — گشت مئ لعل درافشاں زکف

رودزناں از سینه بروں برد صبر — آبِ چکاں دست چو باراں زابر

بس که شد او مست زآوازِ خویش — ریخته از پرده بروں رازِ خویش

چنگ زسر گشته تواضع نمائے — بادِ تکبر بسر افگنده نائے

زخمه چو نولِ کبا در رودِ چنگ — راه چکاوک زدو بانگِ کلنگ

مرغک و صد مرغِ دگر در صفیر — بر همه مرغاں شده گنجشک میر

شاه دراں زمزمهٔ نائے و نوش — بحرِ کفش گشت چو دریا بجوش

دست ندیمے که ورق برگرفت — مهرهٔ کاغذ بگهر در گرفت

بر ربطِ مطرب که نوا بر کشید — تارِ بریشم بدُر اندر کشید

گشت بدنبالِ حریف از زوال | قامتِ مه بدره کشتی چو هلال
بس که بمی شد کفِ شه گنج سنج | بیش در آفاق نگنجید گنج
موسمِ دی جمله بعشرت گذاشت | ز آتشِ می مجلسِ خود گرم داشت
باد همه وقت خوش و شادکام | کس نه زبردستِ وی الا که جام
مه بجنیبت کشیِ عزمِ او | زهره بخنیاگریِ بزمِ او
همتِ عالم بوفا جوئیش | خاطرِ خسرو بثنا گوئیش
این غزل از مطربِ موزون اصول | یافته در گوشِ همایون قبول

غزل

سوارِ چابکِ من باز عزمِ لشکری دارد | دلِ من پار[۵۷] بر دامسال باجان داوری دارد
من اندر خاکِ میدانش لگدکوبِ بلا گشتم | هنوز آن شهسوارِ من سرِ جولانگری دارد
بهر شکلی که می آید زمن جان می برد آری | دروغ ست آن که این شیوه ز بهرِ دلبری دارد
مسلمانان نگه دارید بیچاره دلِ خود را | که تیر انداز من مست ست و کیشِ کافری دارد
ندارم آن چنان بختی که خواند بندهٔ خویشم | غلامِ دولتِ اویم که با او چاکری دارد
مثل گر یک سخن با من بگوید عاقبت آن را | بیارد بر زبان و سرزنش خود بر سری دارد
توئی دیوانه وش جانان که داری سایهٔ گیسو | دلم دیوانه تر از تو که آسیبِ پری دارد
مرا چون صیدِ خود کردی شفاعت میکند جانم | نمیگوید بکُشش لیکن سخن در لاغری دارد

---

۵۷ پارسال ۱۲

بہ بدنامی برآمد نامِ خسرو کز پئے دیدہ | نہ یک تر دامنے دار کہ صدٍ دامنِ تری دارد[1]

صفتِ فصلِ خزان و مغلِ عزمِ سپاہ

ہم برآں ساں کہ بتاراجِ چمن بادِ خزاں

فصلِ خزاں چون بچمن خانہ خواست | بادِ رواں گرد بگلزار تاخت
شاہِ سپر غم ز ولایت براند | کش بچمن ہیچ ولایت نماند
کوہ ز سنگ آتشِ لالہ فروخت | شعلہ بدامانش گرفت و بسوخت
لالہ سر از سنگ بلنگر سپرد | ماند بجا لنگر و بادش ببرد
بادِ خزاں آمد ازاں جا کہ بود | خشک شدہ باغ ہماں جا کہ بود
گشت سمن نازک و زرد و حقیر | کاب گرفتش بلبِ آب گیر
رفت سمن روے چمن را گذاشت | زاں کہ خزاں روے نگاہش نداشت
جامۂ خود کرد بنفشہ کبود | گشت چو صوفی بر کوع و سجود
شد بہ تنِ نازکِ زیباے گل | پارہ ہمہ پوست ز سر تاے[2] گل
لالہ ز بسیاریِ خونِ رفساد | ریختہ نازک تنش از رنج باد
سوختہ از آتشِ خود لالہ زار | گشتہ درونش ز خزاں پر غبار
دفترِ صد برگ فتادہ ز دست | آمد و رہ ہر ورقِ او شکست

---

[1] اضافت مقلوب یعنی تری صد دامن ۱۲ [2] گلابی جاڑا ۱۲

جلد سمن را شده شیرازه باز / مانده از بادِ ورقها فراز

سوسنِ آزاده در افتادگی / هیچ نمی گفت ز آزادگی

نسترن آویخته بر شاخ بود / هر دو بهم باز گسستند زود

شاخ چو از بادِ خزان گوشه نشست / بادِ خزان نیز از و بر شکست

سرو که از سایه نشانے نداد / سایه نشینان همه را داده بباد

هر شجرِ باغ ز سر تا بتنه / ماند ز بے برگیِ خود برهنه

برهنه گشته تنهٔ گل بباغ / باد کنان خنس کشی از روے لاغ

دیده چو نرگس به چمن این فساد / گل[۵۱] شده در دیدهٔ خویش اوفتاد

نرگسِ بے دیده روان کور دش / خارِ عصا بادِ خزان کور کش

ریختنی کرد درختان ز سر / گشته زمین پُر ز درمهاے زر

پشت بنفشه به سمن زارها / کوز شد از چیدنِ دینارها

بر زمین افتاد بسے نازنین / لرزه کنان بر سرِ شان یاسمین

خاک ز زردی شده پر زعفران / خنده نه با این همه در ارغوان

شاخِ گل از بس که نگون شد گلش / کرد نگون سرزنشِ بلبلش

باد بهر سرو رسیده فراز / سرو ز هر باد بجنبد دراز

سبزه بسے خطِ تر انگیخته / باد بسے خاک بر آن ریخته

گل همه سرخیش ز دامان ببرد / کش همه در پوست در افتاد خون

---

[۵۱] مراد از گل سپیدی ست که در چشم می افتد و آں را در هندی پهولا گویند یعنی نرگس از دیدن فساد خزان کور شد

آب کہ باراں بگلِ کوزہ بخت | کوزہ بھفتاد و شکست و بخت
ابر کہ بگریست بہ بستان بجہر | شد قزہ ہا ریختہ از چشمِ ابر
نم بکفِ دستِ چنار از روش | زیبقِ لرزاں بکفِ تعرشس
گربۂ بید[1] از عملِ دست برد | گشت لکد خوار ز گنجشکِ خرد
بید ببارید زہر برگ تیغ | ریختہ خوں از تنِ گل بے دریغ
لالہ فرو ریختہ در پیشِ باد | خونِ خود آں جا کہ خوئے گل فتاد
غنچہ کہ بابا دکشادیش دل | شد ہم ازاں باد گریباں گسل
جامۂ گل پارہ شدہ بر تنش | غنچہ گرہ[2] بر زدہ در دامنش
دامنِ نسریں کہ در آمد بخار | ماند ہماں جا و سر پیوند دار
گل شدہ بے روئے[3] ہر بوستاں | مرغ ز بے روئیِ او در فغاں
از کلاۂ مرغ نوائے کہ خوست | سرو برقص آمد و پایش نخاست
بر سرِ ہر خار کہ بلبل گزشت | حلقِ وے افتاد و خراشیدہ گشت
بلبل ازیں غصہ چناں خوں نشست | کش تہِ دم رنگِ دگرگونہ گشت
گنگ شدہ طوطی و زاغ و زغن | در دہنش یافتہ[4] جائے سخن
کور شدہ فاختہ از نولِ زاغ | فاختہ[5] کور آمدہ گل را بباغ

---

[1] گربہ بید نوعی از بید ست ۱۲
[2] رسم ست کہ چوں جامہ پارہ می شود بر دامن گرہ می دہند ۱۲ [3] بہ مرت ۱۲
[4] زاغ و زغن در خزان آواز می کنند و طوطی خاموش می ماند ۱۲ [5] فاختہ کور نام علتے ست کہ درختاں را خشک سازد ۱۲

فرش بہ پیچید گل از روے گل	گفت غلیواز کطیّ السجل
باغ خراب از قدمِ بومِ شوم	چغدِ قدم شوم شدہ یار بوم
نائے میسچہ[۱] کہ نماند دمش	حلق تہی گشت ز زیر و بمش
در طلبِ روے نکو سو بہ سو	قمریِ کوکو زدنی کو بہ کو
باد کہ اندر سرِ ہُدہُد فتاد	تاجِ سلیماں ز سرش برد باد
گرچہ ہزار آئینہ طاؤس داشت	حُسنِ خوشیدہ جلوہ پسِ دم گزاشت
آں کہ پریدے زبرِ خود تدرو	ماند چو پر گم شدگاں زیرِ سرو
لالہ چو بر کوہ برفت از شکوہ	کبک ببرید دل از تیغِ کوہ
سبزکِ دیبا چہ خود باز خواند	شارکِ بیچارہ دہن باز ماند
طفلِ شگوفہ برہ اُفتاد و مُرد	شاخ بدید و بعنا دل سپرد
گرچہ گلے بیش نشد در چمن	گم نشد از مجلسِ شاہِ زمن
گرچہ ز گُل لالہ نہاں کرد پے	لالۂ نو ساخت شہ از جامِ مے
گرچہ نبُد برگ و نوائے شاخ	برگ و نوا بود بمجلس فراخ
گرچہ کہ بر بست ہوا سیمِ آب	شاہ کشاد از کفِ خود سیمِ ناب
گرچہ چمن گشت پر از برگِ زرد	شاہِ زمیں در تہِ دینار کرد
از کرمِ شہ کہ عدو سوز بود	فصلِ خزاں موسمِ نوروز بود

۱؎ میسچہ جانورے ست خوش الحان ۱۲

شه بچنیں فصل بریں گونه شاد   کز مغل آوازه بعالم فتاد

نامه کشے چند چو تیر از کمیں   آمد و بوسید چو پیکاں زمیں

کز حدِ بالا مغلِ تیز عزم   سوے فرو راند بآهنگِ رزم

لشکرِ انبوه چو ذرّاتِ ریگ   جوش بر آورد چو آبے بدیگ

بوم ببر بسته سپاهی چناں   آمد ازاں بوم خرابی کناں

ناوکِ شاں دیده کشے ساز کرد   دیده نیارست کسے باز کرد

گشته بهم قطرهٔ بارانِ تیز   سیل شد و کرد بدریا ستیز

قوتِ آں سیل کز ایشاں رسید   آب ز پا پورِ ملتاں رسید

هر که گهے چشم همی زد ز کس   چشم زدن چشم زده شد ز خس

مردمِ آں خاک فرو شد بخاک   گرد بر آورد از ایشاں هلاک

امن و اماں ورشد از راهِ سال   بو که بفریاد رسد شاهِ شاں

ایں همه کاندر رهِ گرگ اوفتاد   وارهد از قوتِ راعی العباد

شه که ز گستاخیِ آں گمرهاں   یافت چنیں آگهی از آگهاں

تلخ بخندید چو شیر از غضب   تلخ بود خندهٔ شیراں بلب

گفت که خه خه[1] بجهاں عهدِ من   وز دگراں زلزله در مهدِ من

غازیِ ما چوں نه بکارِ غزاست   کافر اگر تاختن آرد سزاست

---

[1] خه خه خندهٔ تلخ را گویند یعنی خندیده گفت که در جهاں بادشاهی من ست و از دیگراں زلزله در مهد من ست

سلطنتِ جملۂ عالم مرا — وانگہ از آہنگ کساں غم مرا

خلق چہ گویند بہر کشورے — شاہ من و قلعہ کشا دیگرے

بوم کہ باشد کہ بجنگِ دراز — طعمہ برد از وطنِ جسترہ باز

گرگ و سگے ہست بر آہو دلیر — پنجہ نخواہد زدن آخر بشیر

من کہ بہ ہند از ہمہ رایاں بسال — جزیہ ستانی کنم از پیل و مال

گہ بکشم زر دہم از گوجرات — گاہ بدیوگیر نویسم برات

اسپ ہمہ تند کشم از تلنگ[۱] — پیل ہمہ مست ستانم ز بنگ

مالوہ را وقفِ دفاین کنم — جاجنگر[۲] وجہِ خزاین کنم

نیست مرا وجہ قبا[۳] جز خطا — سرحدِ چیں بستۂ بندِ قبا

زیں دگلی[۴] چند نگر و گلہ پوش — کز پئے کیں پنبہ کشیدم زگوش

پنبہ کنم[۵] کلۂ شاں را چناں — کز تنِ شاں پنبہ شود استخواں

گرچہ چو مور و ملخ ست آں سپاہ — مور شود کشتہ چو افتد براہ

پیلِ من آں دم کہ بجوشد چو نیل — چیست صفِ مورچہ در پائے پیل

می شودم دل کہ بہ پیچم زجائے — فرقِ قراخاں سپرم زیر پائے

لیکنم از تیغ خود آید دریغ — چوں کنم از خونِ سگ آلودہ تیغ

---

۵۱ نام ملک ۱۲ ۵۲ جاجنگر نام مقام ۱۲ ۵۳ قبا بضم قاف نام مقامی ۱۲

۵۴ دگلی یعنی دغل و دگلہ پوستین یا جامۂ کہ پر از پنبہ باشد ۱۲

۵۵ پنبہ کنم اے مثل پنبہ پارہ پارہ ساختہ برہوا بپرانم ۱۲

کس نزده تیر بمرد ارخوار | جز بگروهه[1] نکند این شکار

چون سخنِ چند ازین در براند | عارضِ دانائے سپه را بخواند

گفت که خواهم ز سواران کار | نامزدِ مغل شوند سی هزار

بر سرِ شیران باربکِ تیغ زن | خانِ جهان شاهکِ[2] لشکر شکن

عارضِ فرزانه بفرمانِ شاه | کرد روان سوی مخالف سپاه

باربکِ قلب گهِ رزم ساز | وز ملکان صد سرِ گردن فراز

ساخته در رزم چو شیرانِ مست | سوی سگِ چند کشادند دست

انجمنی چون فلک آراسته | چرخ ازان انجمِ ما خواسته

ماه سبک سیر شدند از شتاب | خنجرِ تیز اختر چون آفتاب

ناحیه بر ناحیه راندند تند | بود صبا پیش چنان سیر کند

از قدمِ شومِ مغل آن بلاد | نام و نشانی ز عمارت نداد

از حدِ سامانه تا لادهور[3] | هیچ عمارت نه مگر در قصور

لشکرِ اسلام که آن جا رسید | بود زمین تشنه که باران رسید

یافت خبر کافرِ ناخوب کیش | تیز ترا از تیر برون شد ز کیش

تن ز غنیمت بهزیمت سپرد | بردنِ جان را بغنیمت شمرد

---

[1] غلوله گلین مرد ارخوار را گویند ۱۲ [2] شاهک سپه سالار کاف تصغیر ۱۲
[3] لادهور لاهور ۱۲

گرچہ تمر[1] تیزی و سختی نمود | گشت چو موم ارچہ کہ پولاد بود
سر سد و کیلی دو بیک سو شتافت | پچپلک دید و بد گر سوئے تافت
جملہ زبے سنگی خود بی درنگ | در گلۂ مرغ در افتاد سنگ
بر زدہ دامانِ قبا ہم گروہ | عطف نمودند بدامانِ کوہ
روئے مغل بود بہر سو کہ بود | پشت مغل بود بہر رو کہ بود
روئے چو بہ نمود سیاہ و زشت | رو ننمودند نمودند پشت
بار یک اندر پئے شاں کینہ خواہ | تیغ زناں قطع ہمی کرد راہ
روئے بُدند از ہمہ سو در ستیز | پشت شدند از ہمہ سو در گریز
دست وے از قوتِ چوگانِ زر | کرد پر از گوئے زمیں سر بسر
بس کہ بُرید سرِ آن خسراں | شد خرۂ سنگ ز سر خر سراں
روئے زمیں کردہ چو طشتِ نگوں | دید سرِ خود ہمہ در طشتِ خوں
تیغ کہ بر تارکِ آنہا گزشت | کرد بیکجا سر و تیغ و طشت
لشکرِ اسلام کہ دنبالہ کرد | کوہ ز خوں زیر و زبر لالہ کرد
خستہ چند ز لشکر کشاں | رفتہ عناں تافتہ بہر نشاں
وانچہ دگر بود ز برنا و پیر | یا علفِ تیغ شدہ یا اسیر
خان جہانگیر کہ ایں فتح یافت | فرخ و فیروز عناں باز تافت

---

[1] تمر دپولاد نام مغل بود ۱۲

بست اسیرانِ مغل را قطار — داد بدان چند شتر در مهار

گردنِ شان هر رسن ساز کرد — سر برسن بست و رسن باز کرد

کشته هم ایمن نشد از ترک و تاز — تا ز سرش پوست نکردند باز

چون ز چنین فتح جهان یافت بهر — دست همی برد سپهدار دهر

مجلسی آراست بر آئینِ کی — داد بسی کشتی زرین بمی

شیشه همی ریخت به یاقوت گنج — طرفه بود شیشهٔ یاقوت سنج

ساقیِ مهوش بقدح دست برد — دور بهر جام بساقی سپرد

چرخ هر آن دُر و ازین پیش داد — رفت بریدانِ قضا را ز یاد

تا که ز ساقی شنود بانگِ نوش — پنبه برون کرد صراحی ز گوش

صف زده یارانِ خوش و باده کش — سرخوشِ باده سری کرده خوش

هر یک ازان پهلوی شمشیر و تیر — شیر گرفتند چو شد شیر گیر

بزم گهی ساخته شد چون بهشت — خاک شد از جرعهٔ عنبر سرشت

جرعهٔ مشکین که زمین در گرفت — گاو زمین خورده بعنبر گرفت

بربط و طنبور که شد نغمه ساز — کرد ز حیرت سر قرابه باز

زخمه در آمد بزبان آوری — داد بمطرب بزبان یاوری

باده چو خورشید ز صبحگه تا بشام — داشت طلوعی و غروبی بجام

کرد چو خورشید بوقت غروب — طالع خود بر همه آفاق خوب

وقت در آمد کہ حریفانِ بزم | بر طرفِ خانہ نمایند عزم
میر سپہ کرد بسے ہدیہ راست | داد بیاران و بسے عذر خواست
پیشِ بزرگان و سرانِ نبرد | خدمتے آورد سزاوار مرد
کرد بزرگی بحقِ کہتران | داد بسے جامہ بقیمت گراں
ہر ہمہ خشنود و خوش از بزم گاہ | باز گرفتند سوے خانہ راہ
بزم ز مہماں چو تہی یافت جائے | بزم نشیں باز ہمی کرد رائے
خلوتیِ چند ز خاصان خویش | پیش طلب کرد و می آورد پیش
جام کہ شد چوں دلِ کافر بجوش | کرد بیادِ شہِ اسلام نوش
چنگ نواز اں ہوا سر کشید | چنگ نوازندہ نوا بر کشید
گفت بر آہنگ نمطہائے تنگ | ایں غزلِ نغز بر آوازِ چنگ

غزل

برگ ریز آمد و برگِ گل و گلزار برفت | سرخروئی ز رُخِ لالہ و گلنار برفت
سرو بشکست و سمن زرد شد و نرگس خفت | گو برو ایں ہمہ چوں از برِ من یار برفت
نزدِ من بادِ خزاں دوش غبار آلودہ | آمد و گفت کہ سروِ تو ز گلزار برفت
خواستم تا روم اندر طلبِ رفتۂ خویش | یادم آمد رخِ او پائے من از کار برفت
در دو دیدِ اشک چو باز آمدنِ خویش ندید | دل بانداخت ہم اندر رہِ خونبار برفت
خونِ دل گرچہ کہ بسیار برفت اندک ماند | صبر ہر چند کہ بود اندک و بسیار برفت

هرچه از عقل فزون شد همه عمرم جو جو ‌‌ ‌ اندرین غارتِ غم جمله بیک بار برفت
باد خارے ز رهِ گلرخِ من می آرد ‌ ‌ جانم آویخت دران خار گرفتار برفت
گله کرد آں بتِ شیریں زبر خسرو رفت ‌ ‌ خله کرد آں گلِ نسرین ز سرِ خار برفت

صفتِ فصلِ بہاراں کہ چناں گردد باغ
کہ بدو نرگسِ نادیدہ بماند حیراں

فصلِ بہاراں چو علم برکشید ‌ ‌ ابر سراپردہ بر اختر کشید
سکۂ گل چون درم شہ زدند ‌ ‌ سکّہ بصد وجہ موجّہ زدند
شہ سپرِ عشم بچمن داد بار ‌ ‌ خار سلاحی شد و گل پردہ دار
تیغ کشید ارچہ کہ سوسن بلاغ ‌ ‌ ہم ز سرش سایہ نبرّید باغ
تا شودش سوسنِ آزادہ رام ‌ ‌ خار غلامی شدہ سرتیز نام
خونِ خود از بادِ خزاں گل بخواست ‌ ‌ لیک صبا از سرِ خونش نشست نخاست
خواست گل از باد بخواہد دیہ ‌ ‌ برد برون نرگسش از تعمیہ
سوسن ازیں غصّہ بکیں خواستن ‌ ‌ خاست بشمشیر زبے خاستن
او خود ازاں خاست کہ آزاد گشت ‌ ‌ غنچہ چہ افتاد کہ برباد گشت
بس کہ صبا ہمدمیِ غنچہ کرد ‌ ‌ تازہ نشد تا دمِ او را نخورد
بادِ حریفِ گل و گستاخ زد ‌ ‌ جامۂ صد برگ بصد شاخ زد

باد همه خاکِ زمین را به بیخت — یافت زر و دُر بر صدبرگ ریخت
بس که گرانیِ زر از حد گذشت — دامنِ صدبرگ بصد پاره گشت
جامهٔ گل پاره شده بر تنش — غنچه گره بر زده در دامنش
گل ز کرم زر دهد آن را که جست — وز پیِ خود جامه نسازد درست
آب سمن در چهِ خمِ مشکسود — باد شد آهو تگ و مشکش ربود
باد که از شاخ همی بر شکست — بازچه برها که بر آن شاخ بست
سایه کنان سرو بر افتادگان — با همه کس راست چو آزادگان
گرچه پرانید صبا هر چه خواست — در صفتِ سرو همی بود راست
نرگس تر گشت همه روش چشم — خیره شد اندر رُخِ خیره‌وش چشم
خون سمن چشمکِ پوشیده داد — چشم نه زد و از کسی الّا ز باد
سبزه چنان شد که جهان در گرفت — چشم ز نرگس نتوان بر گرفت
نسخهٔ دیباچهٔ عشرت جهان — خواند صحیح از ورقِ ارغوان
خون بچکید از گلِ نازک خیال — لالهٔ خودروی از آن یافت خال
سرخ گل از باد چو آورد یاد — خونش بجنبید ز آسیبِ باد
شاخِ گلِ کوزه که تر شد برش — کوزه‌تر از دستهٔ کوزه سرش
ساخته گل کوزهٔ نو از نبات — ابر در او ریخته آبِ حیات
باغ ز هر غنچه شده کوزه‌ور — گردشِ چرخ از گلِ تر کوزه‌گر

باد دراں کوزہ شد و سر کشاد ... گرچہ کہ در کوزہ نگنجید باد

نسترن از روئے نکو می پرید ... بلبل و قمری ہم ازاں می برید

فاتحہ خوانِ غنچہ[1] بگاہِ سحر ... نرگس و سبقِ گل و علمِ نظر

گل کہ سپر ہاش فراہم شدہ ... پیشِ سپر غم سپرِ غم شدہ

گل کہ ہمہ روئے شناسا شدہ ... روئے شناسِ ہمہ صحرا شدہ

قطرۂ شبنم زدہ بر یاسمیں ... ماہ بہ پرویں شدہ ہم در زمیں

کرد بسنگ آتشِ لالہ نشست ... زاغ شدہ ہندوئے آتش پرست

گربۂ[2] بید از گلِ لعل و سپید ... گربۂ مشکیں شدہ در مشک بید

بید شدہ تیغ فشاں زیر پائے ... سایہ ازو خستہ شدہ جا بجائے

لرزہ کناں آب ز آسیبِ باد ... بس کہ بر و سایۂ بید او فتاد

آب کہ آہن شدہ بود از سپہر ... آہنِ او آب شد از تابِ مہر

غرقِ سپر گشتہ ز نیلوفر آب ... بر سرِ ش قبۂ سیم از حباب

طرّۂ سنبل ز شکن گشتہ باز ... پنجۂ شمشاد شدہ شانہ ساز

برگِ بالا کہ دہد بوستاں ... بیشترے ہست بہندوستاں

آں گلِ ہندی کہ چمن کرد راست ... نے بخراساں کہ بعالم کجاست

کیورہ ہر برگ چو سیم سپید ... عود از و سوختہ چوں مشک بید

---

[1] یعنی خود را گشادن می خواست ۱۲ [2] گربۂ بید نوعی از بید ۱۲

ہر گلِ بالا کہ بود تازہ روئے — جز تبری زو نتواں یافت بوے

نغزیِ ایں گل کہ ز تری مغز — داد بہ خشکی و تری بوے نغز

ماند چو در جامہ نسیمش مقیم — جامہ نماند کہ نماند نسیم

سیوتیِ خوش کہ کنندش گلاب — از ہمہ سو رو ہمہ روئے آب

یک گلِ بیلِ دو دیگر درون — گل ز گل و گل ز گل آید برون

از گلِ بسیار دلش گشتہ باغ — وز خوے او در جگرِ لالہ داغ

مولسری خرد و بزرگ از ہنر — خرد و بزرگ از ہنرش بہرہ ور

بوے وے آں را کہ مغز آرمید — بوئے دگر گل نتواند کشید

پنجہ کشادہ گلِ لعل از پلہ[1] — غرق بخوں ناخنِ شیرِ یلہ

نے غلطم نافہ۔ ولے نیم خام — چیرے از و مشک جگر خوں تمام

تا کند اندر دلِ بدخواہ ریش — زاغ نشاند بسرِ شاخِ خویش

جاے نہ در باغ ز گلہاے جاے — مرغ و ر افغاں کہ نگیرند جاے

از پئے گل ہر کہ بہ بستاں شتافت — ملکِ جہاں یافت اگر جاے یافت

گشت ز سرشفتِ گلِ زرد ام زاد — گل بہ زمیں گونہ زر وام داد

سبزہ گشتش ہمہ صحرا خرام — زیرِ گلِ زریں شدہ صحرا تمام

غنچہ بہ بستاں ز تنم آوردہ شیر — مرغ چو طفلاں شدہ اندر نفیر

---

[1] پلہ ٹیسو ۱۲

زاغ برفتہ ز چمنہائے نو / بوم ہم آوردہ دراں راغ رو

شارکِ رعنا بہ چمن باز خورد / چشم برخسارۂ گل سرخ کرد

بلبلِ سرمست ز نظمے کہ خواند / غنچۂ سربستہ دہن باز ماند

زاں قدحِ لالہ کہ قمری چشید / طوق گرو کرد و زگل زر کشید

کبک چو بر لالۂ کوہی گزشت / پاش چو منقار ز خوں سرخ گشت

ہدہد ازاں آیۂ ھب لی[1] کہ خواند / تاجِ سلیمان بسرِ خود نشاند

طوطیِ ناطق چو زباں برکشاد / منطقِ مرغانِ خراسانش داد

فاختہ ناطق باصولِ کلام / گفت یکے صانعِ خود را مدام

رہبرِ جاں گشتہ بگلزار طیب / رہزنِ عشاق شدہ عندلیب

شاہ دریں فصل بعشرت گری / با گل و بلبل بطرب گستری

بادہ بشاخ آمدہ در گل شدہ / وز دمِ او بلبلہ بلبل شدہ

مطربِ بلبل نفس از نغمہ مست / دیں غزلش بردہ بسی راز دست

غزل

آمد بہار و شد چمن و لالہ زار خوش / وقتیست خوش بہار کہ وقتِ بہار خوش

در باغ با ترانۂ بلبل دریں ہوا / مستی خوش است بادہ خوش است و خمار خوش

---

[1] اشارہ بدعائے کہ سلیمان علیہ السلام فرمودہ بود کہ "ربِ ہب لی ملکا لا ینبغی لاحدٍ من بعدی"

مائیم و مطربے و شرابے و محرمے — جائے بزیرِ سایۂ شاخِ چنار خوش
اے باد کاہلی مکن و سوئے دوست رو — ما را بکن ز آمدنِ آں نگار خوش
چیزے دگر مگوے ہمیں گو کہ در چمن — سبزہ خوش ست و آبِ خنک و جویبار خوش
گر خوش کند ترا بحدیثے کہ یار کرد — پیشش کن و بیار مشو زینہار خوش
ور بینیش کہ مست بود خفتنش مدہ — ہم ہمچنانش مست بہ نزدِ من آر خوش
با او در آں زماں کہ ملش راہ میدہد — بازی خوش ست و بوسہ خوش ست و کنار خوش
من مستِ خوش حریفیِ اویم کہ آں حریف — سر خوش خوش ست و مست خوش و ہوشیار خوش
سروِ پیادہ خوش بود اندر چمن ولیک — آں سروِ من پیادہ خوش ست و سوار خوش
از وے خوش ست بر شکنیہا[۱] نگاہِ ناز — وز خسروِ شکستہ فغانہائے زار خوش

صفتِ موسمِ نوروز و طرب کردنِ شاہ
بزمِ دریا و کفِ دست چو ابرِ نیساں

رفت چو خورشید ببرج حمل — نور شرف کرد بگیتی عمل
دورِ جہاں رو ز نوا از سر گرفت — موسمِ نوروز جہاں در گرفت
شاہ دراں روز ہم از بامداد — قصرِ فلک مرتبہ را تاب داد
کنگرۂ قصر طرف بر طرف — تا بحمل رفتہ شرف بر شرف

---

[۱] برشکستن اعراض کردن ۱۲

صفّۂ نُہ طاق بیاراستند | پرّۂ زربفتِ فلک خواستند
تخت زدند و تتق آویختند | عرشِ دگر بر زمیں انگیختند
چتر ز ہر سو بفلک سر کشید. | ابرِ سیہ از شرم بچادر کشید
پنج طرف چتر چو مہرِ سپہر | شش جہت آراستہ زاں پنج[۱] مہر
ہمچو گل و سُنبل و سوریِ بید | لعل و سیہ گلگز و سبز و سپید

صفتِ چترِ سیہ کہ پئے چشمِ خورشید
آں سیاہی کہ تو در خود طلبی ہست ہماں

چترِ سیہ را شبِ قدری شمار | گشتہ شبِ قدر بروز آشکار
گونۂ او زاں بسیاہی شتافت | کز تہ و بالاش دو خورشید تافت
بر سرِ او سایۂ فرِّ ہماے | در تہِ او سایۂ عونِ خداے
سوختہ خود را ز تفِ آفتاب | باز رہانید جہاں را ز تاب
گرد شود سایہ چو پیرامنش | سایہ کہ گرد آورد از دامنش
تا ز پئے سایہ بسر کرد روے | شاہِ جہاں گشتہ از و سایہ جوے
سایۂ او بر سرِ ہند او فتاد | ہند شد از روے ہمہ اعظم سواد
خامۂ نقاش بسحرِ بیاں | نقش نکردہ ست سوادے چناں

---

[۱] عبارت از پنج چتر ۱۲

گوہرِ آن چتر کہ برشد بماہ   قطرۂ باران ست در ابرِ سیاہ

صفتِ چترِ سپید از پسِ آن چترِ سیاہ
چون شبِ قدر و سپیدۂ دمِ عید از پسِ آن

چترِ سپید آن چرخِ اُمید   بیضۂ اسلام از و روسپید
سقف زور کردہ ستون از زرش   وز گہر آویزشِ سرتا سرش
داشتہ ابرے بستون در سما   قطرہ معلّق بمیانِ ہوا
ابرِ سپید و گہرِ بے بہاش   قطرۂ اودان کہ نمود از صفاش
سایہ زخورشید بود روسیاہ   سایۂ رویش بسفیدی چو ماہ
نور دہ و روشن و عالم فروز   چون رُخِ خورشید گہِ نیمروز
شکلِ وے از فرقِ شہِ کامیاب   پارۂ نورے ہم از آن آفتاب
از برِ خورشید سرش برگذشت   جامہ سفیدیش ہم از آن چشمہ گشت
چترِ سیہ کرد سوادے پدید   دین بہ بیاض از سببِ و رسید
ماہِ دو ہفتہ کہ مدوّر نشان ست   عکسِ وے از آئینۂ آسمان ست

صفتِ چتر کہ لعل ست چو خورشید بصبح
بلکہ ہست او شفق و صبحِ جمالِ سلطان

چترِ دگر روشن و خورشید تاب   لعل و منوّر چو بصبح آفتاب

نه فلک از پیش روی در پیش | خواند کواکب فلکِ اطلسش
سود سرش بر فلکِ سبز فام | گشت فلک سرخ و شفق یافت نام
از رخِ شه رنگ چو دریوزه کرد | پشت بنه قبهٔ فیروزه کرد
ابر نبارد چو شود لعل کار | او شده ابرے که بود لعل بار
رویش بسرخی چو گلِ تر شده | سرخیِ روے همه کشور شده
سرخیِ او تا ز فلک برگذشت | دیدهٔ خورشید و سرخ گشت
معدنی و معدنِ یاقوت و دُر | معدنِ او گشته ز یاقوت پُر
چتر سیه را همه تن مشک دید | خونِ خود از غیرتِ او خشک دید
لعل که آویخته گشت از برش | خونِ چکان ست ز رنگِ ترش

صفتِ چتر که سبز ست ز سرسبزیِ شاه
برگِ نیلوفری اندر سرِ دریاے رواں

چترِ دگر همچو فلک سبز رنگ | بسته از و چشمهٔ خورشید رنگ
اطلسِ او سبز تر از آسمان | موجبِ سرسبزیِ شاهِ جهان
سبز درختے ز گهر یافته | سایه ز حق بر سرِ شه تافته
سایهٔ او گشت چو صحن الثین | سبزه زمرد شده اندر زمین
طرفه درختے که چو آید بیار | بر ندهد جز گهرِ شاهوار

پرتوِ او ماند بجائے کہ دیر — مہر براں خاک نتابد دلیر

پیشِ وے از شرم سپہرِ کبود — نیمۂ کامل بزمیں شد فرود

کلّۂ او گشت چو با چرخ جفت — در غلط افتاد جہانی و گفت

چترِ شہ آں ست کہ شد چرخِ ماہ — چرخِ مہ این ست کہ شد چترِ شاہ

دید سپہرش چو بداں نیکوئی — گفت کہ یا رب منم و یا توئی

تو بسرِ شاہ و من اندر محن — یکنفسے چرخِ تو شو چترِ من

صفتِ چتر کہ گل گر شدہ از گل گرِ او
بر سرِ شاہ زگل سایہ کند تابستاں

چترِ دگر گل گز[۱] و گلگوں چو زر — چوبِ وے اکسونِ فلک کردہ گز

یک گل و بر ہفت فلک پردہ پوش — شہ شدہ در سایۂ گل بادہ نوش

گرد گلی رنگ دِہِل شدہ — مرغ چو بلبل بسرِ گل شدہ

سایہ اش آں جا کہ فتد بر زمیں — گل بدمد گز بگز اندر زمیں

بر سرِ مہ کردہ نہ گل خرمنے — گشتہ معلّق بہوا گلشنے

گردِ رخِ شاہ چو جولاں نمود — گل[۲] کہ بمہتاب و مدآں نمود

---

۱ گز بفتح جنس از ابریشم لطیفے تست در قرات گز بکاف فارسی لہجہ داں کہ کند جامہ ہائیش نمائید و تیر بے پر و نام درختے کہ عرب آں طرفا و ہند جھاؤ نامند ۱۲ ۲ چترا لمنبر از گل کردہ وروی بادشاہ را نسبتہ بماہ کردند ۱۲

داد بخورشید فلک پایگی — خاصه برای حقِ همسایگی

پشتِ وی از بارِ گهر خم زده — چون سحرِ گلشنِ شبنم زده

گوئی از انجم همه گل چیده ماه — دوخته و ساخته زان چتر شاه

خامه بسی نقشِ تر انگیخته — رنگی ازان گونه نیامیخته

جامه چنان رنگ نیارد پدید — خامه چنان نقش نیارد کشید

وصفِ دُرباش که نزدیک شد از هیبت شاه
گنگ ماندست ز حیرت نکند کارِ زبان

روی بر و آئینهٔ دُورباش — گاه گهر سنج گهی نور پاش

از دو طرف رفته به پهلوی شاه — گوهرِ شان گوهرِ بازوی شاه

تیغ زبان آخته چون بیدبرگ[۱] — در دلِ بدخواه زبان گیر مرگ

زآبِ گهر چونش زبان پُر شده — ریخته دستارچه پُر دُر شده

زان سرِ دستارچه بی بها — در دلِ بدخواه بسی ریشها

دستهٔ شان فرقِ سران کرده کوب — بسته بزر چوب ز تعظیم چوب

وان دو کرک از دو طرف چون دو شیر — باد نجنبد ز دو سوشیش دلیر

گر مگس آن جا پرد اندر هوا — در رود اندر دهنِ اژدها

---

[۱] بیدبرگ - جنس از پیکانِ تیر ۱۲

گرز بجائے کہ سہ پایہ بہ فرش | کرسیِ نو ساختہ پہلوے عرش
گاہِ نبردش بزبان کار داد | جانِ بداندیش بجاندار داد
حربۂ جاندار شدہ جان خراش | در جگرِ خصم زبانِ دورباش
دستِ سلاحی شدہ شمشیر سنج | دستِ وے از بارِ گہر زیرِ گنج

صفتِ تیغ کہ با خصم نیامش گوید
کہ ز بہرِ تو فرو چند برم آبِ[۱] دہان

قطرۂ آبی کہ بہنگامِ غرق | بگذرد از گردن و انگہ ز فرق
او بخوشی خفتہ میانِ نیام | خواب مخالف شدہ از وی حرام
شعلۂ آتش بزبان آوری | ز آہن و سنگ آمدہ در داوری
آب و را گوہرِ نصرت بہ پشت | آہنِ او را زرِ عالم بمشت
قیمتِ زر بیشتر از آہن ست | لیک زر را ز آہنِ او رونق ست
آہنش از نسبت قوی تر ز زر | ہرچہ زر بستہ بہ پیشش کمر
پارۂ آہن کہ نہ زر در خور ست | حرمتِ آہن نہ از آنِ زر ست
از تنِ بدخواہ کشد گاہِ کار | رشتۂ رگ در گہرِ شاہوار
گردنِ دشمن زن باسر بہم | مہرہ ور آمیختہ گوہر بہم

۱؎ یعنی آدمی چون چیزے ترش و شیریں می بیند دہن پُر آب میگردد ہمچنان بدین خصم نیام را دہن پر آب میگردد و آب عبارت از تیغ ست ۱۲

هندیِ گرگشته باسلام رست　　　یافته از شاهِ جهان دست رست

صفتِ چرخِ کمانے کہ بہ بازوی شہ است
نیم چرخ ست کہ او نام نہاد ست کمان

ترکِ کماندار کمانے بدست　　　کز خمِ او چرخ شده در شکست

از هنر و علم کنندش چو زه　　　افگند از ناز در ابرو گره

هست گرش علم بد اندیشگے　　　علم بدست آر که هست او بسے

مانده به پایے بکشاکش اسیر　　　نامده از کش مکش اندر نفیر

گوشهٔ خانه زکشاکش دوال　　　خانه بجا مانده و تیرش روال

خانه دو دار و بجهان خرمی　　　تیرزنی[۵۱] خانه بدان محکمی

تا کند اندر دلِ بدخواه ریش　　　زاغ[۵۲] نشانده بسرِ شاخِ خویش

هرچه بود خشک بباید ش آب　　　ترشد[۵۳] از و آب نه بینی بخواب

زشت بود آب چو بروے گذشت　　　زشت تر آنگاه که بے آب گشت

چون کندش عرق خداوندِ او　　　ماه شود بستهٔ پابندِ او

چون ز هنر بر کفِ شاهان نشست　　　زه کندش هر که بود زور دست

---

۵۱ چوب که در ته تیری باشد او را تیرزنی گویند۔ هندی گڑی ۱۲
۵۲ زاغ مراد از تیر زیرا که لازمهٔ زاغ پریدن ست و تیرزنی پرد ۱۲
۵۳ اگر تر شد ۱۲

صفتِ تیر که بارانش بغایت سخت شست
سخت بارانی در تیرمه و در نیسان

تیرِ پلنگ افگن و آهو شکار — وز دلِ دشمن شده سندان گزار

گاهِ پریدن چو عقابی درشت — کرده ز خون کرگسِ پر سرخ پشت

پیسه عقابی که چو ماهی نشست — جسته بران گونه که ماهی بجست

نی غلطم پیسه نشد تیر راست — پیسگی از دستهٔ شمشیر خاست

در سرِ دو پایش دو گره جای گیر — زان دو گره مانده عقابان اسیر

راند چو بر روی هوا تیز گام — از گره گز گره فلک را تمام

پیکِ سوزان بسرِ وی زده — شعلهٔ آتش بسرِ نی زده

هست نی خشک عدو را امید — زو همه سوری بود و برگِ بید

سوی عدو نی جدا را شده — در زدنِ چشم گزارا شده

دیده ز شمشیرِ بسی سرزنش — جانِ عدو کند نگاه کنش

از پی فرمانِ نگهبانِ خویش — نامه کشی کرد چو پیکانِ خویش

تیر گرش کرد چو سوفار ساز — گشته ز دستش سرِ سوفار باز

بود چپ و راست به پیشِ سریر — رمح و سپر تابد و پرتابِ تیر

میمنه بگرفته سپرهای سیاه — راست بدان گونه که گیرند ماه

دینِ شاهان ز سپاهیِ خویش — داد سپرهای سیاهش به پیش

بر سپر لعل شده مستره — لعل و زر دلیش همه یکسره

چون گل سوری شده گرد چمن — لعل تر از لاله بروے چمن

نیزه شده از سپر آراسته . — راست چو تیر از سه پر آراسته

نیزه و ال ز سمک تا سماک — رامح[ل] و اعزل شده بر روے خاک

صفت رایت لعل و سیه اندر سپه شاه گشته خورشید میان شفق و شام نهان

از دو طرف رایت لعل و سیاه — سایه رسانیده ز ماهی بماه

ماهی تو ماه تو انگیخته — ماهی و مه را بهم آمیخته

یک دو هزار اسپ مرصع ستام — از دم خود بسته صبا را بدام

زین زر خویش که عالم فروخت — کرده هم از آتش خود سیم سوخت

میمنه جلها سپه انداخته — آتشے از دود سلب ساخته

از پس اسپان صف صد پیل مست — ابر هوا کرد بصحرا نشست

قلعهٔ آهن ته بر گستوان — قلعه بجا مانده ستونش روان

باغ ز زر آراسته شد جاے بار — کرده بر و ابر جواهر نثار

سبزه زمرد همه ریحانیش — سیم نباتے گل بستانیش

ل سماک رامح و سماک اعزل نام ستارگان که ایشان را سماکان گویند ۱۲

از دُر و یاقوت درختاں فراخ — مُرغِ زرِ ساختہ بالائے شاخ
شاخ تو گوئی کہ بخواہد چکید — مُرغ تو دانی کہ بخواہد پرید
ہر چہ گرشتی زگلستانِ زر — خوشتر ازاں کردہ بہائے دگر
ساختہ از سوم سبے نخلِ چست — کاں بجز از موم نیاید درست
باغِ سوم چوں گزری زیں دو باغ — یافتہ از لالہ و ریحاں فراغ
بستہ بسے دستۂ گل دل فریب — کوششِ صد دستہ نمودہ بزیب
یافتہ سبزہ ز جمنہا درود — بہر درود آمدہ آں جا فرود
غنچہ کہ دل بستہ بشاخِ چمن — ہم بگسست از پئے آں انجمن
بید کہ تیغ از طرفِ گل کشید — ہم بپرید از چمن آں جا رسید
قصرِ ہمایوں ز زمیں تا سماک — زیورِ زر بستہ چو فردوسِ پاک
پرّہ بزر دوختہ ہر دامنے — تا شدہ سبے دوختہ ہر سوزنے
اطلسِ زربفت بدیوارِ سنگ — داد بہر سنگ ز یاقوت رنگ
کردہ مسلسل زگہر بوریا — کاں زرش خواند فلک بی ریا
خاک ازاں مفرشِ زر یافتہ — خلعتِ نور و زرِ زرشہ یافتہ
جشن چو آراستہ شد یک سرہ — از دو طرف میمنہ و میسرہ
شاہِ جہاں شستہ بزرّیں سریر — چشمِ بداں دوختہ قدسے چو تیر
تاج بسر کردہ چگویم چہ تاج — قیمتِ او ہر دو جہاں را خراج

چرخ قبائے زگہر بافتہ — کردہ بسے صنعتِ زر بافتہ
آبِ دُر از تاج و قبا و کمر — تا بکمر تا بگلو تا بسر
تن چو در آں خلعتِ روشن گرفت — خونِ یواقیت بگردن گرفت
بستہ چو جوزا کمرِ زر دو روئے — لعل بخورشید سپرد از دو سوے
ہر کہ نظر کرد برویش ز دور — عطسہ در آمد بدماغش ز نور
جنبشِ سہم الحشم از ہر کراں — سہم زناں بر حشمِ اختراں
قوقۂ چاؤش کلہ در شدہ — یکسرہ بر صد سرِ شاں بر شدہ
ساختہ بالاے کلہ جایگاہ — نادرہ باشد کلہے بر کلاہ
شحنۂ بار آمد و صف راست کرد — ترکِ فلک ہیبت ازو خواست کرد
تیغ زناں دست چپ و دست راست — ہر دو صف از صف شکناں گشتہ راست
نعرۂ حجّاب کہ دور از میان — آبِ کیاں ریخت بہ پیشِ کیاں
گر مگسے پر زد ازاں پیش و پس — خستہ شد از تیغ چو پرِ مگس
پیش کشیدند گراں تا گراں — خدمتیِ[1] ہر ہمہ خدمت گراں
گشتہ پر از نافۂ چینی زمیں — باد شد از نافِ زمیں نافہ چیں
چرخ کمانہاے سزاوارِ رہ — بر مۂ[2] نو کردہ زابرو گرہ
تیر کہ بکشاد بسے بستہا — در ہنرش بستہ شدہ دستہا

---

[1] خدمتی - پیشکش و نذر ۱۲ [2] برماہ تکبر و فخر کرد و ماہ را کمینہ دانست ۱۲

دست بدست آشکرہ کامگار   کو بسر دست بدست از شکار
بازِ سپید آفت طاؤس و قاز   چرغ کزو بستہ شدہ چشمِ باز
شیرِ فلک صید کہ شاہینش نام   آں کہ سزد بازِ سپہرش غلام
جامۂ زر دوخت بقیمت گراں   دوختہ چشمِ ہمہ قیمت گراں
جامِ زر و نقرہ بہ باغِ امید   کردہ عیاں نالۂ سرخ و سپید
کشتی گز نقرہ و از زر بود   عمر بداں خوش گزرد گر بود
زیں ہمہ چوں برگزری بادپای   گز تگِ شاں باد بماند بجای
ہر یک ازاں تیزتگ و خوش خرام   قطع زمیں کردہ بہ تیزیِ گام
صورتِ تازی زدہ گوشش پدید   چشم چناں گوش بہ تیزی ندید
عرضہ کناں جملہ بافگندگی   خدمتِ خود زسرِ بندگی
جامِ زر و جامۂ گوہر نگار   بود زہر جنس برون از شمار
مردِ محاسب بشمارے کہ خواست   بیشتر از دستِ چپ آورد راست
بس کہ فرو رفت بسودا قلم   مہرہ سر باز نماند از رقم
حاجبِ قصّال چو قمری سیار   نغزِ نوا گشتہ ز فصلِ بہار
تا بشب آں روز دگر روز ہم   کم نہ شد آں خدمتے از بیش و کم
شست چو برآئینِ بہارِ زمیں   کرد ہوا پر زگل و یاسمیں
شاہ بخلوتگہِ دولت شتافت   خلوت ازو دولتِ جاوید یافت

رفت بخلوت درِ دولت گشاد | خلوتیاں را بہ نہاں بار داد
کرد رواں بر کفِ چوں لالہ زار | بادۂ گلرنگ ببوے بہار
بزم گہ از خلدِ بریں دست برد | تشنگیِ خلد بساقی سپرد
شاہ بہر جرعہ کہ بر خاک ریخت | در جگرِ خاک دُرِ پاک ریخت
از ہوس جرعۂ شہ در مغاک | العطش آواز برآمد ز خاک
ریخت بسے رشتۂ درّ ثمیں | گشت بیک رشتہ سرشتہ زمیں
موسمِ نوروز و ہواے شراب | شاہِ جہاں مست و مخالف خراب
جام ہمی خورد و ہمی بود شاد | شاد ہمی کرد جہاں را بداد
ہرچہ ز زر جامۂ نوروز بود | توسنِ تندش ادب آموز بود
بخشش خود کرد ز اندازہ بیش | باز بد و داد کہ آورد پیش
ہر کہ چو گل کرد بہ بزمش گذر | برد بسے دامنِ پر سیم و زر
زر بخوشی داد شمارے نہ بود | خوشتر ازاں ہیچ بہارے نہ بود
بادِ شگفتہ گلِ بخشش مدام | بادۂ گل بوے مدامش بجام
نغمہ زنش زہرۂ پردہ شناس | نغمہ گری کردہ بچندیں سپاس
یافتہ در گوش ہمایونش جاے | ایں غزل از مطربِ بربط سراے

غزل

گل امروز آخرین شب برخاست | بجامِ لالہ مجلس را بیاراست

نشسته سبزه زیں سو در چپ گل ستاده سروزاں سو جانب راست
صبا می رفت و نرگس از غنودن بہر سوئے ہمی افتاد و می خاست
من اندر باغ بودم خفته بایار بنام ایزد چو ماہِ بے کم و کاست
چو رفتن خواست از پہلوئے من خسرو برآمد از دلم فریاد بے خواست

عزم سلطاں بسوئے ہندپایانِ بہار
راندن از شہر چو انبوہِ گل از بستاں

چوں حمل رفت نور آفتاب پخت ہمہ دانہ پروین ز تاب
از شرفِ خویش برون رفت اندر حش وز شرفِ ماہ طلب کرد بخش
نقطۂ پرکار حمل را گذاشت چوں حمل از نقطه نشانے نداشت
رفت جہاں را ز عدالت فراج جست ز آغازِ حرارت علاج
کشتِ ربیعی بدرود او فتاد مرغ بہر کشت فرود او فتاد
خوشۂ پر شد بہ تواضع گری خوشۂ خالی بزبان آوری
خوشۂ پیری چو شد اندر سلام از ہمہ کس یافت درودے تمام
از پئے کلمرغ جہاں می گذاشت خوشۂ گندم زبانش بداشت
سینۂ گنجشک بجائے درو گشت پر از گندم و جو بجو

۱؎ کلمرغ بکاف تازی نوعیست از کرگس سرخ سر کہ بر سرش پر نباشد ۱۲

خرمنِ دہقاں بفلک سر کشید ‏ سنبلہ در تودۂ خود در کشید

سبزۂ در پاش زمرّد نمائے ‏ کاہ شد از زردی بل کہربائے

سرو سر از حکمِ گلستاں نبرد ‏ نعمتِ دیدار غنیمت شمرد

ہر چہ گل آخر شد و عمرش گزشت ‏ اوّلِ عمرِ شہِ آفاق گشت

شاہ بر آئینِ خود از جامِ جم ‏ خون بد اندیش ہمی کرد کم

پے بہ پے از شرق خبر می رسید ‏ دیں خبر از ہر ہمہ بر می رسید

مصلحتِ ملک نہ رائے درست ‏ ہر چہ صواب است ہمی باز جست

کز پئے آں کار بتدبیرِ خویش ‏ حیلہ چہ سازد کہ بخیزد ز پیش

خود بکمِ کینہ کند استوار ‏ باز پئے رزم فرستد سوار

کار شناسی کہ دراں راز بود ‏ پردہ ز تدبیر بر انداخت زود

گفت کہ از صد سپہ کینہ خواہ ‏ آں نہ سزد کز تنِ تنہائے شاہ

لشکرِ شہ گرچہ بود فتح یاب ‏ شاہ بباید ز پئے فتح باب

گرچہ کہ سیّارہ بود شب فروز ‏ لیک ز خورشید تواں یافت روز

گرچہ کہ صد جوے بیک جا شود ‏ سیل شود لیک نہ دریا شود

شاہ در آئینۂ رائے منیر ‏ نقش ہماں دید و ندیدش گزیر

در وسطِ ماہِ ربیع نخست ‏ عزمِ سفر کرد بمشرق درست

صبح چو بر زد علمِ آفتاب ‏ لشکرِ سیّارہ فرو شد بآب

کوسِ عزیمت زد دِر شهر یار — لرزه در آورد بر وئیں حصار

دمدمه را کرد دمامه بلند — دم بدم نای و دمادم فگند

کوچ سپه کرد ویش از شهرِ نو — داد جهان را ز ظفر بهرِ نو

لشکری از ذرّهٔ خورشید بیش — ذره بدنباله و خورشید پیش

از اثرِ جوششِ چنان لشکری — لرزه اثر کرد تحت الثری

کرّهٔ گِل شد چو فلک بیقرار — کرّهٔ گِل گشته فلک از غبار

از سُمِ اسپان که زمین کرد چاک — کوه در آمد بتزلزل چو خاک

یافت سراپرده در آن جا مقام — دشت در آمد ز رسنها بدام

گردِ سراپردهٔ صحرا نشین — دست زد او تا بحبل المتین

باز همه رسمِ خوشی ساز کرد — زو همه عالم خوشی آغاز کرد

باده فرو ریخت بجامِ طرب — جرعه بنوشید زمین با ادب

هرچه زمین در شکمِ گنج سنج — خاک بسر کرده همی خورد گنج

خاک بهر جرعه کز آن جا چشید — زر همه از پرده بصحرا کشید

بود در آن مجلسِ فرّخ اثر — گنج همه زیرِ زمین بر زبر

خاک نگر تخته دگرگون گرفت — کز تهِ گل زر همه بیرون گرفت

شاه بدولت خوش و عالم بکام — از خوی پیشانیِ گل شسته جام

جام چو بر دستِ شه آورد پای — غرقِ عرق ماند ز هیبت بجای

گرچه همی خورد بسے جام بخت | هم بتغافل نه جدا از کارِ تخت
مست نمی شد که ز رائے صواب | عقل زبردست شدش بر سرا
مستیِ او مایۂ ہشیاریش را | خفته همه خلق ز بیداریش
خواست گلِ فتح بهندوستاں | لاله شگفتش ز دگر بوستاں
لشکرِ کافر کشِ بالا نورد | از عقبِ کوچ در آمد چو گرد
باریک آمد ز مصافِ مغل | بسته گلوہاے مغل را به غل
طوق بگردن همه چوں فاخته | غلغلے اندر گلو انداخته
در خمِ هر سلسله صد سگ اسیر | سلسله از حلقِ سگاں در نفیر
اسپ تتاری که بدندانِ تیز | برکند از شاخِ گیا رستخیز
شیرِ پهن سینه و کوتاه دُم | سوده سرِ گاوِ زمیں زیرِ سُم
شاه بداں مژدهٔ دولت که یافت | باده طلب کرد و بمجلس شتافت
ز اوّلِ روزش ز طرب تا بشام | دور نشد مے ز کف و لب ز جام
خورد مے و گنج بمحتاج داد | بس گهر و زر که بتاراج داد
گاه بهر جرعه گهر مے فشاند | گاه بهر زمزمه زر مے فشاند
عمرِ ابد باد بعیش اندرش | ویں غزل اندر لبِ خنیاگرش

غزل

دوش ناگه بمنِ دل شده آں مه برسید | دل بمقصود خود المنة لله برسید

باز نگفتم و افسانهٔ هجران با خویش — تا بدان لحظه که بالای سرم مه برسید
از پئے کوری آن کس که نیارد دیدن — مژدهٔ نورِ بصر بر منِ اکمہ برسید
آمد آن روشنیِ چشم باستقبالش — مردمِ دیده دوان تا بسرِ رہ برسید
آمد آن سادہ زنخ بر منِ بیہوش زد آب — بر سرِ تشنہ نگہ کن کہ چہ سان چہ برسید
گریہ بر سوزِ منش آمد و بر سوختگان — این چہ بارانِ کرم بود کہ ناگہ برسید
دل ستد از منِ بیمار و بپرسش نامد — چون خبر یافت کہ جان می دہم آنگہ برسید
می کشیدم سرِ زلفش ز قفا جانبِ روی — تا شبِ تیرہ بنزدیکِ سحرگہ برسید
خسروا اگر رسد ابلہ بہ بہشت این چہ عجب — عجب این بین کہ بہشتی بتو ابلہ برسید

ذکر باز آمدنِ قلتشہ از قتلِ مغل

ہمچو گرگان زرمہ یا علمِ از بر خان

صبح چو بر شد بسریرِ سپہر — کرد کشادہ بجہان چشمِ مہر
بارِ گران دادہ فلک را ز گنج — تا فلک از بارِ زر آمد برنج
شاہِ فلک مرتبہ دو گنج بار — داد برا ورنگ چو خورشید بار
مہ ز فلک چترکشِ شاہ شد — چتر ہمسائیگیِ ماہ شد
صف بکشیدند ملوک از دو سوی — ہر ہمہ یکرویہ شدند از دو روی
طبل زنان بار بیک لشکرش — وانچہ بُد از لشکرِ شہ یا درش

آمده پیرامن داخل ستاد — شد علمِ داخل از دو پر ز باد

رهل صفت لشکر و چمره[1] علم — داخلِ نصرت شده از وی حشم

چون گره بر کوسِ مسین داد بس — زد مس او باد ز روئینه کوس

کوفت چو آن کوسِ شغبناک را — گوش فتاد اشترِ افلاک[2] را

از سرِ داخل یلِ[3] کافر شکن — گشت پیاده چو گل اندر چمن

داد شهش خلعتِ گلگون بپر — گل ز زر و شبنمِ او از گهر

قند زِ زرّین چو فلک مو بمو — فرق بموئے ز فلک تا بدو

جامهٔ خز جوهرش از جفت طاق — جوهر فرند آمد بالاتفاق

جوهرِ آن[4] جُنبره که فردوش لقب — یافته تقسیم بجُنبره این عجب

در صفا دو حمله سرانِ نبرد — رنگ برنگ از سلبِ سرخ و زرد

موی میان در کمرِ زر شده — رشته بیاقوت و گهر در شده

هر چه که بودند امیرانِ شاه — سر همه در چرخ چو خورشید و ماه

کارگزاری که بقیمت گران — جائگی کارگزارانِ جهان

بسکه خوی داد خوی از تن برد — آب چکید از تنِ خوی آبگون

---

[1] بزبانِ ترکی سرخ علم ۱۲ [2] فلک را بوجه گوزه پشتی به اشتر هم تشبیه دهند ۱۲

[3] پهلوان و شیر مبارز ۱۲

[4] جوهرِ آن جُنبر که لقب او فردوست ۱۲

صاحبی از موج برآب دگر / برتنِ دریا صفتانش گزر

خاره برِ اندام کسے خود نبود / معدنی لعل کم از خاره بود

جمعی ازیں گونہ کمر آراستہ / چشمِ بد از دیدنِ آن کاستہ

صف زده با تیغ زنان و گوان / گشتہ بدرگاهِ شہنشہ روان

بانگ برآمد ز نقیبانِ بار / پرده برانداخت ز در پرده دار

راستی آمد بمقامِ لعال / کرد بسجده قدِ خود را ہلال

ہر کس ازاں سجده کہ حالی نمود / صورتِ آں صورتِ قالی نمود

زاہلِ سپہ تا بخداوند کوس / یافت ہمہ کس شرفِ دست بوس

از پسِ آں خدمتی آمد بپیش / ہدیۂ شاہانہ ز اندازه بیش

جام زر و جامۂ زریں علم / با تحف و اسپ و طرائف بہم

حاجب فصل آمد و تفصیل داد / کرد مفصّل ہمہ در فصل یاد

خدمتی اندر محلِ عرض گاه / گشت چو مقبول با قبالِ شاه

عرض در آمد با سیرانِ رزم / کز پئے شاں لشکرِ شہ کرد عزم

کافرِ تاتار برون از ہزار / کرده دگرگونہ با شتر سوار

سخت سرانی بوغا سخت کوش / ہر ہمہ پولاد تن و پنبہ پوش

روئے چو آتش کلہ از پشم بیش / آتشِ سوزاں شده با پشمِ خویش

سر بتراشیده زبہرِ قلم / زاں قلم انگیختہ خذلاں رقم

رخنہ شدہ طشتِ مس از چشم تنگ — دیدہ در انداختہ در رخنہ سنگ

زشت تر از زنگ شدہ روی شاں — پست تر از پشت شدہ روی شاں

چہرۂ شان دبّہ نم یافتہ — جاے بجا کنجلک و خم یافتہ

از رُخ تا رُخ شدہ بینی پہن — واز کلّہ تا کلّہ لبالب دہن

بینیِ پُر رخنہ چو گورِ خراب — یا چو تنورے کہ ز طوفانِ آب

موے ز بینی شدہ بر لب فراز — سبلتِ شاں گشتہ بغایت دراز

ریش نہ پیرامنِ چاہِ زنخ — سبزہ کجا بر دمد از روے شخ

گرد زنخ شاں ز محاسن کنار — اہلِ زنخ را بمحاسن چہ کار

سبلتِ چوں سیخ چو تتماج[1] روے — رشتہ ہمیں نعمتِ شاں در گلوے

از سپشاں سینہ سفید و سیاہ — کاشتہ کنجد بزمینِ تباہ

روغن اگر خلق ز کنجد کشید — کنجدِ شاں روغن ازیشاں کشید

بر تنِ شاں از سپشِ بے شمار — پشت چو کنجت شدہ دانہ دار

پشت چو کنجت سزاے درفش — چرم قفا گاہ سزاوار کفش

نیم تن از موے برہ در خراش — نیم سر از نیم سپش در تراش

بیرقِ لعنت ز سر افراختہ — پرچم[2] و طاسیش ز سر ساختہ

خوردہ سگ و خوک بدندانِ بد — ہر ہمہ دندان خرد[3] بی خرد

---

[1] قومی از مغلاں ۱۲
[2] پرچم قبہ را گویند یعنی بیرق ایشاں ہمیں سر ایشاں بود ۱۲
[3] دندان خرد کہ آں را در عربی ضرس العقل و در ہندی عقل داڑھ گویند ۱۲

گشت یلی[1] گو همه بربانگ نی — همچو زناں نوحه کناں پی به پی

از روشِ موی شاں پرورش — از غش و پاشن سنسن خورش

قصه شنیدم هم از ایشاں که گر — این بکند سفی بخورد آن دگر

خوردنِ سفی را چو پلی اندر پذند — عیب نگیرم که تبرک سفی لذ

غارتگر — نام ولایت

مائده شاں از خورش زشت فتی — واں که به بیند فتیش آید سپی

اصل ز سنگ لیک بزرگ استخوان — گربه تیخی نشده برر شی خوان

کوه تنا سنی نشتر کرده جای — کوه شده بر سرِ کوهاں سپای

شه لعجب نی آں همه روهای زشت — کایزد شاں ز آتش دوزخ سرشت

دیو سپید آں همه یک برسی — خلق بلاحول زهر چار سوی

رخت چو بربست اسیرانِ بار — در عددِ کشته در آید شمار

سر ز بسترِ نیزه بپی داشته — سر ز پسِ مردگی افراشته

نیزه سر افراخته از حد برون — بیشتر از نی به نیستان درون

پوست درون کرده پر از کهپو — از حسی افتاده به دیگر خسی

بر سرِ چوبی سرِ پر که شده — سلخ براں غرّه موجب شده

چوں سخن از سرزدگانِ قطع گشت — هیچش سر رشته با پایاں گذشت

اسپ چه گویم همه تا ری اصل — بند به بندش هنر گرد وصل

---

[1] یلی گویا یلی زن سرائنده و خواننده ۱۲ [2] هرسه انواع گیاه بسیار بدطعم و زشت بود ۱۲

گوش سناں ساختہ پرچیم ز موے　　پرچم سر بستہ بہ زیرِ گلوے
کاسہ سمانی ہمہ صحرا نیوش　　تلخ کمیتانِ برآوردہ جوش
سخت چو سنگے تنِ کشتی نماے　　کشتیِ سنگی و بآب آشناے
چوب شدہ از روشِ بی قیاس　　کرسیِ چوبیں شدہ زیرِ پلاس
باد بہمراہیِ شاں گشتہ لنگ　　یافت زہر پاے عصاے بجنگ
چوں بگیا در زدہ دندانِ پیش　　بیخ زمیں کندہ ز دندانِ خویش
لقمہ شود کوہ بہ پیدانِ شاں　　سنگ نیاید تہِ دندانِ شاں
چوں فرس افسار باخور سپرد　　میر سلاح اسلحہ را پیش برد
تیر و کماں را چہ تواں صفت کرد　　بر سرِ پیکاں[1] ز بلا آب خورد
بیلکِ[2] شاں از سرِ چوبِ سپید　　برگ بروں آمد از شاخِ بید
یافتہ از کلکِ خطاے عطا　　وصل خطا کردہ دو دو را خطا
سخت کمانہاے تتاری شکنج　　آمدہ از چوبِ[3] اتابک برنج
ہر کہ بہر گوشہ او خانہ ساز　　خانہ شدہ کوتہ و گوشہ دراز
بود نہ چنداں کہ تواں برشمرد　　رفت سلاحی بسلح خانہ برد
آمدہ فتح چو از پیش رفت　　ہر گہرے در محلِ خویش رفت
پیل طلب کردہ شہ پیل زور　　کاورد آں سیلِ مکانِ البشور

---

[1] پیکاں آبِ بلا خوردہ بود نسخہ بیلک مصغر تیر شکاری و بیلک بالفارسیتی از د ۱۲

[3] چوب اتابک چوبے کہ بدد گردشِ کماں راس کنند ۱۲

گشت روان پره پیل از شکوه ‏ خاک بلرزید و بجنبید کوه

پاے کشان شد جل زرینه طرز ‏ دامن کہسار در آمد بلرز

ہر یک از یں گنبد رنگیں بپاے ‏ در رخ صحرا شده گنبد[1] نماے

تا ش بہ پیش نظر آید بدی ‏ گور کند زیر چنان گنبدی

از دہل ہندی و از کرناے ‏ وز شغب طاس و نفیر دراے

شد ہمہ روے زمیں اندر خروش ‏ در سر ہر پیل[2] گراں گشت گوش

پیل گراں غلغله آوازه داد ‏ کوه تو گوئی که صدا[3] باز داد

پیکر شاں پیش شہ ارجمند ‏ بست سدے پیش سکندر بلند

شاه بفرمود که برند پیش ‏ گاو قوی ہیکل و نر گاو میش

بسته فگندند دو گا نرا بہم ‏ پشت زمیں شد زگرانی بخم

پیل بیک حمله که جنبش نمود ‏ ہر دو بیک گوشهٔ دندان ربود

بلک بدنداں چو بکیں در گرفت ‏ گاو زمیں را ز زمیں بر گرفت

گاو گراں کوه ببالا پرید ‏ چوں بز کوہی به بلندی رسید

دور چو بگذشت ز گاو میش و گاو ‏ شد خر افسار[4] مغل کاو کاو

رشته که دادند بدیشاں دراز ‏ رشته گره ہاے دگر کرده باز

---

[1] بمعنی جست ۱۲ [2] یعنی ہر پیل کر شد ۱۲ [3] آوازے را که از کوه و گنبد باز آید صدا خوانند ۱۲ [4] خر افسار رسنیکه در گردن سگ وغیره بندند ۱۲

هر گرهے سخت کزاں رشتہ داد　　پیل بدنداں گرہش برکشاد
خرد شدند از تہ کوہ گراں　　گرچہ کہ بودند بزرگ استخواں
پشت بہ پشت ارچہ کہ از بہر جنگ　　آمدہ بودند کمر بستہ تنگ
گشتہ ہماں نوع شدہ تن بتن　　بستہ گرہ پشت بپشت از رسن
شاہ بفرمود کہ دہ گاں بہم　　سخت بہ بندند شکم بر شکم
پیل کزاں جملہ بروں تاختند　　آں ہمہ را پیش وے انداختند
تن بزمیں کرد زمالش[۱] رحیل　　سر بہوا رفت چو بالشت[۲] پیل
گر سر و پاشاں ببریدی نہ پیش　　فال گرفتندے ز احوال خویش
فال نگہ کن کہ کجا سر کشید　　واں سر و پا بیں کہ کجا ہا رسید
چوں تنہ چند زامیر صدہ　　دست اجل داد بدام وددہ
وانچہ دگر ماند شہنشاہ دہر　　کرد رواں از پئے تشہیر شہر
روز بداں مشغلہ مشغول بود　　گاہ کرم گاہ سیاست نمود
چوں فلک از شیشۂ خود گاہ شام　　جام فرو بردہ بدور مدام
ہم بفرو بردن جام از دروں　　داد ہمہ گوہر خود را بروں
شاہ طلب کرد شراب رحیق　　شیشہ درآمیخت گہر با عقیق
شد لب قرابہ مے خوں فشاں　　گشتہ رگ چنگ بخونش کشاں

۱؎ یعنی از مالیدن پیلاں ۱۲　　۲؎ تکیہ، در اوائل پیلاں را تعلیم بہ برانداختن تکیہ می کنند ۱۲

ترّنم گشته مرکّب برود — نام ترنّم شدش اندر سرود
نورِ نشاط از افق جام تافت — شه ز مئ وصل لبش کام یافت
باده همه وقت بشادی و ناز — باده کش و خصم کش و بزم ساز
گفت همی زهره بربط زنش — این غزل تر ز زبانِ منش

غزل

تیغ برگیر تا ز سر برهم — تیر بکشا که از نظر برهم
آشکارم بکش که تا باری — هم ز سر هم ز دردِ سر برهم
خشم کن تا بمیرم اندر حال[1] — از تو وز خویشتن مگر برهم
با خودم جرعهٔ بخش از لب — تا ازین عقلِ حیله گر برهم
بی تو دایم چگونه باید زیست — اگر از مرگ پیشتر برهم
گفتیم خوش بزی و عشق مباز — زنده از دستِ تو اگر برهم
وه[2] که شب در میان کنم هردم — از تو روزے کہ ای پسر برهم
جور کردی بآه رخصت ده — بو که از سوزشِ جگر برهم
غمِ خسرو بگو میت که اگر — از رقیبانِ بے هنر برهم

---

[1] اے علی الفور و بلا تاخیر ۱۲

[2] کلمهٔ تعجب ۱۲

نامزد گشتن لشکر بیزک سوے اودھ

صد سرِ افراز و ملک باربک اندر سرِ شاں

کرد چو شب نوبت خود را تمام — صبح[۵۱] دہل برد ببالاے بام

نوبتِ شاہ شد اندر عمل — نوبت او شد بدما مہ بدل

لشکر اقلیم ستاں کوچ کرد — چرخ و زمیں ہر دو یکے شد زگرد

ماہ علم بعد دو منزل بعون — عکس نما شد بلبِ آبِ جون

کرد تہی آں سپہ اندر شتاب — ہم ز زمیں کاہ ہم از جون آب

گرد چناں کرد دراں رہ اثر — کآبِ رواں تیرہ نمود ش بدر

گرد سپہ بس کہ بجون او فتاد — جون جزیرہ شد و پایاب داد

گر بدے آنجا دو سہ روزی مقام — بستہ شدی پل ز غبارش تمام

آمدہ با لشکر دریا شکوہ — رفت بپایاب گروہا گروہ

عبرہ[۵۲] شہ داد بیک روز عون — عبرۂ[۵۳] یک روزۂ عالم بجون

شہ زلب جون سپہ را بخواست — دور نشد دست چپ از دست راست

روز دگر چوں فلکِ آبگوں — داد رواں خشتمۂ خود را بروں

کوکبہ شاہ رواں شد ز آب — کرد سوے منزل جیو رشتاب

---

[۵۱] یعنی صبح بلند شد و برآمد ۱۲ [۵۲] یعنی در آمد شہ یک روز عون داد جون را ۱۲

[۵۳] بالکسر خراج و بالفتح گذار شدن ۱۲

منزل جیور ز نزول سپاه ... ماند تهی از علف و از گیاه

حکم چنان رفت ز زرّین سریر ... کز صف لشکر ز دو سو چند امیر

نامزد و باربک در گهند ... در همه تدبیر بد و هم رهند

باربک و تیغ زنان سپاه ... طبل زنان پیش گرفتند راه

کوچ بکوچ از شدن بی درنگ ... لشکر شان رفت گذارای گنگ

گرم بآب سرو در رسید ... در سر و رفت عنان در کشید

پیش در آمد ز بزرگان پیش ... چند ملک با سپه و ساز خویش

خان کره چهجو کشور کشای ... کز لب خانان کره بستش بپای

چند هزارش ز سوار نبرد ... ساخته هر چه نخیزد ز مرد[۵]

خان عوض نیز بفرمان شاه ... کرد بیک جای فراوان سپاه

باربک و شان همه یکجا شدند ... ساخته کار مهیّا شدند

لشکر شان شد ز صف باشکوه ... از لب آب سرو شش کروه

تیغ زن مشرق ازان سوی آب ... تیغ برون آخته چون آفتاب

در همه خشکی و تری لشکرش ... برده ز عالم همه خشک و ترش

یافت خبر ز آمدن آن سپاه ... کز پی شمشیر بریده است راه

از غضب افگنده بر ابرو گره ... وز پی کین کرده کمان را زره

۵ل هر قدر که مردانگی از مرد بظهور آید یا قدر که سلاح مرد بردارد و آنها برداشته بودند ۱۲

جست رسولے کہ گذارد پیام　　هرچه بگویند بگوید تمام

گر سخن از صلح بود یا نبرد　　کم نکند هیچ ز نیروے مرد

دید کہ کس نیست ز برنا و پیر　　در خور این کار چو شمس دبیر

پیش طلب کرد و پیامے کہ خواست　　سوے مخالف ز کرتے کرد راست

کین منم اینک شہ مشرق کشای　　بر حد مغرب شده تیغ آزمای

آنکه علم از سر مغرب کشید　　پایش ازیں پایه[۵۱] بمنصب رسید

لشکر آں ملک غلام من ست　　خطبهٔ آں تخت بنام من ست

ملک ز من چشم[۵۲] مرا داد نور　　خانهٔ خویش ست نرفت ست دور

رشتهٔ من گر بگهر برد سر　　مالک[۵۳] آں سلک منم در گهر [در اصل]

آنکه بر آرد بمیانه غبار　　تیغ بدست ست مرا آبدار

اے کہ بپیش آمدی از راه دور　　کین نتواں گفت مگر در حضور

چون تو نمک خورده از خوان ما　　دست چه داری ز نمکدانِ ما

چون تو نمک در همه مذهب حلال　　گر تو حرامش کنی اینک وبال

گر پسر از غیبت من ملک یافت　　روے نخواهد ز پدر باز تافت

هم تو کزیں راه ترا آگهی ست　　وارث این ملک ندانی کہ کیست

گر دگرے در محلِ من بُدے　　تیغ منش بر سر و گردن زدے

---

[۵۱] یعنی از مرتبهٔ من ۱۲　[۵۲] یعنی فرزند را بادشاهی ۱۲　[۵۳] مالک آں بادشاهی ۱۲

لیک چو هم چشم[1] من این نور برد — چشم خود از خود نتوان دور برد

من ز پدر فرِّ پدر یافته — تاج درین ملک پسر یافته

چوں کلهم را بسرم شد پناه — کس نزباید ز سر خود کلاه

هر که فرستاده آں درگه است — بندهٔ موروثِ درِ این شه است

بنده که بادشاه شود کینه جوے — خلق چه گویند-تو هم خود بگوے

خود که تواند که درین داوری — پیش من آید بزباں آوری

این قدرم دست درین کار هست — کت بنمایم بچنیں کار دست

لیک چو من با تو شوم همعناں (برابر) — فرق چه گوئی چه بود درمیاں

مس که زراندود کند زرگرش — کس نستاند بهاے زرش

عیبِ ترازوست که چوں برکشد — آهن و زر هر دو برابر کشد

نے ز فرستاده دلم عیب جوست — آنکه فرستاده-عتابم بروست

در دلم آید که برآیم به تیغ — خوں بدلِ خاک دهم بیدریغ

مشرقیم هندیِ[2] (شمشیر۱۲) من چرخ تاب — کس نزده تیغ به از آفتاب

لیکنم این پایه زیانِ خود است — حرمت تو نیست ازآن خود است

گر سپهم در تو رساند گزند — جان من است آنکه بماند نژند

ور ز تو در قلب من آید غبار — هم تو شوی در رخ من شرمسار

---

[1] فرزند من بادشاه شد ۱۲ [2] یعنی درحالت حیات خود غیاث الدین مرا مرتبه بادشاهی داده بود ۱۲

[3] هندی تیغ دورویه و پولاد هندی رمز آفتاب زیرا که آفتاب هم دورویه است ۱۲

باش که تا در رسد آں کینه کوش مهر مرا بسته و ماند خموش

رفته فرستاده و برد ایں پیام گفت بلشکر کش کشور تمام

خان سپه باربک تیز هوش کرد چو زاں گونه پیامے بگوش

در خور آں داد جوابے سره سخته بمیزانِ ادب یکسره

گفت ازیں بندهٔ حضرت پناه سجدهٔ تعظیم رساں پیش شاه

باز نما کاے بسر بر سرے یافته از تاج گهر برترے

تاج ترا از گهرت[1] باد نور چشم بد از گوهرِ تاجِ تو دور

من که فرستادهٔ شاه خودم بر خط اخلاص گواه خودم

شاه که از تاج کیاں سرکش ست تخت پدر داشتن اکنوں خوش ست

غیبت تو جاے تو نگذاشت ست غیبت ازیں به که نگهداشت ست

شیر دگر در پئے ایں صید بود شیر بے او بیں که چگونه ربود

نام زدم کرد که در هر دیار دشمن او را ندهم زینهار

زانچه اشارت بمن ست از سریر تیغ گزارم که ندارم گزیر

گر دگرے پیش من آید به تیغ تیغ خورد از من و از خود دریغ

ور ز تو از دور ببینم حضور گر نه گریزم شوم از پیش دور

عطف کنم لیک نه از بیم کس از پئے تعظیم[2] شکوه تو بس

۱؎ از فرزند تو ترا تاج ترا نور شده است ۱۲ ۲؎ یعنی من با معز الدین بدل و جان موافق هستم ۱۲

رفت فرستادهٔ رازِ نهفت — هرچه که بشنید بشه باز گفت

شه چو خلافے ز مخالف ندید — زانچه همی گفت زبان در کشید

دست بے برد و بیاراست بزم — دور شد از پیش همه سازِ رزم

گشت بمیدانِ طرب ناشکیب — بس که گران شد[۱] ز کمیتش رکیب

باده همی خورد برآئینِ کے — گنج همی داد بهر جام مے

گنج بر د رنج و لے گنج سنج — در کشش گنج همی برد رنج

لعل فشاں ساقیِ زرّیں کمر — گشته چو خورشید فلک لعل گر

شاه براں سو بطرب گستری — بار یک این سوے بعشرت گری

ساغرِ ضحّاک همی خورد شاد — از کرمِ شاهِ جهاں کیقباد

باد خوش از بادهٔ شادی سرش — شاهدِ دولت بکنار اندرش

ساز طرب مطرب او را چنگ — بر دلِ زهره شده زو پرده تنگ

کرده بگوشش غزلِ من عمل — حال منش گفته بگوش این غزل

غزل

از دل پیام دارم بر دوست چوں رسانم — آنجا که اوست جاں را پنهاں درون رسانم

گفتی که جانِ خود را کس چوں بکس رساند — گر در حضور باشی دانی که چوں رسانم

---

[۱] عبارت از شراب پیاله ۱۲

آں بادراکہ جاناں از تو جوابم آرد — یک جاں اگرچہ باشد صد جاں فرو رسانم

جاں می بری ز سینہ دارد گرانی از غم — تو دست خود مرنجاں تا من برون رسانم

گیرم جواب ندہی دشنام گوے بارے — تا من بداں عنایت دل را سکوں رسانم

آنجا کہ کشتہ شد دل شمشیر تیز برکش — تا سر نہم ہمانجا خوں را بخوں رسانم

حکم ار کنی بمردن بر دیگراں تو دانی — لیکن اگر بخسرو فرما کنوں رسانم

صفتِ موسمِ گرما و برہ رفتنِ شاہ

ابر (عبارت از چتر) بالائے سرو بادبنبال (عبارت از اسپاں) رواں

خانہ چو خورشید بجوزا گرفت — رفت درانخانہ دروں جا گرفت

رفت درانخانہ تیر از مسیر — محترق[١] از آتش خورشید تیر

باد[٢] ز جوزا شدہ آتش زہر — سوخت جہانے ز زمیں تا سپہر

چرخ چو شد صیقلی تیغ خور — بست ز جوزاش دورویہ[٣] کمر

خانہ خیش[۴] از خنکی و تری — یافتہ از خسرگہ مہ برتری

اختر بد مہر فلک گرم کیں — گرم شدہ مہر[۵] فلک بر زمیں

مہر (آفتاب) ز جوزا بدورو (دو پیکر) گرم خوے — گرم بود[۶] ہر کہ بود از دورویے (منافق)

---

[١] یعنی با ہر ستارہ کہ آفتاب قران کند آں ستارہ را محترق خوانند مگر ماہ و عطارد اکثر اوقات در احراق باشد ١٢

[٢] چوں آفتاب در جوزا در آید باد و گرما بسیار باشد ١٢ [٣] بسبب دو پیکر دورو یہ گفت ١٢

[۴] خیش نوعے از کتاں کہ در گرما از و خانہا آراستہ کنند ١٢ [۵] سقف و آفتاب ١٢ [۶] کثرت التوضع من النفاق ١٢

ہردم صبح کہ وما دم گرفت — آتش خورشید بعالم گرفت

دشنہ کہ خورشید زد و سایہ خورد[۹۱] — در سپر سایہ بسے رخنہ کرد

ماند درآں رخنہ زآتش نشاں — چرخ بہر رخنہ شدآتش فشاں

بسکہ ستد روز جہاں رازتاب — دیدہ نشد نقش شب الّا بخواب

صبح ہم ازتافتن شب پرست[گرمی ۱۲] — طالب شب گشت چراغی بدست

تافتہ ازگرمی خود آفتاب — تابش او کردہ جہاں راہتاب

شب شدہ چوں روزوی اندرگداز — روز چو شبہاے زمستاں دراز[۹۲]

بیش بقا روز بہانندِسال — بیش بقاتر شدہ بعداززوال

تیزے خورشید ہم از بامداد — کردحک از کاغذ شامی سواد[۹۳]

خلق کشاں درپیۂ سایہ رخت — سایہ گریزاں بہ پناہِ درخت

جانب سایہ شدہ مردم رواں — سایہ بدنبالۂ مردم دواں

بسکہ شدہ سایہ زگرمی سیاہ — گرم[۹۴] دراندا ختہ خود راہ چاہ

خواست کند خلق زگرمای خویش — درپیۂ سایۂ خود جای خویش

لیک زتاب فلک تابناک — سایہ[۹۵] نماند از تن مردم بخاک

گرم چناں گشت ہوا در جہاں — آتش گویند بسوزد[۹۶] زباں

---

۹۱ اسے سایہ پارہ پارہ شد ۱۲ ۹۲ درماہ دسمبر چوں آفتاب در قوس رسد روز کوتاہ وشب دراز گردد ۱۲ ۹۳ کاغذ شام نیلہ رنگ میباشد کنایہ از روز ۱۲ ۹۴ تتاب یا سوزاں ۱۲ ۹۵ وقت استواء آفتاب ۱۲ ۹۶ یعنی اگر لفظ آتش برزباں آرند زباں بسوزد ۱۲

خوں برگ مرد زبوں آمدہ — خوے شداز پوست بروں آمدہ

پاے مسافر برہِ گرم دور — زآبلہ پر قبّہ چو نانِ تنور

زآتش گرما کہ شد از سر جواں — آہوے صحرا شدہ آہوی خواں[بریاں ۱۲]

چوب شد از غایت خشکی نبات — از پے یک شربت آبِ حیات

سبزۂ دُرپاشِ زمرد نماے — کاہ شدہ بلکہ شدہ کہرباے

خشک شد اندام گل از رنج باد — باد در اندام کسے رامباد

لالہ سیہ گشت زخشکی چو مُشک — خون سیاہی کشد از کشت خشک

سنگ کہ آتش زرُوے آید بروں — ماند ز خورشید در آتش دروں

باد زنہ دست بدستِ ہمہ — وز دم او باد بدستِ ہمہ

یافتہ دامے طلسمی تمام — بادِ ہوا[۱] کردہ مسلسل بدام

نخل[۲] زنخلے کہ بمریم رسید — بادِ مسیحش بنفس ہم رسید

گرم ہوا بر سرِ ہر میوہ زار — گرمی او پختگی آورد بار

بر سرِ ہر میوہ زتاب تموز — مرغ شدہ پختہ خور و خام سوز

زآتش خورشید کہ شد میوہ پز — بلبل و کنجشک شدہ میوہ گز

خشک شدہ برگ درختاں بشاخ — میوہ ترگشتہ ببستاں فراخ

---

[۱] یعنی معجزۂ دم عیسیٰ در احیاء اموات ۱۲ [۲] یعنی درخت خرما و باد زنہ از برگہا کرا و راست کنند و در آں شب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زاد درخت خرما کہ خشک بود بدعاے حضرت مریم آن سبز شد و بار آورد گویا کہ درخت را باد مسیح رسید کہ سبز شد ۱۲

صفت خربزه کز پردلی آنجا که بود
تیغ و طشتیش مهیّا بسر آید غلطان

خربزه گوئی که بصحرا اوکشت — گوئے ربود از ثمرات بهشت

گوے شکم بسته بچوگانش ره — گوئے بیکے بینی و چوگانش ده

سبز خطے در خط او موے نه — مشک دمے مشک بیان بوی نه

ساخته در آب کمانش کمین — چاشنی و آبِ کمانش ببین

رنگ[1] زهش سبز و کمان آبگون[2] — زه[3] ز برون بسته کمان از درون

بر سر هر بوده کله در شده — بهر کله را همه تن سر شده

از مزه گرد آمده در روے نبات — خام خضر (سبز ۱۲) بخیه چو آب حیات

گرچه ازو چشم کسان درد کرد — روشنیِ چشم من ستآں نه ورد

خلقِ جهان را چنین وقت شاه — داشته در سایهٔ چترِ سیاه

هیچ ز خورشید نبود آگهی — در کنف دولت ظلّ اللهی

با چنین آتش که بود سنگ نرم — بر سپه شاه نشد باد گرم

هیچ کسے را نه ز خورشید غم — سایه کنان بر سر لشکر علم

با همه تابی که نمود آفتاب — تافته از خیمه نشد یک طناب

---

[1] یعنی خط سبز خربزه ۱۲ [2] پرکاله خربزه یا مغز ۱۲ [3] خط سبز خربزه ۱۲

تاب خور از چار فلک در گذشت   خیمهٔ یکتوش گذشته نگشت

پرتو خور نیز گہ گرم گاه   در پۂ خیمہ ہمی جست راه

لیک ہمہ پرده کشاں بر طناب   تا نہ رود چشمہ درون آفتاب

گشته پر از خرگہ شاہان زمین   بر ہمہ چون مہ شده خرگہ نشین

خانہ کہ یک روزنش اندر میانست   از تف خورشید درو صد فغانست

خرگہ شہ بین ہمہ روزن تنش   پرتو خور در نشد از روزنش

خانۂ چوبین ز خشکی تری   یافتہ از خرگہ[51] مہ برتری

خلق ز گرما شده جویاے خیش[52]   کرد کتاں لرزه ز سرپاے خویش

لرزۂ یک تو سے بہارے بتن   بر گل صد تو بدریده کفن

بس کہ کتاں در بر شاہاں خزید   ماه سمارا بلت خود کشید

جامہ تنک ساختہ ہر کس چو گل   خانہ خنک داشتہ بر بوے مل

شہ بگہِ کوچ ہمی شد چو شیر   چتر بسر کرده و توسن بزیر

تابش گرماش گزندے نداد   کش بزبر ابر بد و زیر باد

تند ہمی راند کشاده عناں   از گذر و دشت تنکار افگناں

---

[51] خرگہ مہ کنایہ از برج سرطاں کہ خانہ قمر ست و آں برج بر فلک ہشتم ست و یا مراد فلک اول کہ قمر بر فلک اول باشد ۱۲

[52] نوعے از کتاں کہ در موسم گرما می پوشند ۱۲

یوز رواں گشتہ بہر سوے صف — زو ہمہ پُرخال شدہ رُوی صف

تند چو شیرے کہ بچابک روی — شیر ہمی گشت زبے آہوی

بود بسر پنجۂ آہو ربا ے — دست درازیش بکوتاہ پاے

سگ کہ بسے خون شکارے مزید — داد بخصم از بن دندان گزید[۱]

رفتن خرگوش بصحرا چو یاد — پس کہ بسگ بازی روباہ داد

از زدن تیغ سواراں بوزن — گشتہ بصد شاخ سر ہر گوزن

گرگ گریزاں بوحل شد اسیر — شیر نہاں شد بنیستانِ تیر

گرگ کہ بارانش بسے بودیاد — دید چو بارانِ خدنگ ایستاد

شیر بہ تپ لرزہ بُد از بیم مرگ — بود گراں روز و شب اندام کرگ[۲]

بہر نہاں کردن بالاے خویش — غار کناں گرگ ہم از پای خویش

خوک کہ دندان گرازی نمود — طعمۂ سگ شد زگرازی[۳] چہ سود

لشکر ازیں گونہ جہاں می نوشت — ناحیہ بر ناحیہ بر روے دشت

تا علم شہ بعوض در رسید — از پئے دہلی عوضے شد پدید

نصب شد اعلام شہنشاہ دہر — بر لب گھگھر بحوالی شہر

گھگھر ازیں سو ، سر وزاں طرف — از تف لشکر بلب آوردہ کف

روز دگر شاہ بر آئین گشت — آمدہ زاں سوی عوض برگذشت

---

[۱] بمعنی جزیہ کہ از کفار ستانند ۱۲ [۲] مخفف کرگدن (گینڈا) ۱۲ [۳] بمعنی رفتار کہ از روے ناز و تکبر باشد ۱۲

کرد صفے بر لب آب رواں — سود ہم پہلوے ہر پہلواں

در عقب شاه سوارے ہزار — جملہ سرانِ سپہ و نامدار

تیغ زنِ مشرق ازاں سوی آب — کرد چو روشن کہ رسید آفتاب

کوکبۂ خویش چو مہ راست کرد — ماه ازو کوکبہ درخواست کرد

بر لب آب آمد و آراست صف — تافت دو خورشید ز ہر دو طرف

چشم پدر بہرِ جگر گوشہ تر — گوشۂ ہر چشم شده پر جگر

در پسر از دور نظر در فگند — وز مژه در آب گہر در فگند

روے بدستارچہ میکرد پاک — تا نچکد گوہر چشمش بخاک

دُر کہ بدستارچہ شد بارہا — رشتۂ دُر گشت ہمہ تارہا

در عرقیہ قطرات عرق — شبنم گل بود بروے ورق

دید چو تشنہ سیل مژه بیکراں — حاجب خود کرد بکشتی رواں

گفت بحاجب کہ ازیں چشم تر — مردمک چشم مراد و پسر

نیست بتو حاجت دیگر سخن — خود سخن من ببر و اشک من

حاجب فرزانہ بآنجا شتافت — شست بکشتی و رواں شد چو آب

چوں بمیانِ سرو در رسید — پور معزے ز کرانش بدید

گرچہ بباطن اثر مہر داشت — لیک بظاہر نظر کیں گماشت

دید بکشتیش براں گونہ تیز — کاتشے برخاست ازاں آب خیز

تیر بر آورد ز کیشِ خدنگ
وز سرِ کیں کرد کماں را بچنگ

غرق در آورد چناں بر کشاد
کآتشے از تیر بکشتی فتاد

گرچه که آں زخم بکشتی رسید
خستگی زخم بدریا کشید

تیر که در کشتیِ شاں رخنه کرد
از سر کشتی بته افتاد مرد

رفته فرستاده بصد حیله باز
پیش شهِ شرق عیاں کرد راز

شاه که از خونِ خود آں زخم دید
ناله چو تیر ز دل بر کشید

خشم همی گفت ز کینش سخن
مهر همی گفت که هے هے مکن

گفت بخود کای دلِ تنگ و خراب
قلب شده نام تو از انقلاب

مهر چه جوئی بوفائے که نیست
روی چه بینی بصفائے که نیست

چوں طلبی داردی چشم از کسے
کز پئے چشمت خله دارد بسے

پیش که گویم ز خودم شرم باد
کز پئے خونِ خودم اندر فساد

گشت چو فاسد بتنِ مرد خوں
به که به نشتر کند از تن بروں

تیر که بر دیده رسد خوں بود
دیده که خود تیر زند چوں بود

آنکه چنیں ست نویدم ازو
بهتر ازیں بود امیدم ازو

حیله چه سازم بچنیں کار تنگ
با پسر خویش که کرده ست جنگ

گر پسرم راز جوانی و ناز
عزم بر آں شد که شود رزم ساز

من که جهاں دیده و کار آگهم
چوں غلط افتد بچنیں حساگهم

گر رسد آزار ز تیغ منش | جان من آزرده شود در تنش
ور ز خدنگش بمن آید گزند | او هم ازین درد شود دردمند
ورنه ز خم تیغ بران تیغ زن | حمل شود هم بزبونی من
چاره ندانم که درین کار چیست | بخت که داند که درین یار کیست
باخود از ینسان گله می‌نمود | وانچه سپهر گفت ز دل می‌شنود
روز چو در پرده بپوشید راز | راز برون داد شب پرده ساز
کرد همه شب گلهٔ آفتاب | کاو ست زمن زاده و من زو خراب
بادشه شرق همه شب نخفت | جز گله زین سان که بگفتم نگفت
بود بحیرت که چو شب بگذرد | روز دگر چاره چه پیش آورد
گر پسر از تیغ کشاید زبان | چون گره صلح نهم درمیان
ور ز رخ صلح برافتد نقاب | معذرتش را چه نویسم جواب
تا بسحر بود بگفت و شنید | کز شب زاینده چه سر آید پدید

ذکر پیغام پدر سوی جگر گوشهٔ خویش
سوی یاقوت روان گشتن خونابهٔ کال

چون دل شب حاملهٔ مهر گشت | بر شب حامل مه کامل گذشت
حامل یک ماهه نه بل یک شبه | تاجوری زاد دران کوکبه

مهر سنا گشت چو آبا سپهر — خونِ شفق گشت کشان سوے مهر

جست پیام آوری از آگهان — آمده و رفته بہ پیشِ شهان

گفت بد و نکتۂ پنهانِ خویش — کرد تلقینش زبان دانِ خویش

کز پدر اوّل برسانش سلام — و آخرش آئینِ دعا کن تمام

و آنکه از آئینہ بروں دہ خیال — صورت ایں حال بگویش بحال

کای خلف از راہِ مخالف بتاب — تیغ بیفگن کہ منم آفتاب (فی الحال ۱۲)

در نسب از ملک خلافت مراست — تو خلفی سر بخلافت[۱] خطاست

غصب مکن منصبِ پیشین ما — غصب روا نیست در آئین ما

از پدرم کے رسد ایں فن بتو — از پدر من بمن از من بتو

گر زخود ایں نقش گرفتی بدست — سوے خدا بین و مشو خود پرست

ورز بد آموز رسد ایں رہ پدید — گفتِ بد آموز نباید شنید

خصم بصد دست گر افسون کند — ناخن از انگشت جدا چوں کند

دجلہ چو آمیختہ گردد بہ نیل — ہست جدا کردن آں مستحیل

کار شناسانت کہ پیر امنند — گر بزباں با تو بدل با منند

گر ز زر پختہ دہی شاں عیار — نیز زخامیت کنند ایں شمار

آنکہ شکوہ منش اندر دل ست — خدمت تو کردن ازو مشکل ست

---

[۱] خلاف بمعنی دشمنی و تا سے خطاب ست ۱۲

تا بچمن سرو بود سایه دار / کس نخزد زیر گیا سایه وار

در غلطی با من ازین دم بترس / وز غلط اندازی عالم بترس

گرچه جهان جمله بدیدی چو روز / لیک جهاندیده نگشتی هنوز

گرچه کنی دعویِ دانش ولیک / نیک بدانم که ندانی تو نیک

خردی و در کارِ خردنا رسید / در رہِ سرِ خلق نیاری کشید

کودک اگر چند هنرپرور ست / خرد بود گر همه پیغمبر ست[1]

هر که درین ملک بشی روز کرد / بی ادبان را ادب آموز کرد

چون تو شب و روز ادب افزون کنی / بی ادبی با چو منی چون کنی

گرچه جوانی همه فرزانگی ست / این نه جوانی ست که دیوانگی ست

ای پسر ار چه پسری در خوری / لیک مکن با پدر این سروری

طفل شدی عمر چو طفلان گذار / جای بزرگان به بزرگان سپار

دُرِّ بزرگ ار پیِ تاجِ شه است / لولکِ خورد نثار ره است

کسوت شاهی که تو داری مپوش / شوکت من بنگر و بر خود مپوش

گرچه بگوهر ز تبار منی / کی بمحل مرتبه دار منی

چشمه چه ارچه که بالا شود / چشمه محال ست که دریا شود

بر سر خوان آی که هم توشه / یاد نمک کن که جگر گوشه

---

[1] قال النبی علیه السلام الصبی صبی وان کان نبی ۱۲

خوں منی و دل من مهر جوست ‌‌ ‌ جوشش بسیار مکن زیر پوست
گوش کن این گفت و مکن گفت کس ‌ ‌ بشنو و مشنو سخن این ست و بس
رفت فرستاده و بگذشت ز آب ‌ ‌ کرد ازاں جوے بدریا شتاب
بادشه روی زمین کیقباد ‌ ‌ بود هم از اوّل آں بامداد
همچو گل از بالشِ خود خاسته ‌ ‌ جایگهِ بار برآراسته
بارگراں داد گراں تا گراں ‌ ‌ پست شده خاک ز فرقِ سراں
رفت رسول شه مشرق چو باد ‌ ‌ خاک ببوسید و زباں برگشاد
پرده برانداخت ز راز نهفت ‌ ‌ هرچه شهش گفت بشه باز گفت

گفتنِ شاهِ جهاں پاسخِ پیغامِ پدر

قصّهٔ یوسفِ گم گشته به پیرِ کنعاں

شاه ازاں چاشنیِ تلخ و تیز ‌ ‌ تیز شد و تلخ ز روی ستیز
پاسخے انگیخت ز جنس پیام ‌ ‌ قوت شمشیر و مدارای جام
گفت بحاجب که بشه باز گوی ‌ ‌ خدمت من گوی و پس آنگه بگوی
کای سرت از افسر دولت بلند ‌ ‌ رای تو از گنج خرد بهره مند
با منت از بهر تمناے ملک ‌ ‌ خام بود پختن سودای ملک
ملک جهاں پخته بمن شد تمام ‌ ‌ کے دهم از دست بسودای خام

پختهٔ آجسندم خاناں مزن — من زتو زادم نه تو زادی من

تخت نه زآباست مرا کز من ست — ملک عقیم و فلک آبستن ست

ملک گراز ارث بدی نی زبخت — کے شدی پیشتر از تو بتخت

ملک بمیراث نیابد کسے — تا نزند تیغ دو دستی بسے

ور تو ز میراث پدر دم زنے — قصر شہ جد راست ز من روشنے

(یعنی غیاث الدین بلبن ۱۲)

هست زیک سو بتو میراث شاه — من ز سه شاهم بتو میراث خواه

حضرت سلطان شهید کریم — خلده الله بخلد عظیم

راند چو در راه ابد مهد خویش — خواند و مرا کرد ولی عهد خویش

خود چو ازیں عالم خود راے رفت — جاے خودم داد و خود از جاے رفت

کرد بجاے تو مرا تاجور — من پسرم لیک بجاے پدر

شه بحیات خودم ایں نقش بست — ملک من ست این دگر یرا چه دست

گر تو ازاں شاه نکو زاده — من ز تو زادم که ازو زاده

مثل من اے یاد تو شادی مرا — هم تو نزادی که بزادی مرا

از تو اگر نام پدر روشن ست — خطبه جدبیں که بنام من ست

نیستم آں طفل که دیدی نخست — بالغ ملکم ببلاغت درست

خود نه محوانم که ز دور زمن — داد خدا دو بزرگی بمن

شرط ادب نیست مرا خرد خواند — بخت چو بر جاے بزرگم نشاند

هر دو جوانیم من و بخت من — با دو جوان پنجه بهم بر مزن

ملک و جوانی چو بهم[1] برفروخت — کیست کز آن تاب دو آتش نسوخت

سایهٔ من کیست که جوید دلیر — صید بقوت که ستاند ز شیر

ور چه بر آئی تو بحجت چو میغ — هست مرا حجتِ قاطع ز تیغ

گرچه برویت نکشم در ستیز ق — از پی تعظیم تو شمشیر تیز

لیک تو دانی که چو کین آورم — شیر[2] فلک را بزمین آورم

ور سپهم پا بر کاب آورد — ریگ بیابان بحساب آورد

شاه ازینان و سپاهی چنین — گرد مینگیز براه چنین

جز تو کسی گرد ازین در زدی — سرزنش تیغ منش سر زدی

لیک توئی چون پی این سریر — من نه هم گر تو توانی بگیر

مرد سخن گوی چو پاسخ شنید — زانچه همی گفت زبان درکشید

راز نهان را بدل اندر نوشت — سوی فرستندهٔ خود باز گشت

رفت بشه پاسخ پیغام برد — هرچه بدل داشت زبان را سپرد

شاه از آن زمزمهٔ بحر جوش — چون صدف بحر فرو هشت گوش

لختی از اندیشه فرو شد بخویش — تا دل داناش چه آرد به پیش

مصلحت آن دید ز رای صواب — کانچه بگفتند بگوید جواب —

---

۱ در وقتِ واحد ۱۲

۲ برج اسد ۱۲

بازپیغامِ پدر بر پسرِ خود که برزم
پیلِ خویش ازغمِ جاں مست کند درمیداں

جست دگر موے شگافی شگرف ‏ ‏ عمر بگفتارِ چو مو کرده صرف

راز که باریک تر از موے بود ‏ ‏ موی بموییش همه بشگافت زود

کز منِ بیدل بسوے جاں خرام ‏ ‏ جانِ مرا از دلِ من ده پیام

کاے سر از آئینِ وفا تافته ‏ ‏ وز تو دلم تافتگی یافته

گرچه بغیبت شده ام کینه توز ‏ ‏ رنج چه داری بحضورم هنوز

آدمئے را که بود گرم خوں ‏ ‏ خونش به پیوند بود رهنموں

طرفه که تو خونی و دلبندِ من ‏ ‏ لیک نهٔ گرم به پیوندِ من

با چو منے دور کن از سر منی ‏ ‏ چوں بصفت من تو ام و تو منی

مشک شوم هم نکشی بوی من ‏ ‏ چیست بنزدیکِ تو آهوی من

تیغ مکش تا نشوی شرمسار ‏ ‏ از من اگر نیست زخود شرم دار

گرچه که تیغت بگهر روشن ست ‏ ‏ گوهرت آخر نه ز تیغِ من ست

تیغِ زباں را چه کشی در عتاب ‏ ‏ نیست حسابیت ز روزِ حساب

به که دریں کار زباں در کشی ‏ ‏ تیغ کشی به نه زباں بر کشی

تیغ خوش و تیغِ زباں ناخوش ست ‏ ‏ تیغ چو آب ست و زباں آتش ست

پیشِ من از پری لشکر ملاف حاضرم اینک من و اینک مصاف

لشکرِ من نیست کم از لشکرت کشورِ من بیشتر از کشورت

من که سپه را بو غا رانده ام نه از سر بازی و دغا رانده ام

تیغ بر آں گو نه کشیدم برون کش بلب سند بشویم ز خون

کافر اگر روئے بتابد ز پیش از کجک پیل کشم سوے خویش

تا بگلو شاں فگنم در رحیل سلسله از حلقهٔ خرطومِ پیل

با چو منے تیغ فشانی مکن دولت من بین و جوانی مکن

لشکر من گشت چو صحرا خرام دورِ زمیں گرد نماید تمام

در صفِ پیلانِ من آید بکار ابر بود قطره صفت بے شمار

پیل بجاے که بجنبد ز جاے پشت هزار اسپ کند زیر پاے

ورچه هزار اسپ کنند ایستاد کوه چه غم دارد از آسیب باد

اسپِ تو باد آمد و پیلم چو کوه باد بکهسار ندارد شکوه

پیل بیک حمله صفے بشکند در صفِ پیلاں که شکست افگند

اسپ چو با پیل نماید ستیز چاره تو دانی که چه باشد گریز

پیل چو خرطوم بر اسپ افگند بر کَند از خاک و بجاکش زند

اسپِ ترا گنبد اگر بے حد ست پیلِ مرا خود همه تن گنبد ست

قیمت یک پیل هزار اسپ بیش کز دو هزار اسپ یکی پیل بیش

اسپ بهرخانه بود در سپاه ‏ ‏ پیل بجز شاه که ندارد نگاه

از سپه خویش چه رانی سخن ‏ ‏ حملهٔ پیلانِ مرا یاد کن

چرخ بیفتد چو بخیزم زپاے ‏ ‏ خاک بلرزد چو بجنبم زجاے

گرنکشم تیغ که خونِ توام ‏ ‏ تا تو ندانی که زبونِ توام

لیک ازاں تیغ نرانم ہمی ‏ ‏ کز تو بریدن نتوانم ہمی

چوں پدر من زجهان رخت برد ‏ ق ‏ در بامانت بتو کاری سپرد

هم تو بدانی که نه آن کارِ تست ‏ ‏ دشمن تست آنکه دریں یارِ تست

تخت رہا کن که سزای تو نیست ‏ ‏ تا منم ایں پایه بپای تو نیست

گر مگر کینه کنی استوار ‏ ‏ پیش تو بیش از تو درآیم بکار

در بسدارا کشد ایں گفتگوی ‏ ‏ نیز نتابم زوفای تو روی

لیک بشرطے که دریں رائے من ‏ ‏ جاے پدر گیرم و تو جاے من

کرد رواں رشته کش سلکِ دُر ‏ ‏ تا کند از دُرِّ صدف بحر پُر

پیش سریر آمد و بوسید خاک ‏ ‏ لب سخن آمیز و دل اندیشه ناک

چونکه نبودش زگزارش گزیر ‏ ‏ سرِّ سخن باز کشاد از ضمیر

شاه که آں سلسلهٔ پُرگره ‏ ق ‏ دید مسلسل چو شکنج زره

کرد پر از چین سرِ ابرو زکیں ‏ ‏ بلکه درآمیخت بهم روم و چین

ہستی ما نزدِ خرد اندکے ست ۔۔۔ واں ہمہ با نیستی ما یکے ست

(ہماری ہستی عقل کے نزدیک بہت ہی تھوڑی ہے اور وہ بھی ہماری نیستی کے برابر ہے)

یعنی ہماری ہستی عارضی ہے حقیقی نہیں اور وہ بھی چند روزہ۔ اس لئے نیستی کی برابر ہے۔

من کہ ہمہ ہستیِ من نیستی ست ۔۔۔ ہستیِ بے نیست ندانم کہ چیست؟

(میری ہستی سراسر نیستی ہے۔ ایسی ہستی کہ عدم سے پاک ہو میں نہیں جانتا کہ کیسی ہوتی ہے؟)

یعنی ہر مخلوق ایک عدمی تعین ہے، جو صفات و اسمائے الٰہیہ کا مظہر ہے۔ اس لئے بظاہر موجود نظر آتا ہے لیکن وجودِ حقیقی جو لوثِ عدم سے منزّہ ہے وہ ایک عارضی موجود کے ادراک و فہم میں نہیں سما سکتا۔

نیست شناسندۂ ہستی مگر ۔۔۔ آنکہ در انیست زہستی گزر

(ہستی مطلق کو کوئی نہیں پہچان سکتا۔ اگر پہچان سکتا ہے تو صرف وہی جس کی ہستی اصلی و حقیقی ہو)

مطلب یہ ہے کہ حق تعالے اپنا شناسا آپ ہے۔

ثابتِ مطلق بصفاتِ احد ۔۔۔ زندۂ باقی بہ بقائے ابد

(ذاتِ خدا ثابت ہے بغیر کسی قید کے احدیت کی صفت کے ساتھ۔ یعنی باوجود کثرت یگانہ ہے اس کی حیات و بقا ابدی ہے)

بود در اوّل کس از و پیش نے ۔۔۔ ماند در آخر کس از و بیش نے

(وہی اوّل تھا۔ اُس سے پہلے کوئی نہ تھا۔ وہی آخر میں رہا۔ اس کے سوا کوئی نہیں)

گرچه که پیلان تو کوه آمدند   کوه تنانم همه پیل افگنند

شیر نبردم چو برآیم دلیر   شیر بود هر که برآید ز شیر

با همه این قوت و جوش سپاه .   نیستم اندر پئے آزار شاه

با تو برابر نشوم در مصاف   ورچه بدوزم بسنان کوه قاف

قصه شود در دهن مرد و زن   کین پسر با پدر خویشتن

تیغ که سهراب بر رستم کشید   هیچ شنیدی که ز گیتی چه دید

گر گهر صلح پذیرد نظام   حلقه بگوشم برضاے تمام

ور ز سر کینه فرازی سنان   باز کشم تا بتوانم عنان

گرچه که از گردش دور سپهر   تافته بر سر من هم چو مهر

ور همه آتش زنی از چارسو   روے نتابم ز تو از هیچ روے

تیر تو گر خواست بجانم خلید   من بکشم تا بتوانم کشید

چشم توام تیر برابر مکش   خون توام تیغ جفا بر مکش

تیغ کشم سوے توام خون کشد   بر سر خود تیغ کسی چون کشد

گر گهر تاج ستانِ تو ام   عیب مکن گوهر کانِ تو ام

در هوس تاج ترا در سرست   من گهرم تاج بمن در خورست

ورچه تویی در خور تاج نگین   ملک بمن میده ها انگشترین

چون سرم از بخت سرافراز گشت   تاج تو بر تارک من باز گشت

بہر تو شد ساختہ چترِ شہی — داد بمن پرتوِ ظلِّ الٰہی

تخت جہاں بہر تو برپاے کرد — لیک بر آں تخت مرا جاے کرد

کرسیِ زر بہر تو کردند ساز — پاے منش نسبت بگوہر طراز

خواست یکے خواستہ لیکن نیافت — وانکہ نمی خواست براو خود شتافت

محنت دریا ہمہ غواص برد — شاہ گہر بر کمر خاص برد

رفت یکے در طلبِ لعلِ سنگ — ریزۂ سنگیش نیامد بچنگ

واں دگرے را کہ غم آں نبود — لعل چناں یافت کہ در کاں نبود

کوشش بیہودہ ز غایت بروں — کوبش آب ست بہ ہاون دروں

گفتن چیزے کہ درو مغز نیست — نے ز تو کز ہیچ کسے نغز نیست

در نظر من کہ فلک سر نہد — جز تو کرا زہرہ کہ افسر نہد

این تن من نیست کہ بر تخت تست — عکس تو در آئینۂ بخت تست

ماہِ فلک غرّہ نماے من ست — روت مہ پر تو راے من ست

تیز مبیں در رخِ نورانیم — کاختر بخت ست بہ پیشانیم

طلعت من بین و بوحشت مکوش — مہر خود در روشنیِ من مپوش

ور بیقیں در دل تو ایں ہوس ست — بندۂ فرمانم و فرماں تراست

تاج زمن[1] می طلبی چرخ ساے — بر سرم آ تا کشمت زیر پاے

---

[1] اے اگر تاج از من می طلبی مانند آسمان بر سرم آ (یعنی نزدیکم بیا یا مہر بورز) تا آن تاج را زیر پایت کشم ۱۲

باز پیغامِ پدر جانبِ فرزند عزیز

ماجرائے کہ زخوں بود دلش رابمیاں

مردِ نیوشندہ ازاں امر چپ باز شد و کرد حکایت درست
شاہ سخن را دگر از سر گرفت نکتۂ بآزرم تری در گرفت
کای زنسب گشتہ سزای سریر وز سپرے ہمچو پدر بے نظیر
چشم منے ہیچ غبارے میار چشم نشاید کہ بود پُر غبار
ور چہ غبارست ز کارِ توام سرمۂ چشم ست غبارِ توام
کیں نکنم لیک بتمکیں کنم مہر رہا گر کنم کیں کنم
تا تو ندانی کہ دریں جست و جوے از پے ملک ست مرا گفتگوے
گرچہ توانم ز تو ایں پایہ برد از تو ستانم بکہ خواہم سپرد
لیکنم ایں راہ نمونی بملک از پے آنست کہ چونی بملک
شکر کہ شد زندہ در ایّام تو من ز تو و نامِ من از نامِ تو
باش بکامم کہ بکامِ توام زندہ و نا زندہ بنامِ توام
من بتوام زندہ تو زی پر سال تا ز تو من نیز بوم زندہ حال
زندگی از مرگ ندارد گزیر لیک تو خوش می زی و ہرگز ممیر
خواہمت از جاں کہ پناہے مرا گر تو بخواہی و نخواہی مرا

منّت بخواہم تو نخواہی اگر ‌ ‌ ‌ ‌ ورت بخواہیم چہ خواہم دگر

من نخودم آمدہ پہلوے تو ‌ ‌ ‌ ‌ کآرزو آورد مرا سوے تو

جز بتمنّاے تو سودام نیست ‌ ‌ ‌ ‌ بہتر ازیں ہیچ تمنّام نیست

قاصد تو گر کند اینجا گذر ‌ ‌ ‌ ‌ در رہش از دیدہ فشانم گہر

ور ز تو ام حاجبے آید بہ پیش ‌ ‌ ‌ ‌ شانمش از مرتبہ بر چشم خویش

پیک تو گر نامہ رساند بمن ‌ ‌ ‌ ‌ وردِ دلش سازم و تعویذ تن

گرد سمندت کہ بر آید بماہ ‌ ‌ ‌ ‌ سرمہ کنم از پئے چشم سیاہ

تیغ کشی تیغِ تو جاں بخشدم ‌ ‌ ‌ ‌ ز آئینۂ بخت نشاں بخشدم

ور نہٗ تیر تو بسویم جہد ‌ ‌ ‌ ‌ ہر گرہش تازہ فتوحم دہد

گرچہ کہ سلطانِ جہانم بملک ‌ ‌ ‌ ‌ تاج دہ و تخت ستانم بملک

لیک چو دورم ز تو اے نیکبخت ‌ ‌ ‌ ‌ نے خوشم از تاج و نہ شادم ز تخت

بخت من ار پایہ بر افلاک سود ‌ ‌ ‌ ‌ با تو چو یکدم نہ نشینم چہ سود

تاج خود ار پُر دُرِ مکنوں کنم ‌ ‌ ‌ ‌ با تو چو ہمسر نشوم چوں کنم

در شدہ در چشم کساں از تو نور ‌ ‌ ‌ ‌ دیدۂ من ماندہ ز روے تو دور

مردمک دیدۂ غیرے شوی ‌ ‌ ‌ ‌ طرفہ کہ از دیدۂ من دور روی

دیدہ کہ نادیدۂ دیدار تست ‌ ‌ ‌ ‌ دیدہ و نادیدہ گرفتار تست

نیست بنزدیک من از بیش و کم ‌ ‌ ‌ ‌ بیشتر از دوری تو ہیچ غم

دل که بنزدیکِ تو مجنون بود دور ز تو دور ز تو چون بود

شربت دوری نتوانم چشید درد جدائی نتوانم کشید

هجرِ تو بشگافت دلم نرم نرم . در رو و پیوند کن از خون گرم

ای مدد جان شده حاصل ز تو کی شوم دل که کشم دل ز تو

می شوم دل که جگر بر کشم پس بدلت همچو جگر در کشم

گرچه جگرهاست بهر گوشهٔ به ز توام نیست جگر گوشهٔ

خود ز پئے دیدهٔ مردم پرست جز تو مرا مردمک دیده هست

لیک ازین خز نتوان حلّه دوخت شمع بمهتاب نشاید فروخت

سکّه چو زد در دلِ من کیقباد نامهٔ کاؤس کی آرم بیاد
(نام برادر معزالدین)

بهر خدا صورت خویشم نمائے روی مگردان و بترس از خدائے

نقش چو بر زد ورق ساده را باز فرستاد فرستاده را

آمد و آورد پذیرائے راز قصهٔ آزرم بآزرم ساز

شاه چو پولادِ پدر نرم دید تیغ سیاست بمیان در کشید

گوهرِ دل را بوفا آب داد سلک سخن را ز گهر تاب داد

گفت بتدبیرِ پسندیده زود باز جوابے که پسندیده بود

باز از شاهِ جهان پاسخ پیغامِ پدر
شربت آبِ حیات از پئے سوزِ هجران

کاے شہ مشرق شدہ چوں آفتاب / وز تو جہاں تا حد مغرب بتاب

من کہ گل رستہ زباغ توام / پرتوے از نور چراغ توام

شاہ نزانم شدہ بر ہمگناں / گزرہ فرمان تو تابم عناں

گر ہمہ بر ماہ رسد افسرم / ہم بتہ پاے تو باشد سرم

من کہ زدروازۂ اقلیم ہند / لشکرے آراستہ ام تا بہ سند

سدّ سکندر زدہ ام از سپاہ / فتنۂ یاجوج مغل را تباہ

تا بحد شاہ زبالائیاں / من چو بوم پیش نیاید زیاں

رو تو چو خورشید ز مشرق برائے / من بسم اسکندر مغرب کشاے

شو تو سوے کامرو انگیز رخش / من کنم اقصاے عراقین بخش

خیز تو از قلعہ سین[51] جوے گنج / من ز در روم شوم سیم سنج

عبرہ[52] از معبر دریا تو جوے / من دہم[53] از تیغ بحریں شوے

زابروے خود کن تو اشارت بہ چیر / من سر خاقاں فگنم بر زمیں

ارمن ہند ست ترا زیر دست / کار من بالاست زمن در شکست

رو تو در آں قلعہ بکن پیل بند / اسپ بخواہم من ازیں سو فگند

از تو ز ہندوستدن پیل و مال / وز قبل من بمغل قیل و قال

---

[51] قلعہ سین نام قلعہ کہ در ولایت ہند ست ہندوی او را تایہ گرہ گویند ۱۲

[52] خراج کہ غالبے از مغلوبے ہر سال بستاند یعنی محصول از گذرگاہ دریا طلب کن ۱۲

[53] یعنی من آب شست و شوے تیغ در بحرین افگنم ۱۲

تاج ز تو سر ز من افراختن   عاج ز تو تخت ز من ساختن

تا تو بمشرق بوی و من بغرب   حربه خورد هر که در آید بحرب

در بملاقات ره و رای تست   افسر من خدمتی پای تست

نیست مرا آن محل و آن شکوه   کز سر خود سایه فشانم بکوه

در فگند رای تو بر بنده تاب   ذره شوم پیش چنان آفتاب

شاه بترتیب صوابی که بود   چون برضا گفت جوابی که بود

داد بحاجب سلب زرنگار   بافته یکسره در شاهوار

بس که گران شد سلب زرکشید   حاجب ازان بار چو ابرو خمید

خرم و خندان چو گل از بارگاه   سوی گلستان دگر جست راه

رفت و نمود ار خود آنجا نمود   هر چه ز در یافت بدریا نمود

معزالدین   نصیرالدین

غالیهٔ صلح که در نافه برد   شمه بشمه همه شه را سپرد

بادشه شرق چو این مژده یافت   روش چو خورشید ز مشرق بتافت

کرد نشاطی و رامشگران   مجلسی آراست گران تا گران

باز طلب کرد بفر همای   خون خروس از بط سرخاب زای

گیسوی چنگ و قدح آب رنگ   دوربی داد و تسلسل بچنگ

داشت اصول طرب از قیل و قال   ریختن خون صراحی حلال

خازن شہ آمد و در باز کرد — دادن افسر ز سر آغاز کرد

گشت جہان معدن در عدن — کرد زمیں باز زِ صامت سخن

ہر کہ دراں بزم طرب ساز گشت — دامن پر گوہر و زر باز گشت

بسکہ ز زر گشت زمیں ناپدید — ہر کہ زمیں جست نشانش ندید

شاہ چو از خون قدح گشت خوش — دل بجگر گوشہ شدش ہمسرکش

خواست دلش تا بخوشی جامے — نوش کند بر رُخ کاؤس وکے

کرد اشارت کہ درآمد بہ پیش — خاک[۱] بوسید بر آئینِ خویش

زاں گل نورستہ دل تاجور — شد ز گل تازہ و تر تازہ تر

بر رخ آن گل مے احمر کشید — لیک بوی گل دیگر کشید

دیدہ براں نور پسندیدہ داشت — دل بدگر مردمکِ دیدہ داشت

زیور افسر بکلاہ اوفگند — قرعہ خورشید بماہ اوفگند

گرچہ دلش مہر بکاؤس داد — ہم ز دلش دور نشد کیقباد

بادہ ہمی داشت بر آنش کہ خیز — قصۂ غیبت بحضورش بریز

لیک سر پر سری و تاج کے — دست بداما نش ہمی زد کہ ہے

چوں اثر شوق ز غایت گذشت — کفۂ دانش ز کفایت گذشت

روے بکاؤس کے آورد و گفت — تا شود آں ماہ بخورشید جفت

---

[۱] یعنی آن کاؤس برسم قدیم ۱۲

سوی برادر شو و آراسته — با سپه و کوکبه و خواسته

جست بسی هدیه بقیمت گران — دیده فروز همه قیمت گران

بی عدد از رشتهٔ دُرّ دری — دوخته زان رشتهٔ لب جوهری

سلک دگر از گهر شب چراغ — هر گهری مملکتی را فراغ

لعل که بوده است ز غایت برون — سنگ ز مهر از پئی شان خورده خون

جامهٔ هندی که ندانند نام — کز تنکی تن ننماید تمام

مانده به پیچیده بناخن نهان — باز کشائیش بپوشد جهان

عود بخروار و قرنفل یمن — خرمنی از نافهٔ مشک ختن

عنبر و کافور معنبر سرشت — صندل خالص چو درخت بهشت

ساختهٔ هند بسی تیغ تیز — تیز تر از آب گه آب خیز

سر بفلک برده بسی زنده پیل — کوه گران را بقیامت دلیل

هدیه چو آراسته شد بی شمار — چار طرف گشت طرائف بکار

داد بشهزاده و کردش روان — ساخته با کوکبهٔ خسروان

وانچه سخن بود ز اسرار ملک — کن مکن از ضابطهٔ کار ملک

چون دگری محرم آن سر نبود — محرم سر دید قرو خواند زود

تا بامانت بودش در ضمیر — باز رساند بامانت پذیر

راز که داند که چه بد در نهفت — ظاهرش از باطن آشفته گفت

کاے غم تو کردہ بجانم اثر — تو زمن و حالت من بے خبر

جاے تو در چشم و تو در جاے نہ — ہیچ سوے مردمیت راے نہ

تا شدی از چشم من اے آفتاب — دیدۂ خود پیش ندیدم بخواب

خواب من از دیدہ من آب برد — آب من این دیدۂ بیخواب برد

این منم و نقش تو و آبِ چشم — عکس خیالت شدہ مہتاب چشم

گرچہ نہ چشمم برخت روشن ست — صورتت آخر بخیال من ست

گرچہ پرستیدن صورت خطاست — صورت تو گر بپرستم رواست

اے بصر دیدہ و جان پدر — زان دگر کس نہ از آن پدر

صبر من از دوری تو رفت دور — مرحمتے کن کہ بمانم صبور

من کہ صبوری نتوانم ز تو — واے کہ محروم بمانم ز تو

می نکند سوز من اندر تو کار — باش کہ تا در رسد آن روزگار

آمدنم نہ از پئے این کار بود — کافسر و اقلیم توانم ربود

این قدرم عرصہ درین ملک ہست — کز دو سوی دگر پایہ دست

لیکنم از بس کہ بتو دل کشید — میل توام رخت بمنزل کشید

ہجر بس ست آنچہ کہ بد پیش ازین — نیست مرا طاقت غم بیش ازین

تشنۂ دیدار توام روز و شب — شربت خود باز بگیرم ز لب

از تو نشاید کہ بدین سان روم — تشنہ دل از چشمۂ حیوان روم

شاد کن ایں جانِ غم اندیش را　　روے نما منتظرِ خویش را
تختۂ حالِ دل ریشم بخواں　　یا بمن آیا برِ خویشم بخواں

از پدر آمدنِ شاہِ جہاں کیکاؤس

بر برادر چو گلِ نوبرِ سروِ رواں

گشت رواں موکبِ کاؤس شاہ　　سوے فریدون سریر و کلاہ
آمد و زآبِ سرو دا گذشت　　چشمۂ خورشید ز دریا گذشت
یافت خبر صاحبِ تاج و سریر　　زآمدن آں دُرِ دریا نظیر
تاج بسر کرد و برآمد بہ تخت　　تا نگرد ہمچو خودے راز بخت
گشت مہیا ہمہ ترتیب بار　　چتر کشا داز دو طرف چتر دار
گرد زباں آوری دورباش　　چشم زدن دیدۂ بد را خراش
روے زمیں از سپر و رمح و تیغ　　گشت پُر از بارقۂ برق و میغ
گشت صف آراستہ تا چند میل　　ز انبہیِ آدمی و اسپ و پیل
پیش دویدند سراں و سپاہ　　تا لبِ آب از پئے تعظیمِ شاہ
پیش رکابِ شہِ مسند نشیں　　جبہہ نہادند بروے زمیں
شیر[۱] نمودند بزیرِ عناں　　تا بدرِ شاہ نثار افگناں

---

[۱] پیادہ شدہ آمدند ۱۲

بر درِ دہلیزِ شہِ تاج بخش — جاے ادب دید و درآمد زِ رخش

تحفۂ آوردہ ہمہ کردہ راست — شد دو صف آراستہ از چپ و راست

پیشترک شد بزمیں بردہ روے — رُفت زمیں را ز تواضع بموے

شاہ برویش چو نظر کرد چست — دید[۱] درآں آئینہ خود را درست

گرم فروجست ز تخت بلند — کرد بآغوشش تن ارجمند

داشت بآغوش خودش تا دیر — سیر نشد چوں شود از عمر سیر

باخودش از فرش باورنگ برد — تخت کیاں باز کیاں را سپرد

گاہ مہش خواند برغم سپہر — گاہ ببوسید سرش را بمہر

گاہ ز پایش بکف افشاند خاک — گہ زبنا گوش خویش کرد پاک

گاہ ز دیدہ بہ نثارش گرفت — گاہ دوبارہ بکنارش گرفت

گاہ نظر بر رخ زیباش کرد — گاہ دل از مہر شکیباش کرد

گاہ بیک دیدہ شدش رہنمای — گاہ بچشم دگرش کرد جاے

چوں کہ دو افسر بوفا شد یکے — در تتقِ نور دو جا شد یکے

پرسش از اندازہ و غایت گذشت — حد نوازش ز نہایت گذشت

از درِ دیگر سخن آغاز گشت — قفل ز گنجینۂ سر باز گشت

شاہ بکاؤس کے آوردہ گوش — نکتہ[۲] بروں داد خداوند ہوش

---

۱ اے دررویِ او زیرا کہ ہردو برابر بودند ۱۲ ۲ نکتہ کہ پدر گفتہ بود با برادر گفت ۱۲

گنج سخن باز کشاد از ضمیر داد امانت بامانت پذیر
شاه پذیرفت و بدل در گرفت دز و گر اندیشه سخن بر گرفت
جام طلب کرد و بعشرت نشست نے زمے از خون عدو شست دست
از رخ فرخنده این هر دو کے بلبله بلبل شده گل کرده مے
رهزن عشاق شد آواز چنگ باده روان گشت دران راه تنگ
هر چه بمجلس غزل تر زدند جمله بنام شه کشور زدند
بر در او مطرب فرخنده فال دور مباد از غزل وار غزال
با خوشی دل چو شود باده کش زین غزلم گوش گرامیش خوش

غزل

بباغ سایهٔ بیدست و آب در سایه ازین سپس من و جانان و خواب در سایه
کنون چو باد بباید جمید پیش از صبح بگلشنے که روان باشد آب در سایه
ببانگ نوش مگر ساقیم کند بیدار چو خفته باشم و مست و خراب در سایه
بسایه خفته بدم دی که یار آمد و گفت چه خفته که رسید آفتاب در سایه
ببوستان منم امروز مجلسے و گلے روانه گشت مے چون گلاب در سایه
در آفتاب همه ساقیان هم از رخ خویش دگر صراحی و نقل و کباب در سایه
هوای گرم تو نازک برون مرو جانان بنوش با من صهبای ناب در سایه
چو پای بند تو شد جان در آفتاب مگرد مسوز جانم و باز آ شتاب در سایه

فروغ روے تو تیز ست زلف بر لب نوش — زآفتاب بنہ آں شراب در سایہ
بگفت خسرو بکشاے زلف تا شنند — حریف مطرب و چنگ و رباب سایہ

رفتن شاہ کیومرث بتوزک عارض

بر شہ شرق بیکجا عرض ایں جوہر آں

روز دگر کرد چو ناف جہاں — مشک شب از آہوی مشرق نہاں
ناف جہاں مشک زمیں را اسپرد — بادشد آہو تگ و آں مشک برد
شاہ شد از سیرت خود مشک سای — خوں بسوی صلح شدش رہنمای
شمع دل ملک کیومرث شاہ — خلدہ اللہ بمجد و جاہ
خواند و رواں کرد بسوی جدش — چند ادب کرد برون از حدش
ہدیۂ زربفت خطا و عراق — ہر یک ازاں طاقہ در آفاق طاق
از خز و اکسون و دگر پرنیاں — زیب تن تاجوران و کیاں
اسپ جہیں اصل ولایت نورد — گاہ تگ از باد برآوردہ گرد
سخت کمانہا زمہ نو فرہ[۱] — در خور زہ کردن و ناکردہ زہ
سادہ غلامان خطا و تتار — موی شگافندہ بشب روزگار
اشتر پوئندہ و پولاد پاے — کوہ نما از تن کوہاں نمائے

---

[۱] فرہ بیشی و سبقت ۱۲

جنس دگر ہرچہ تواں بر نام — وانچہ کسش نام نداند تمام

ساخت کردند ز ہر جنس صد — وز در و یاقوت بروں از عدد

داد بشہزادہ کہ بر جد رساں — خدمت من خدمتے خود رساں

دید کہ آں طفل وشے خرد سال — رمز بزرگاں نشناسد بسجال[1] (بشتاب)

توزک آں عارض فرزانہ را — خواند و تہی کرد نہاں خانہ را

ہرچہ ز کاؤس شنید از نہفت — پاسخ آنرا بنہاں باز گفت

کانچہ دل شاہ بداں مائل ست — رائے مرا نیز ہماں در دل ست

دل نہ زکیں کرد روانم بہ تو — کآرزو آورد کشانم بہ تو

تن بوفا گرچہ کہ حاشلے[2] بود — دل ز تمنائے تو خالی بود

ورنہ تو دانی کہ بشمشیر تیز — کس نکند با پدر خود ستیز

ظاہرم ار نقش خلافی گذشت — باطنم از حد وفا بر نگشت

ایں نہ خلاف تو پسندیدہ ام — مصلحت ملک چناں دیدہ ام

تا چو شوم با تو مخالف بپوست — دشمن تو باز شناسم ز دوست

جلوہ کنم از ہمہ رو آں جمال[3] — تا ز ہر آئینہ چہ بینم خیال

دوست بود راہ بہ نیکی برد — دشمن از اندیشۂ بد نگذرد

آرزوے من کہ گذر بر تو کرد — مہر من ست ایں کہ اثر در تو کرد

---

۱ فی الحال ۱۲ ۲ آراستہ ۱۲ ۳ این جمال مخالفت ۱۲

پیشتر از جنبش این دار و گیر — باعثه بود مرا در ضمیر (برانگیزنده)

کم ز چه رو دست بر آں در شود (کلّا) — کیں شرفم زود میسّر شود

در سبق ارشاه قدم پیش راند — ایں سبقت با ورقم باز خواند

آمدم اینک بهزاراں نیاز — تا کنم ایں دیده بروے تو باز

بود بسے پرسش شاه زمن — کامدن از خود طلبی یا زمن

من بدرِ شه بسر آیم دواں — چوں پسراں بر پدراں بیگماں

لیک مرا پایه نو یافت پاے — گلبن نو به که بجنبد ز جاے

لیک خداوند سریر و کلاه — بود همه وقت بر اورنگ شاه

مملکتش ضبط و جهاں زیر دست — هر چه کند باک نه از هر که هست

شرط چناں ست که در بحر و بر — چشمه کند بر لب دریا گذر

لیک سزد گر شه دریا نشاں — بر سر ایں چشمه شود در فشاں

شاه چو فارغ شد ازیں گفت و گوے — کرد رواں عارض فرزانه خوے

عارض دانا و کیومرث شاه — سوی شهِ شرق گرفتند راه

ز آب گذشتند و بسلطاں شدند — چوں گل و بلبل بگلستاں شدند

حال بگوشِ شهِ کشور رسید — کز چمن آں میوهٔ دلبر رسید

رفت بر اورنگِ سکندر نشست — وز صف پیلاں سدِ یاجوج بست

کلّا مرا از چه نوع و صورت دست بر آں در شود ۱۲

چتر برآمد ز دو سو یکسره   ساخته شد میمنه و میسره
بارگه‌ِ هر داد کیانی درخت   پیش ستادند بزرگان تخت
فرش کشادند تتق برزدند   پردهٔ دهلیز بر اختر زدند
ساخته شد پرهٔ پیلان مست   صف جنیبت ز دو سو راه بست
مفرد[1] کرز بند کله کژ نهاد   راست به پیرامن داخل ستاد
پایک هندی معلق زنی   در صف خود گشت به تیغ افگنی
شعشعهٔ تیغ فلک تاب گشت   چشمهٔ خورشید ز سهم آب گشت
گر مگسی زد بسر تیغ پر   شعشعه در پرّ مگس کرد اثر
کارگزاران همه رفتند پیش   سجده کنان پیش خداوند خویش
پیش عنان بانگ روا رو زدند   سکّهٔ نو بر درم نو زدند
رفت خرامان ملک ارجمند   تا درِ دهلیز به پشت سمند
چشم چو بر گلشن بخشش فتاد   گشت پیاده چو گل از پشت باد
روی چو گل سود به پشتِ زمین   گشت زمین پر سمن و یاسمین
آمد از او رنگ بزرگی فرود   دست بگل در زد و گفتش درود
برد و ببالای سریرش نشاند   وز مژه بر ماه گهر می فشاند
خون خودش دید بجان در کشید   خون خود از دیده روان بر کشید

---

[1] مفرد کرز بند سپاهی که در حفاظت پادشاه باشد و در زیر حکم کسی نبود ۱۲

کرد چو نورش بدل دیدہ جاے — گاہ سرش بوسہ زد و گاہ پاے
ہر جگر گوشہ زسر تازہ کرد — جنبش خوں را ز جگر تازہ کرد
گاہ ز رحمت بکنارش گرفت — وز سر تا پا بنثارش گرفت
گاہ بیاقوت لبش داشت ہوش — کرد پر از لولوے ناسفتہ گوش
روے و را آئینۂ ملک خواند — آئینہ را بر سر زانو نشاند
دیدازاں گوہر نیکوے خویش — ز آئینۂ زانوے خود روے خویش
بس کہ مبارک نظر تاجور — ماند بہ نظارۂ لولوے تر
دیدہ زمانے ز رخش بر نکرد — میل بآیندۂ دیگر نکرد
در رخ آں دیدہ ہمی دید شاہ — ہیچ نمی کرد بعارض نگاہ
عارض از آئین ادب پروری — بود کمر بستہ بخدمت گری
تا نظر شاہ بر آں سوے تافت — خدمت عارض محل عرض یافت
تحفۂ شاہانہ کہ با خویش برد — کرد نمودار و بخازن سپرد
ہدیہ چو از رہ بکراں بر درخست — گشت سخن تازہ ز اسرار تخت
مرد خردمند پسندیدہ ہوش — ریخت زلب ہرچہ در آمد بگوش
شاہ بر اں مژدۂ شادی فزاے — ہیچ نگنجید ز شادی بجاے
داد بعارض ز قباہاے خاص — نادرہ خرخی[1] ہمہ زر خلاص

---

[1] جنسے از جامہ ابریشمی ۱۲

داد بشهزاده کیومرث نیز ‏ ‏ ‏ تحفهٔ آں ملک ز ہر گونہ چیز

یافتہ چندیں کمر از در و لعل ‏ ‏ ‏ دشت نوردانِ بزر بستہ نعل

پیل بسے زیرِ عماری زر ‏ ‏ ‏ بارِ عماری ہمہ گنج و گہر

وعدہ چناں رفت کہ فردا پگاہ ‏ ‏ ‏ جنبش خورشید شود سوے ماہ

منزلِ سعدین شود برج تخت ‏ ‏ ‏ مجمع بحرین شود روے بخت

از دو طرف بخت مطرف شود ‏ ‏ ‏ وز دو طرف تخت مشرف شود

گشت مقرر چو قراری چناں ‏ ‏ ‏ سکہ چو زر شد ز عیاری چناں

خرّم و خوش عارض و فرزند شاہ ‏ ‏ ‏ باز نوشتند سوے خانہ راہ

حال نمودند بدارا ے ملک ‏ ‏ ‏ کاب درا فزود بدریاے ملک

کار کہ اقبال خداوند خواست ‏ ‏ ‏ شد ہمہ ز اقبال خداوند راست

وعدہ بفرداست ملاقات را ‏ ‏ ‏ ساختہ شد رسم مراعات را

شاہ بفرمود بفرمانبراں ‏ ‏ ‏ ساختن برگ و نولے گراں

از تحف و خدمتی و یادگار ‏ ‏ ‏ گوہر و یاقوت ز بہر نثار

کانچہ بباید ہمہ یکجا کنند ‏ ‏ ‏ جملہ بترتیب مہیّا کنند

کار چو بر کارگزاراں گذاشت ‏ ‏ ‏ خودی و شادی و طرب پیش داشت

جام ہمی خواست ز ساقی مدام ‏ ‏ ‏ تا فلک از دور فرو برد جام

ساغر خور چوں بزمیں داد تفت ‏ ‏ ‏ گرد پر از ذرّ قدح شب بکف

ساقی خورشید وش و ماه چهر ‏ دَور همی کرد چو مه بر سپهر
شاه ز هر سے که بکف برگرفت ‏ جام زکف در دُر و گوهر گرفت
جام همی داد بخورشید و ماه ‏ زهره همی رفت ز دور ش براهْ
زخمهٔ قانون که همی کند تار ‏ بود از و در رگ جاں خارخار
مجلسے از خلد بریں تازه کرد ‏ شاه ز طوبیٰ فلک آوازه کرد
تا ابدش بادهٔ خوش باد نوش ‏ نغمهٔ طنبور نشاطش بگوش
ایں غزلم گرچه ندارد محل ‏ مشکل من از کرمش گشت حل

غزل

وه که اگر روے تو در نظر آید مرا ‏ پیش ز خورشید و ماه رو ننماید مرا
بستهٔ تست ایں دلم با دگرانش مبند ‏ کاش که با دیگراں دل نگشاید مرا
روے نماند ز اشک چهرهٔ من تا هنوز ‏ از تو چه خونابها رو ننماید مرا
خون مرا آب کرد گریه که در خدمتت ‏ پیشتر از من دو د هیچ نیاید مرا
دل بشنیدم که دوش لعل تو بوسید و مُرد ‏ پیش چنیں مردنے زیست نشاید مرا
جان من آں روز رفت کم رخت آید پیش ‏ یا رب کایں روز بیش پیش نیاید مرا
سینهٔ خسرو ز تست آئینهٔ زنگ خورد ‏ مصقلهٔ وصل کو تا بزداید مرا

اتصالِ مہ و خورشید قرانِ سعدین

چرخ گردانست بگردِ سراپشیان گرداں

گشت چو دریاے سپہر آبگوں	داد رواں چشمۂ خود را برون
کشتی مہ سوے کرانہ[۱] ساز کرد	چشمۂ خورشید بدو باز کرد
شب کہ بکف داشت دُرِ شاہوار	کرد بران چشمۂ و کشتی نثار
شاہ دراں ناحیہ کاوّل نشست	دستگہے دید درو تنگ دست
از چپ و از راست نظر برگماشت	تخت دو جمشید مسافت نداشت
شہ ز زبر دست عوض کوچ کرد	سوے فرو دست برآورد گرد
پیشتر ک شد قدرے زاں سواد	نصبِ علم را رقمِ فتح داد
دور سراپردۂ سیّارہ ساے	برلبِ آبِ سرو شد بپاے
در محلے کاب رواں تنگ بود	گرچہ کہ پہناش بفرسنگ بود
تا بگہ عبرۂ آں شاہ شرق	زود ترے سیر نماید چو برق
تا چو رآں سوی خود از جای خویش	آمدہ بد پیشتر از شاہ بیش
کرد سراپردہ مقابل بلند	منتظر دیدن آں ارجمند
شاہ ہمہ روز متاعے کہ خواست	جملہ بترتیب ہمی کرد راست

---

[۱] کراں بمعنی کنارہ ۱۲

روز چو آخر شد و گرما گذشت — چشمۂ خور خواست ز دریا گذشت
تاجورِ شرق بر آہنگِ آب — کرد طلب کشتیِ گردوں شتاب
پیش کشیدند بہشتی شگرف — سدرہ و طوبیٰ بعمل کردہ صرف

صفتِ کشتی و دریا بمیانِ کشتی

موجِ دریاے کہ رفتہ زکراں تا بکراں

ساختہ از حکمت کار آگہاں — خانہ گردندہ بگرد جہاں
نادرہ حکم خداے حکیم — خانہ رواں خانگیانش مقیم
اہل سفر را ہمہ بروے گذر — ہمرہِ او ساکن و او در سفر
گاہِ روش ہمرہ او گشتہ آب — آبلہ در پاش شدہ از حباب
جاریۂ ہند زبانش سلیم — حامل چندیں بچہ لیکن عقیم
عکس کہ بنمود بآب اندروں — کشتی خصم ست کہ بینی نگوں
ماہ رسن بستہ چو دلو استوا — یافتہ در خانۂ ماہی قرا
ماہ نوے کامل دی از سال[1] خوا — یک مہ نو گشتہ بدہ سال راست
گشتہ گہ سیر ہلالش زبوں — عکس ہلال ست بآب اندروں
صورت آں تختہ کہ بد بے بہا — عین چو ابرو شدہ بر چشمہا

---

[1] سال نام درخت کہ از و کشتی وغیرہ سازند و از ہلال مراد کشتی ۱۲

لیک جزین فرق ندانم کنون — کوست سرافراخته ابر نگون

ابروی او داده بهر چشم نور — چشم بد از ابروی نیکوش دور

همچو کمان پرخم و تیر از میان — تیر ستاده ست و کمانش روان

راه نخواهد بمدارا شدن — راست چو تیری بگذارا شدن

او برسد تیر فلک را باوج — تیر به تیرشش نرسد گاه موج

تیر در او گرچه که بیش افگنند — پس فتدش گرچه که پیش افگنند

پیشتر از مرغ پرد در گشاد — پیشتر از باد رود روز باد

وقت دو منزل بدمی ل دو چند — بارسن و سلسله و تخته بند

بسته بزنجیر مسلسل دراز — بحر روان زو شده زنجیر ساز

یک زدن چشم که بینیش پیش — تا بزنی چشم نه بینیش پیش

بر پر پرواز جای نه جنبیدنی — نیست درین هیچ پرانیدنی

همچو کلنگان بهوا سرفراز — پر چو حواصل زد و سو کرده باز

مرغ که آن از پر چوبین پرد — طرفه بود لیک نه چندین پرد

هر طرفش ره بشتابی دگر — هر قدمش سیر بر آب دگر

از تگ طوفان شکنش در شتاب — معجز نوح آمده بر روی آب

گرچه ز دریا گذرد بیش و کم — آب نباشد تر گشتش تا شکم

دیده شب و روز بسی گرم سیر — رفته بهر سو ز پی آب خورد

تختہ پئے حرف گرفتہ بکش یاد بر آب از ہوش حرف کش

تختہ نشد پیشِ معلم درست طرفہ کہ صد تختہ بیکبار شست

دست چو در آب فراز افگند آب بدست آرد و باز افگند

ہمچو جواں مرد کش آید بدست سیم فراواں و نپاید بدست

لطمہ زناں بر رخِ دریا بزور آب ازاں لطمہ بفزاید و شور

دیدہ دل و دست خداوند خویش بر رخ دریا زدہ صد لطمہ بیش

تا عمل بحر شدش مستقیم آمدہ از عبرۂ دریاش سیم

پیشۂ ملاح در و شیم پاشش تیشۂ نجّار از و در خراشش

مرکب بحری ز سفر گشتہ چوب بر طرف بحر شدہ پاے کوب

بگذرد از آب سوارش بخواب غرقہ نگردد چو سوارانِ آب

در تہ او آب سبک خیز نیست گرچہ کہ صد نیزہ بود تیز نیست

جوے کہ بگریست تر و آب دار گاہ لبش گیرد و گاہے کنار

ہر کہ پئے آب بر و شد سوار آب گذارد چو بگیرد کنار

در رہ بے آب نداند شدن کیست کہ بے آب تواند شدن

خاک نخواہد کہ غبار آورد تیرگیِ دیدہ ببار آورد

آب اگر گرد بگردد برش ہیچ ز گرداب نگردد سرش

با سبکی بار تواند کشید از سبکاں بار کشیدن کہ دید

موج گراں یافت سبک بر رود　　　ارچہ گراں گشت سبک تر رود
گرچہ کہ دہ سال بریداز درخت　　　ہم تہی از بار نگشت اینت بخت
طرفہ درختے ست نمودار او　　　کادمی و اسپ بود بار او
شاہ دراں خانۂ چوبیں نشست　　　وزپل چوبیں ہمہ دریا ببست
آب شداز بحر رواں تختہ پوش　　　کردہ زہر تختہ معلق خروش
موج سوی جاریہ می برد دست　　　بیل بیلیش ہمی کرد پست
نعرۂ ملاح کہ می شد باوج　　　برتن خود لرزہ ہمی کرد موج
سلسلۂ موج زوامی کہ بافت　　　ماہی ازاں دام خلاصی نیافت
بس کہ بجوشید زمیں ہمچو دیگ　　　آب رواں تشنۂ گل شد بریگ
آب ازاں غلغل زاندازہ بیش　　　گرد ہمی گشت بگرداب خویش
کشتی پوینده کہ چون تیر بود　　　بود بجاسے کہ زمیں گیر بود
وزخلہ پشت کشف ناتواں[۱۵]　　　داشت بسے رخنہ بپر گستواں
عکس رسنہا کہ فرو شد بآب　　　بست بپہلوے نہنگاں طناب
کشتی شہ تیز تر از تیر گشت　　　در زدن چشم ز دریا گذشت
راست کہ شہ برلب دریا رسید　　　گوہر خود برلب دریا بدید
خواست کہ از سوز دل بیقرار　　　برجہد از کشتی و گیرد کنار

---

[۱۵] یعنی از خلش خلہ (پتوار) بر پشت کشف رخنہا مثل برگستواں (جھال) اسپ پیدا شدہ بودند ۱۲

صبر ہمی خواست نمی آمدش   گریہ نمی خواست ہمی آمدش

بود ازیں سوے معزِ جہاں   ساختہ بر جای ادب چوں شہاں

چوں کہ دراں شیفتۂ خویش دید   شیفتہ تر شد چو از و بیش دید

پیش شد از دیدہ نثارش گرفت   شہ بدوید و بکنارش گرفت

تشنہ دو دریا بہم آورد میل   تشنہ و از دیدہ ہمی راند سیل

یکدگر آوردہ در آگوش تنگ   ہر دو نمودند زمانے درنگ

چوں گل و غنچہ کہ جہد از خزاں   دور نشد آں ازیں و ایں ازاں

جاں بدو تن بود یکے از نخست   صورتِ تن نیز یکے شد درست

قدِّ دو فرقد کہ بہم باز خورد   کارِ دو رو یہ ہمہ یک رویہ کرد

چرخ بکف کردہ طبقہاے نور   فاتحہ می خواند بریشاں ز دور

از پسِ دیرے کہ بخویش آمدند   ہمدگر از عذر بہ پیش آمدند

گفت پسر با پدر اینک سریر   جاے تو من بندۂ فرماں پذیر

گفت پدر با پسر ایں خود خطاست   ہم بتو ایں پایۂ دولت سزاست

باز پسر کرد بگوشش خطاب   کاے مہ ازیں منزلِ خود رو متاب

باز پدر گفت کہ ایں ظن مبر   کز پسر افسر برباید پدر

باز پسر گفت کہ بالا احترام   کز تو برد پایۂ تخت تو نام

باز پدر گفت کہ ایں جاے تست   کز تو شود سکۂ نامم درست

باز پسر گفت کہ برشو بتخت — کایں محل از بہرِ تو آراست بخت
باز پدر گفت کہ اے تاجدار — تخت ترا بہ کہ تو ئی بختیار
دیر بماندند دریں گفت و گوے — پائے کسے پیش نشد پایہ جوے
چوں پدر از جانبِ فرزندِ خویش — شرطِ ادب دید ز اندازہ بیش
گفت کہ یک آرزویم در دل است — منت ﷲ کہ کنوں حاصل است
ایں کہ بدستِ خود تو اے نیکبخت — دست بگیرم بنشانم بہ تخت
زانکہ بہ طفلیت چو شدی بر سریر — من نہ بُدم تا شدمے دستگیر
گرچہ تو محتاج نبودی بمن — کافسر ملکی بسرِ خویشتن
با پسر ایں نکتہ چو لختے براند — دست گرفت و بسریرش نشاند
خود بتعال آمد و بربست دست — ماندازاں کار عجب ہر کہ ہست
داشت دریں زیر خیالے نہاں — آگہیٔ داد بکار آگہاں
کاے دمِ تاں در رہ اخلاص چست — بہ کہ نباشید دریں کار سست
من پدرم صاحبِ تخت و کلاہ — بندہ بریں گونہ شدم پیشِ شاہ
ہر کہ ازیں پایۂ والا برد — نسبتِ خدمت ہم ازینجا برد
بود ستادہ نفسے ہم بجاے — ہم نفسش نیز ستادہ بپاے
گرچہ پدر بر سرِ تختش کشید — شست فرود آمد و پیشش دوید
چوں ظلفاں شرطِ وفا می نمود — خواہش عذرے بسزا می نمود

دو پیتیان هر طرفے بستہ صف — کردہ طبقہاے جواہر بکف

لعل و زبرجد کہ برآمیختند — بر دو سر افرازہی ریختند

تودۂ لعلی کہ بہر گوشہ بود — رُستے زمین پر ز جگر گوشہ بود

زاد تو گوئی ز زمین زر و سیم — حاملہ شد خاک ز دُرِّ یتیم

چون پدر اقبالِ پسر تازہ کرد — زان شرف آفاق پر آوازہ کرد

گفت کہ امروز بس ست این قدر — روزِ دگر جلوۂ ملکِ دگر

شکر خدا را کہ رسیدم بکام — کامِ دلِ خویش بدیدم تمام

زین نمط از کام چو دمساز گشت — فرقِ پسر بوسہ زد و باز گشت

رفت پدر کشتیِ مقصود راند — باز پسر بحر[1] بکشتی نشاند

کرد طلب کشتیِ دریا نشان — کشتیِ زر داد بدریا کشان

سیل روان کرد محیطِ شراب — تا بلب آمد ہمہ را جوشِ آب

غوطہ خوراند ز سر برگذشت — کیست کہ جز شاہِ جہان برگذشت

ہوش بگردابِ قدح در فتاد — داد ہمہ رختِ ادب را بباد

عقل شد از بہر کشیدن ز دل — او ہم ازان قعر نیامد برول

چنگ ز گیسوے سیہ دام یافت — گرچہ در افگند نشانی نیافت

عقل اگر شد بقدح ناپدید — عقل عقیلہ ست نباید کشید

---

[1] بحر کنایہ از شراب و کشتی از جام ۱۲

عاقلِ دولت کہ مباداش نقل   باد سر افراز جہانی چو عقل
بادہ کہ از عقل رباید چراغ   تا ابدش عقل فزائے دماغ
چنگی او عقل فزائے حباب   عاقلۂ عیش و نشاط شہاں
ایں غزل از تارِ ترنم سرائے   در سرِ او یافتہ چوں عقل جائے

غزل

خرّم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد   آرزومند نگارے بہ نگارے برسد
دیدہ بر روئے چو گل بندد و نہ بود خبرش   گرچہ در دیدہ ز نوکِ مژہ خارے برسد
تن چو بینش کہ بر سیلِ مژہ کشتی راند   از پسِ قطعِ سواحل بکنارے برسد
لذتِ دیدنِ دیدار بجاں کار کند   جانِ بیکار شدہ باز بکارے برسد
گرچہ در دیدہ کشد ہیچ غبارش نبود   ہر کجا از قدمِ دوست غبارے برسد
اے خوش آں تلخیِ پاسخ کہ دہد بعد از ہجر   کہ خمارے شکن از بہر خمارے برسد
لذتِ وصل ندانند مگر آں سوختہ   کہ پس از دوریِ بسیار بیارے برسد
قیمتِ گل نشناسد مگر آں مرغِ اسیر   کہ خزاں دیدہ بود پس بہارے برسد
خسروا یارِ تو گر می نرسد خود می پوے   بہرِ تسکینِ دلِ خویش کہ آرے برسد

ذکر اسپ فرستادنِ سلطان بد
ہم براں گونہ کہ در باغ وزد بادِ وزاں

شد کرۂ چرخ چو گنبد تمامے — نعلِ مہ افگند سمند ز پاے

زردۂ صبح از طبقِ خاک جست — رفت و بمیدانِ افق بر نشست

شاہِ فلک مرکبِ جوزا ستام — ہم شہ و ہم شاہسواری تمام

جست نہنگانہ تگاور بہ پیش — در دلِ دریا شدہ از آبِ خویش

رفت امیر آخور و آورد زود — ہرچہ در اطرافِ جہاں باد[۱] بود

پس کہ پر از بادِ رواں گشت دشت — مرکزِ خاکی کرۂ باد گشت

وصفِ اسپاں کہ ز سرعت بخروج و بہ دخول
نتواں خارج شاں گفت نہ داخل چوں حبال

تیز تگانِ ہمہ تازی نژاد — چوں دمۂ آتش و ابنانِ باد

گرد سرِ سینے ہمہ گردن دراز — تا بہ فلک گردنِ شاں سرفراز

تیز تگِ گوش چو پیکاں پدید — بر سرِ یک تیر دو پیکاں کہ دید

سر چو مہ افراختہ بر اوجِ مہر — ساختہ از چشم چراغِ سپہر

از ہنر آراستہ پا تا بفرق — گاہ روش ابر و بجستن چو برق

در گہ بے دست زدن چستہ زن — کوفتنِ پا بطرق کردہ فن

نازکناں در صفتِ نازکی — زخم نخوردہ سگے از چابکی

۱؎ امیر آخور امیر اصطبل و از باد مراد اسپاں ۱۲

کبکِ خرامنده بصحنِ سرای — کبکِ روان ابزده زاغ پای
ہیکلِ شان گرم چو آتش گہی — آتشِ شان چوب نخورده گہی
کوه گران لیک گران سنگ نی — یک تگِ شان جز لبۂ فرسنگ نی
سنگ دران کوه‌تنان ناپدید — کوه کہ بے سنگ بود کس ندید
ز آتشِ خود گرم روان ہمچو تیر — سوختہ شد کرۂ گرمِ اثیر
از تگِ شان کان رہِ صرصر زده — باد بدیوار بسے سر زده
سرعتِ شان از تگِ شان بیشتر — گاہِ تگ از خود قدمی پیشتر
وز رہِ جولان بفلک راہِ شان — سنبلۂ چرخ چراگاہِ شان
سبے سمِ شان کوه نیارد خمید — سبے تگِ شان فسح نیاید پدید
پا نہ نہاده بزمین ہیچ جاے — بر سرِ گردون شده جولان نمای
کرده ہوا در تہِ ایشان زمین — پا نہاده بزمین جز جبین را
آبِ روان از پئے صحرا گشت — بادِ صبا از پئے گلگشتِ دشت
گہ بلگد خشتِ زمین بشکنند — گاه بیک جست دو گنبد کنند
از لگدِ پا کہ بیک پے فشرد — خرگہِ پر نہ گرہ[۱] را کرد خرد
چون سمِ شان لرزه بگیتی فگند — کرّۂ نا کند زمین را فکند
گاه روش زان سمِ گیتی نورد — از کرۂ خاک بر آورد گرد

---

[۱] خرگہ پر نہ کرہ - آسمان ۱۲

کاسهٔ سم کز طبق[۱] آزاد گشت — کرد بصحنِ زمین آشامِ[۲] دشت

باد گرفت اسپِ کسانِ ابسی — وز رهِ شان رفت بصحرا خسی

گرچه که زاده شده پابند پای — هم گهِ تگ ماندهٔ[۳] صبا را بجای

بر سرِ نه چرخ بود جای شان — گر نه بود بند بهر پای شان

پیکرِ آن راه نوردانِ پاک — بادِ مجسم شده بر روی خاک

بر سرِ بدخواه روان تر شده — وز سبکی دیده وران در شده

صورتِ شان از روشِ دلپذیر — وهم مصوّر شده اندر ضمیر

گشت چو سیّاره منازل سپر — ماه سبک سیر شده نعل زر

زال مهِ رہ یافته در برجِ باد — باد بسے گرد بسیّاره داد

جوشِ کمیت از سرِ میدانِ شاه — مست همی کرد کسان را براه

شکل سیاهانِ[۴] سر افراخته — آتشے از دودِ سَلَب ساخته

آتشِ سوزان که ز تابِ وجود — هم ز تنِ خویش برآورده دود

تیزی خنگانِ محیط آزمون — آب ببرد از فلکِ آبگون

گنبدِ شان کرده فلک را خراب — گنبدِ آبی شده بر روی آب

سوسنیان[۵] خوش فش و نرگس دمان — وز دَمِ شان نرگس و سوسن دمان

---

۱ طبق نامِ بیماری که در سم اسپ می باشد ۱۲ — ۲ اے زمین را می نوردیدند ۱۲

۳ گزشته بودند ۱۲ — ۴ اسپان مشکی ۱۲

۵ سوسنیان۔ اسپان برنگ سوسن وفش موے عیال۔ و دمان یعنی دمنده ۱۲

چال[۵۱] زگلرنگ تر انگیخته — باد صبا را بگل آمیخته

پشت قله[۵۲] از خط مشکین خویش — سبق هنر داده صبا را به پیش

زردهٔ شان چون زر قیمت فزای — گرچه نه بیجاده[۵۳] ولی کهربای

خنگ نگس[۵۴] دشت خورد کاسه سم — هر نگس کرده نگس دان ز دم

لیک[۵۵] چه راند ز نگس کز سرین — خواست بلغزد نگس اندر زمین

ابرش شان ابر تگ و برق تاب — برق فلک سرعت و ابرش خطاب

در تگ شان گاه گشادن ز بند — گم شده این ابلق وندان بلند

ابلق شان از بیاض و سواد — خامهٔ نقاش نشانے نداد

دهر شد از سختن شان نا امید — گرچه بسے کرد سیاه و سپید

صورت شان خامه نداند نبشت — باد صبا را که تواند نبشت

از تگ شان گر بنویسم سخن — باد رباید قلم از دست من

مه ز پئے آخور آن مهوشان — ساخته خرمن بره کهکشان

کارگزار عمل پاسے گاه — می گذرانید یگان پیش شاه

---

۵۱ چال۔ اسپی که سرخ رنگ باشد ۱۲ ۵۲ قله اسپ که رنگش مائل بزردی باشد ۱۲

۵۳ در لفظ بیجاده و کهربای صنعتی ست بلیغ که او هم جوهریست بمعنی بر راه و کهربا هم جوهریست بمعنی خون خورنده کاه ۱۲

۵۴ خنگ نگس اسپ سفید که بر آن نقطهای سیاه باشد ۱۲

۵۵ لیک چه راند الخ۔ یعنی اگرچه دم آن نگس ران ست گر نگس را چه گونه راند که از فربهی دیدی نگس از سرین او می لغزد و بر زمین می افتد ۱۲

بستۂ بریشم گہرِ مہرہ وار — مہرہ نگویم کہ دُرِ شاہوار

شاہ چو در مہرۂ شاں چشم داشت — چید یکے از صد و دیگر گذاشت

گرچہ ہمہ مہرۂ شاں چیدہ دید — عاقبت از گوہرِ شاں مہرہ چید

کرد گزینش ز اں ہمہ گردونگاں — پنج ہزار و صد و یا نصد یگاں

داد بدانا کہ بر ایں نزد شاہ — عذرِ قدم ز آمدنِ خوے بخواہ

وعدۂ امروز فرازم رساں — جاں بجنابش برو بازم رساں

رفت پذیرندہ و آں ہدیہ برد — خدمتیِ خاص بخدمت سپرد

خواہشِ عذرے کہ بہ پنہانش بود — کرد بفرمان دہِ فرمانش زود

داورِ دولت کہ دراں یاوری — دید ز دارائے خود آں داوری

سکۂ مہرے کہ عیارش نمود — گرچہ یکے بود ہزارش نمود

داد بآرندہ لباسے عجیب — قیمتی و در ہمہ عالم غریب

سُرخ نطاقی ہمہ از لعلِ ناب — لعل کہ خورشید ندیدہ بخواب

از پئے شہ چند طرائفِ دگر — طُرفۂ اطراف ہمہ بحر و بر

وعدہ چناں رفت کہ ہنگامِ شام — جلوہ کند مہر بماہِ تمام

مردِ سخن سنج کز اں سلکِ دُر — کفّۂ خود و کفّۂ خور یافت پُر

آمد و بکشاد ترازوے راز — نکتۂ سنجیدہ بسنجید باز

شاہ بفرمود بفرشش کشاں — زینتِ فرش و طبق زرفشاں

هر همه در حجلهٔ بار آمدند | بار کشادند بکار آمدند
نصب شد اورنگِ زرانِ پیشگاه | پایه بپایه سرِ او تا بماه
تاجِ مرصّع که در آویختند . | یکسر از آبِ گهر آمیختند
بود تتق جمله ز زر بافته | پردهٔ درها ز گهر بافته
پردهٔ دیوار ز یاقوت بود | کلّهٔ بالا ز زمرد نمود
فرشِ زمین بود مسلسل بزر | در تهِ آن خاکِ زمین نقره گر
هر که در آمد بچنان منظری | صورتِ خود دید ز هر گوهری
یک تنه زو شد بتصوّر هزار | بین که هزارش چه نمود آشکار
شاه در آن خانه در آمد ز تخت | آئینهٔ دید نمودار بخت
خانه ازو شد همه صورت پذیر | با همه تصویر نبودش نظیر
خواست ز ساقی مے آئینه فام | دید درو صورتِ خود را تمام
گشت سکندر که ز گنجینها | داد ز رو کرد نو آئینها
با دلِ آئینهٔ اسکندرش | با دل گلرنگ صفا پرورش
داد مرا این غزل اندر خیال | بر دلِ چون آئینهٔ او جمال

غزل

ز هر کرشمه یکے دگرے بسوے من کن | بعنایتے که دانی نظرے بروے من کن

من از آرزوت مُردم دلت ار چہ نیست با من — بتکلّف ار توانی شبے آرزوے من کن

منم و دلے و دردے ز غمت چو ناتوانان — بزکوٰۃِ تندرستی گذرے بسوے من کن

ہمہ بوے عود نبود کہ بر آتشش بسوزی — دلِ سوختہ است رغبت قدری ببوے من کن

اگر ایں ست رسمِ خوباں کہ بموہنند دلہا — دلِ من بیار و جالیش تنِ چو موے من کن

بدو زلف طوق داری نہ یکے کہ صد بہ خم — وگرت ہزار باشد ہمہ در گلوے من کن

ز شکنجِ زلفِ مشکیں چو نہی بدوشِ چوگاں — بفدائے حالِ گاہش سرِ ہمچو گوے من کن

تنِ خاکیم لبالب ہمہ پُر ز خوں ست از تو — لبِ خویش را تو ساقی ز سرِ سبوے من کن

بگراں مشو ز خسرو کہ چنیں بدستِ خویم — نفسے بیا و بنشیں بدِ خو نکوے من کن

صفتِ آں شبِ با قدر کہ تا مطلعِ فجر
نزدِ آں روحِ ملک بُرد سلامِ یزداں

شب چو بیار است سرِ سپہر — گشت مکلّل تتق ماہ و مہر

یافت فلک پردۂ گوہر نگار — رشتۂ شب از پئے آں پود و تار

چرخ بہر زاویہ شمع سوخت — خاک بہر خانہ چراغے فروخت

طاقِ سما کرد چراغ آشکار — طاق یکے بود چراغش ہزار

دہر شد از دودِ عنبر دماغ — کم نبود دودۂ چندیں چراغ

سرمہ بود از دُرِ گردوں برآں — از دُرِ سیارہ شدہ سرمہ ساں

چرخ که شد حقهٔ او سرمه زای — سنگ نهاد از چه شد سرمه سای

دیدهٔ انجم بسیاهی درون — دیده درون ماند سیاهی برون

ریخته از شیشهٔ گردون مداد — مجمرهٔ گل شده زود پُر سواد

جوهری شام بسوداگری — کرد گهر پیشکش مشتری

گاوِ فلک ریخته عنبر براه — گاو زمین ساخته پرچم سیاه

طاسِ فلک شد عَلَمِ زرنگار — روی زمین شد ز علم سایه دار

از نمِ شبگیر که هر سو فتاد — کوسِ سحر هیچ صدای نداد

او هم شب گشته به تندی روان — پُر ز جلاجل شده برگستوان

گرچه هوا پُر ز جلاجل بود — هیچ طرف بانگِ جلاجل نبود

چرخ یکی حلقهٔ انگشتری — بر سر یک حلقه هزاران نگین

خوانِ فلک پُر ز مگسهای زر — زرد چو زنبور بر آورده سر

زان همه زنبور که از نور بود — پردهٔ شب[1] پردهٔ زنبور بود

خوشهٔ[2] چرخ از علفِ خانه خیز — بهرِ خروسانِ سحر دانه ریز

بود خروسِ سحر اندر عدم — ورنه چرا دانه همی گشت کم

مرغِ شب آهنگ نواگر شده — نغمهٔ زیرش بهوا بر شده

شپرکِ از بس که به بالا پرید — مرغِ مسیحا بمسیحا رسید

---

[1] از پردهٔ زنبور مراد سقف زنبور ست که سوراخ داری باشد ۱۲ [2] خوشهٔ چرخ برج سنبله و خروسان ملایک و دانها ستارها ۱۲

کرمکِ شب تاب بصحنِ جہاں — ہمچو شرارا زسرِ آتش جہاں

چرخِ کماں شکل بہ تیرِ شہاب — شانده پرِ زاغ بپیرِ عقاب

تیرِ شہاب از دلِ اختر گزشت — روشن ازیں ہفت سپہر در گزشت

آتشِ خورشید کہ گرمی نمود — زآتشِ او چرخ برآورد دود

روز ز دریائے فلک شُست دست — چشمۂ خور در تہِ دریا نشست

طرفہ کہ خورشید چو در شد بچاہ — گشت روان ز ورقِ زرّینِ ماہ

در شدہ آں چشمۂ روشن بچاہ — خونِ شفق سرخ شد آنگہ سیاہ

پرتوِ خورشید کند از عمل — سُرخیِ خوں را بسیاہی بدل

بلکہ چو خورشید شد آتش فشاں — زود ہد از رنگِ سیاہی نشاں

طرفہ کہ خورشید چو رو در کشید — روئے زمیں گرد سیاہی پدید

خور چو شود تافتہ از تابِ وے — روئے پر از قطرہ نماید ز خوے

طرفہ کہ چوں تابشِ خورشید نہاں — گشت پُر از قطرۂ سُرخ آسماں

تا ندہد آہوئے مشکیں عطا — ہست طلب کردنِ مُشک از خطا

طرفہ کہ گم گشت چو آہوی مہر — مشک فشاں گشت بگیتی سپہر

قرصۂ خور تا بسرِ خوان بود — خلق بر و آختہ دندان بود

طرفہ کہ چوں قرصِ خور از خواں فتاد — چرخ لبالب ہمہ دنداں کشاد

مست شدہ از قدحِ دورِ مہر — بر زمیں اُفتاد ز روئے سپہر

صفتِ شمع کہ چوں بسرش آید مقراض
در زمان چاک زند پردۂ ظلمت ز میاں

شمع بہر بزمگہی سرفراز — خاصہ بہ بزمِ شہِ عالم نواز
شمع نہ بل اخترِ عالم فروز — در دلِ شب شعشعہ پیوندِ روز
از ہمہ سو رو و ہمہ روی چشم — نے پلکش دیدہ و نی موی چشم
پاسِ نفس داشتہ تا بامداد — ہر کہ بروز و نفسے جان بداد
اولِ شب آمدہ عمرش بسر — زیستنش آخرِ شب تا سحر
نادرہ شخصے کہ ز نورِ صفات — زندہ بماند چو سر آید حیات
زندہ شد آتش ز نفس چون بمرد — و آتشِ تیزش ز نفس جان نبرد
جانش کہ از سوز رسیدہ بلب — زندہ از آن داشتہ بسیار شب
چون دلِ سوزانش ز سر برگذشت — جان شد و از زندہ دلِ شب گذشت
شد بگہِ صبحِ حیاتش تمام — عمر ز سر یافت بہنگامِ شام
کرد چو مقراض بسویش گذر — بوسہ زدش بر لب و ببرید سر
بس کہ سرِ او شدہ بارِ زبان — کرد سر اندر سرِ کارِ زبان
تیغ رسید و سرش از تن ربود — او بزبان کرد ترا رہ چہ سود
سوز بسر داشت کہ چندان گریست — تا نبریدند سرش را نزیست

ساختہ از دود مداوی زسر　　داده بہ پروانہ سوادی زسر
بس کہ گزیده شده از زخمِ گاز　　داده سرِ خویش گزیدش براز
زاں ہمہ نیشے کہ ز زنبور خورد　　عاقبتش سوختن آغاز کرد

صفتِ نورِ چراغے کہ اگر پرتوِ او
بود در دلِ شب کور بود پیر جواں

گشت رواں خانہ بخانہ چراغ　　آتشِ او در دلِ شب کرده داغ
گرم دماغ آمده در ہر وثاق　　بینیش از گرم دماغی بطاق
پنبہ دہانی بزبانِ دراز　　با ہمہ کس گرم سرِ سوز و ساز
پنبۂ و آتش شده در روغنش　　در تن و نا سوختہ ہر گز تنش
پیش روِ راه ز نورِ بصر　　گم شده را در دلِ شب راہبر
تا شب از و نور نیابد پدید　　دیدۂ تاریکِ جہاں را ندید
چرب زبانی بدلش گشت جمع　　چرب تن و چرب زبان تر ز شمع
شعلۂ او گر خسے آشوب یافت　　صد خلہ از سیخکِ جاروب یافت
تا دره گرد عیاں دل پذیر　　سیخکِ جاروب بر آتش امیر
خس ببرد بستیِ او را بسے　　چوں ببرد بستیِ آتش خسے
کرد بچوبِ آتشِ خود را ادب　　وز پئے چوب آمده جانش بلب

بسته جهان چشم چو گاو خراس | گوش بفریاد ز آواز پاس
کرده عسس بر سرِ هر کوی کمین | کیست که جنبد به بساطِ زمین
مردم هر خانه شد از ره گذر | مردمک دیده فرو بسته در
موسمِ گرما و تن از خوی بجوش | دیدهٔ مردم ز پلک شقه پوش
شقه گری از پلک آموخته | وز مژه قند ز بکران دوخته
موی بهم کرده مژه داد تاب | دام ز مو بافته از بهرِ خواب
فتنهٔ چشم آمده زان مو بدام | تیغِ زبان خفته میانِ نیام
همچو فلک پُر ز ستاره جهان | همچو زمین پُر ز چراغ آسمان

صفتِ سیرِ بروج و روشِ منزلها
که همه کارگزارِ فلک اند از دوران

میرِ منازل[1] همه نزدیک و دور | منزلتے داده فلک را ز نور
قرنِ حمل[2] کرده قران یکدگر | وز حدِ شرطین بر آورده سر
بسته حمل حمل بنافِ بُطین[3] | زاده سه سیاره به تثلیثِ عین

---

[1] میرِ منازل - ماه ۱۲
[2] قرن بمعنی شاخ و حمل برج جدی که بصورت برهٔ گوسپند است شرطین بضم شین نام منزل اول ماه و آن دو ستاره اند از برج حمل و بجائے دو شاخ آن واقع شده اند ۱۲
[3] بطین بضم با نام منزل دوم ماه که در مدت ماه در شکم برج حمل می باشد و بطین سه ستاره اند باریک بشکل مثلث بدور باین شکل ۰°۰ ۱۲

ثور گرفته ز ثریا نثار — کوهه کوهان ز گهر زیربار

ساخته ثور ز دبران[۱] چشم خویش — کحل جواهر فلک آورد پیش

هقعه[۲] سه سیارهٔ روشن بدو — گشته مثلث چو سه نقطه بثور

هنعه[۳] دو آتش که بیکجا نمود — داغ وی از گردن جوزا نمود

بس که دراع[۴] اطلس گردون نوشت — پردهٔ اطلس همه هموی گذشت

نثره[۵] چو ابری شده گوهر فزای — چار گهر ریخته بر پنج پای

طرفه[۶] بیک طرف دو چشمش پدید — دیده چنین طرفه بچشمی ندید

قلب فلک در طلب جبهه بود — جبهه بقلب آمد و بهجت فزود

زبره[۷] زیر دست شده چون اسد — بهر اسد کرده ز آهن جسد

مهرهٔ صرفه[۸] بدم شیر گم — مهره بسر باشد و او را بدم

---

[۱] دبران بفتح دال نیز نام منزل ماه است و آن پنج ستاره اند در ثور یعنی فلک بجای (دبران) چشم ثور کحل جواهر آورد تا که چشم او روشن شود ۱۲

[۲] هقعه سه سیارهٔ روشن در برج جوزا ۱۲

[۳] هنعه بفتحتین نیز نام منزل قمر و آن پنج ستاره اند بر گردن جوزا ۱۲

[۴] دراع گز مراد ماه است یعنی ماه اطلس گردون را در نوشت ۱۲

[۵] نثره نام منزل قمر و آن چار ستاره اند در برج سرطان ۱۲

[۶] طرفه بالفتح نام منزل قمر و آن دو ستاره اند در یک طرف یعنی این طرفه تر است که طرفه دو چشم در یکطرف دارد ۱۲

[۷] زبرا تراشهٔ آهن و آن ستاره ایست در برج اسد که جسد اسد را مثل آهن مضبوط کرد ۱۲

[۸] صرفه نیز ستاره ایست بردم اسد یعنی این عجب است که مهر بر سر باشد و اسد را بردم ۱۲

پنج گہر یافتہ عوّا[۵۱] بزیر — پنجۂ شیر آمدہ بر ران شیر

رمح[۵۲] سماک از حدِ تیسر آمدہ — رفت بمیزان و ترازو شدہ

غفرہ[۵۳] چو سطرے گژو روی سہ حرف — راستی اندر خط میزانش صرف

شکل زبانا[۵۴] بجسمان دو اوری — بر سرِ عقرب بزبان آوری

عقرب از اکلیل[۵۵] سہ گوہر بہ پیش — ہر سہ گہر سفتہ بیک زخم نیش

رُوے چو بکشاد مہ مہر جوے — قلب[۵۶] شدہ عقرب و پوشیدہ روے

شولہ[۵۷] شدہ بر سرِ عقرب چو خار — دادہ دو گان شعلۂ آتش شرار

شکل نعایم[۵۸] چو سریری بجاے — کژ شدہ با راستیِ ہشت پاے

---

۵۱ عوا سگِ عوعو کنندہ و نام منزل قمر و آن پنج ستارہ اند بر ران شیر یعنی این عجب ست کہ پنجۂ شیر بر ران او آمدہ ۱۲

۵۲ رمح نیزہ و سماک بالکسر نام منزل چہاردہم ماہ و آن یک ستارہ است و سماک دو نوع ست یکے رامح یعنی نیزہ دار، دیگرے اعزل یعنی بے سلاح۔ میزان بمعنی ترازو و نام برج۔ یعنی سماک از حدِ مسافت عطارد آمدہ بہ برجِ میزان مقابل شد زیرا کہ ترازو شدن بمعنی مقابل شدن ست ۱۲

۵۳ غفرہ نام منزلِ قمر و آن سہ ستارہ کژ واقع شدہ کہ آن را سہ حرف گفتہ یعنی در برجِ میزان آن راست شدند ۱۲

۵۴ زبانا بالضم نام منزل قمر و آن دو ستارہ اند بر سرِ عقرب ۱۲

۵۵ اکلیل نام منزل قمر و آن سہ ستارہ اند در برجِ عقرب یعنی عقرب از نیش خود سہ گوہر را بسفت ۱۲

۵۶ قلب عقرب برقع ست یعنی ماہ از دیدنِ عقربِ منحوس روے خود پوشید ۱۲

۵۷ شولہ دمِ کژدم و نام منزل قمر و آن یک ستارہ است بر سرِ عقرب دوگان دو چند یعنی عقرب نیش ست خود را دو چندہ ظاہر کرد ۱۲

۵۸ نعایم بالفتح نام منزل قمر در برجِ قوس و آن بشکلِ تخت ہشت پایہ واقع شدہ است یعنی نعایم (شتر مرغ) با وصفِ راستی ہشت پا کژ گردید ۱۲

بلدہ چناں از نظر آنجا بہی | ہست وہے لیک ز مردم تہی
سعد شدہ ذابح بُز در نہاں | از پئے آرایشِ خوانِ جہاں
سعدِ بلع[51] در شکمِ بز درون | رفتہ و آوردہ دو بچہ برون
سعدِ سعود از دو طرف درفشاں | با اثرِ سعد ز تثلیث نشاں
اخبیہ[52] با چار حریفِ درشت | دلو کشاں گشت ز بالای پشت
کردہ مقدم ز قدم پیش و پس | آب کشِ دلو شدہ از ہوس
دستِ موخر سوے ماہی دراز | در دلِ ماہی شدہ تاخیر ساز
کردہ رشا[53] رشتہ پیچاں بدست | در شکمِ حوت در افگندہ شست

صفتِ اختر و آں طالع و وقتِ مسعود

کہ گرفتند دو مسعود بیک برج قراں

زہرہ و برجیس بہم بستہ جہد | ثور مشرف بقرانِ دو سعد
ماہ و ذنب ہر دو بیکجا مقیم | ماندہ ز پشتِ برہ مہ در گلیم
برجِ دو پیکر ز دو رو پر ز نور | دیدہ اختر ز درش ماندہ دور
شاہِ کواکب شدہ کرسی نشیں | کرسی او کردہ فلک پنج پایے

---

[51] سعد بلع دو ستارہ اند در برج دلو و میاں آں ہر دو یک ستارہ دیگر ست کہ آں را مبلوع گویند ۱۲
[52] اخبیہ یعنی خیمہ ہا و نام منزل و آں چار ستارہ اند و سختی آنہا با عتبار نحوست ایں منزل ست یعنی دلو ۱۲
[53] رشا نام منزلے ست و آں ستارہ است بشکل رسنِ دلو ۱۲

گشته عطارد با سد جاے گیر　　شه زده گوئی بدل شیر تیر

شیر چو پہلوے عطارد نجست　　سنبله در سوگ میانرا ببست

راس[5] چو مریخ ترازو بچنگ　　ہر دو برابر شده در وزن سنگ

عقرب دم دار شده قلب دا　　کرده ہم از کوکبهٔ خود کنا

مشتری از خانهٔ خود بے خبر　　قوس تہی تیر بجاے دگر

بزکه شدش ہندوے گردون شبان　　رفته شبان از سرِ آن بے زبان

دلو شده ورته دریا نشست　　کاب کشان زد ہمه شستن دست

کرده زحل در دلِ ماہی مقام　　طرفه که ماہیش نه بسته بدام

تیره شبی دمه گردون بخواب　　ماهِ زمین منتظرِ آفتاب

تا کیش آن اخترِ عالم فروز　　روے نماید که شب آید بروز

نوبت خفتن چو نوا بر کشید　　بانگِ دہل دم بہوا بر کشید

کاسه بروں زد شغبے کان درست　　گفت سخن کوس فلک را بپوست

ناگہی از دور در آبِ رواں　　مشعلها شد چو کواکب عیاں

پرتوشان نادره خوشش نمود　　کآب بر از شعلهٔ آتش نمود

عدلِ شه این تعبیه انگیخته　　کآتش و آبے بہم آمیخته

دہر بنوعی فلک افروز شد　　کاستر شب اندر گہی روز شد

---

[5] راس نام ستاره مقابل ذنب یعنی راس و مریخ ہر دو در برج میزان بودند ۱۲

گشت چناں ظلمتِ شب کم فراغ　　کش اثرِ دود نماند از چراغ
دیدهٔ سیاره ز نورے کہ زاد　　داده همه سرمهٔ شب را بباد
روشنیِ گشت بعالم پدید　　کاولِ شب صبحِ دوم در دمید
مشعلها ہر چہ درآمد بہ بیش　　نورِ جہاں گشت ز اندازه بیش
تا بچنیں کوکبہ آں آفتاب　　نور دهِ خاک شد از برجِ آب
ریختنیها ز دو سو شد بکار　　بستہ شد از بارِ گہر جاے بار
ریزشِ زر کز زمیں آمیختند　　خاک تو گوئی کہ ز زر ریختند
آنکہ ہمی چید بدامن گہر　　دامنِ پرچید ز لولوے تر
خلق سر از چیدنِ زر خم نکرد　　سر چہ کند خم کہ نظر ہم نکرد
بسکہ دُر و لعل بخواری نشست　　کس بجہاں آب نیالود دست
نورِ دو خورشید شده ہمقراں　　انجمن انجم فگن از ہر کراں
ہر دو بیک تن چو دو پیکر شدند　　بر فلکِ تخت چو مہ بر شدند
گشت ببرجے دو قمر جاے گیر　　گشت مزیّن بدو سلطان سریر
برجِ شرف کرده دو اختر یکے　　سلکِ نسب کرد دو گوہر یکے
ملک بیک تخت دو دارا نمود　　دہر بیک آب دو دریا نمود
روے زمیں فرِّ دو جمشید یافت　　چشمِ جہاں نورِ دو خورشید یافت
خاتمِ جم را دو نگیں دست داد　　افسرِ کسریٰ بدو فرق ایستاد

دبدبۂ کوس دو لشکر زدند نوبتِ اقبال دو سنجر زدند
گلشنِ دولت بدو گل تازه گشت صوتِ دو بلبل بیک آوازه گشت
گشت یکے تاجِ کیاں را دو سر گشت یکے قصرِ شہاں را دو در
مصقلۂ چرخ دو خنجر زدود آینۂ ملک دو صورت نمود
نور یکے داد دو لوحِ جبیں لمعہ یکے زاد دو نورِ یقیں
سایہ یکے کرد دو فرِّ ہماے پایہ یکے ساخت دو کشور کشاے
شاخ بہم سود دو سروِ جواں موج بہم داد دو آبِ رواں
گشت یکے باغِ وفا را دو جوے گشت یکے تیغِ صفا را دو روے
کشتِ زمیں آبِ دو باراں چشید مغزِ جہاں بوے دو بستاں کشید
چرخ یکے شد بدو ماہِ تمام بزم یکے شد بدو دورِ مدام
گشت یکے غم زدو دل خاستہ گشت بیک جان دو تن آراستہ
بود دو سر آمدہ ہر دو بپا ہر دو بُد پایش ایشاں جدا
صف زدہ از ہر دو طرف صفدرا انجمنے ساختہ نیک اخترا
بر ہمہ در رشتۂ طاعت قطار راست چو در رشتہ دُرِ شاہوار
سر بزمیں خانِ خطا می نہاد خانِ مغل کاسہ گدا می نہاد
بود گہِ سجدہ بروں از شکے نقشِ بساط و رخِ مردم یکے
فرشِ زمیں از صورت نشاں ازچہ ز نقشِ رخِ گردنکشاں

زاں سرا بود کہ در گل نشست کاسہ ہم خورد و سر اشر شکست

گرد شدہ خاصگیاں ہر طرف وز دو قمر یافتہ پرویں شرف

گاہ نشستہ بمقام نشاط گہ بزمیں بست چو نقش بساط

جملہ کلہ ور شدہ کہ تا بسہ سر ز کلہ گشتہ سزاوار زہ

جبہت شاں از کلہ بے بہا گشت دُر افشاں چو مہ از ابرہا

از کلہ لعل و سپید و سیاہ گونہ بگونہ شدہ رخسار ماہ

نقش قباہائے زر خز آب گوں موج بروں دادہ ز دریا دروں

کوہ تنانے ہمہ بستہ کمر تا بہ کمر غرق شدہ در گہر

قامت شاں زاں کمر زر کہ بست تیر تو گوئی بدو پیکر نشست

مجلسے آراستہ شد چوں بہشت خاک شد از غالیہ عنبر سرشت

بس کہ فشاندند گلاب نشاط شستہ شد از روی ہمہ روی بساط

بوے گلاب از تنہ و آستیں کرد ز گل جامۂ گل را آستیں

عود قماری کہ ہمی داد دود غالیہ می ساخت گل از دود عود

عود ہمی سوخت چو عنبر بداغ مشک ہمی گشت بگرد دماغ

بس کہ شد آلودہ عنبر زمیں گاو زمیں شد ہمہ تن عنبریں

نقل فشاندہ بطبق ہائے زر میوہ ز ہر جنس چہ خشک و چہ تر

دیدۂ بادام کہ سختیش بود خستگے داشت شکستی نمود

شد بطبق پستهٔ شکّر شکن بهر زمیں بوس لبالب دہن
چربیِ چلغوزه ازانجا که اوست چرب زباں بود و لے زیرِ پوست
سرخیِ ما بُو [1] ز عنّاب کم سرخیِ خود کرد فزوں دمبدم
سایگی از پرتوِ مجلس بتاب سایه همی جُست دراں آفتاب
هیچ کسے آب ز آ بے نخورد سیب شد از بس خجلی سرخ و زرد
قهقهه بے ادباں کرده نار شد همه دندانش بدامن نثار
بود هم از میوهٔ هندی بسے کاں مزه را نام نداند کسے
موز که همسایگیِ بِہ نمود بهتری بود اگر بِہ نبود
نُقل ازیں گونه دل آساؤ نغز باده کزو پرورش آید بمغز

صفتِ باده که بینی چو خطِ بغدادش
بےسوادیش بخواں نسخهٔ آبِ حیواں

مے که عرق از تنِ مرداں کشید گوهرِ هر مرد شد ازوے پدید
پیشِ چناں گوهرِ یاقوت رنگ کوه زده بر سرِ یاقوت سنگ
بس که زهر کف گهر انگیز گشت معبرش از معبرِ دریا گذشت
تند کمیتے که بہنگامِ جوش کف بلب آورد و شد اندر خروش

---

[1] ما در عربی آب را گویند و آبی بہی را گویند یعنی سرخی بہی ۱۲

از سر جوشش همه گنبد نمود | گرچه که میدانِ وے از شیشه بود
او ز عمل کرده بسے زر بدست | آمده بر شیشهٔ مسکیں شکست
مے که از و صد هنر انگیخته | موے بمویش بهنر بیخته
بهرِ دهن هاے چو انگشتریں | ساخته از لعل مصفا نگیں
بود بر آتش قدمش دیر پاے | زانش دمید آبله[5] سر تا بپاے
نام حرام ارچه بر و شد وبال | هرچه نمک خورد بداں خورد حلال
لاجرم او داشت نمک را عزیز | حرمت او داشت همه خلق نیز
طرفه حرامی که بهر دستگاه | حقِ نمک دارد ازیں ساں نگاه

وصفِ قرّابه که بهرِ حرم دخترِ رز
شیشه خانه است ببالاے سرش روشنداں

سینهٔ قرابه بر آورد شور | وا ز خس خم چشم بداں کرد کور
راست چو دریا ز برون و دروں | دُر ز درون داشته خس از بروں
هر که گذر کرد گهی در رهش | غرقه شد از آب بزیر کهش
گرچه ز پیری سرِ او پنبه گشت | هم ز مے و جام نداند گذشت
پُر شده تا لب ز مے و گشت مست | ریخته از سینه بروں هرچه هست
بسته میاں را کمر از لعلِ تر | طرفه که در زیر قبایش کمر

---

[5] از آبله مراد حباب هاے شراب ۱۲

رنگ خضر دادہ ز سبزی برش | تا بزہ چشمہ حیواں سرش
می طلبی روے بخدمت نہد | ہم بکند خدمت و ہم می دہد
خونِ دلش گرچہ بساغر خوری | ہم نکشد سر ز تواضع گری
لعل کہ در سنگ دروں آمدہ | حل شدہ زاں شیشہ بروں آمدہ
سنگ بسے ہست کہ یاقوت داد | شیشہ کہ دیدست کہ یاقوت زاد

سخن از وصفِ صراحی کہ گر آں نازک را
در گلو دستِ نہی خونش برآید ز دہاں

بس کہ صراحی حلب گشت صاف | بادہ درو دیدہ شد اندر طواف
گوئی از او صافِ صفاش از بروں | بادہ بروں ست و صراحی درون
حاملہ جز خلف از وے نزاد | گرچہ بسے حمل کند بر فساد
کردہ درو دائرہ دَورِ شراب | خیمہ آں دائرہ گشتہ حباب
در شکمِ او کفِ صافی گہر | از ہوسِ بادہ شدہ شیشہ گر

سخن از وصفِ پیالہ کہ ز بس جنبشِ خوں
خونِ تو را بہ سوی او ستہ ہمہ وقت کشاں

شکلِ پیالہ چو فلک گاہِ دور | زو ہمہ بر مردمِ ہشیار جور

گشت لبالب ز مئے جاں شکرست | کرد حدیثا ز لبِ جوئے بہشت
جاں بلبش تا نرسید از طلب | بر لبِ جاناں نرسانید لب
نوشِ لبش زاں مئے نوشیں کہ خورد | نوش لباں راہمہ لب نوش کرد
بس کہ خورد بادہ نداند ستاد | تا ش نگیری نتواند ستاد
مے بدلِ آب فرو ریختہ | و آب بے ہیچ نیامیختہ
بادہ تو گوئی کہ در و از صفا | ہست معلق بمیانِ ہوا
گرد چو ساقیِ شہش زیر دست | رفت ز بر دستِ بزرگاں نشست
دستگہے یافتہ در خوردِ خویش | کردہ بہ پیش ہمہ کس دست پیش

صفتِ ساقیِ رعنا کہ کند مستاں را

بیک آمد شدِ خود بہیش و مست و غلطاں

ساقیِ صوفی کش و مردم فریب | بردہ بیک غمزہ ز عالم شکیب
خم بخم آویختہ جعدِ ترش | یک خم و صد بر شکناں بر سرش
نرگسِ نازندۂ او نیم باز | نیمے از و خواب و دگر نیمہ ناز
گرچہ کہ چشمش شدہ با خواب جفت | لیک گہی فتنہ ز چشمش نخفت
عکسِ چناں نرگسِ مستِ خراب | ہر ہمہ را سرمہ دہد در شراب
خطِ نو آغاز شدہ گرد روے | خاستہ زو بر تنِ خورشید موے

مست رود چون بسوی می پرست — عقل شود شیفته بیچاره مست

هر که بیک جرعهٔ او سر نهد — بهشتیش بیند و برتر دهد

می دهد خون خورد از دل تمام — جرعهٔ باقی نگذارد بجام

ور نشود مست حریفا از شراب — رو بنماید که بیفتد خراب

مست در و بیند و او سوی می — او شده مست از می و مستان ز وی

بسکه همه جور بود دور او — هر که بود خون خورد از جور او

از کف او دورد ما دم خوش است — ور مثل جور بود هم خوش ست

چون بدهد باده و گوید که نوش — مست برو زد دگر آید بهوش

ساقی ازین سان و حریفان نغز — در شده آواز ترنم بمغز

حاصل ازین مجلس فردوس وش — شاه خوش و باده کشان نیز خوش

صف حریفان ز دو جانب قطار — هر یک از ایشان ملکی نامدار

جام می آنرا که بلب باز خورد — بست و چون جرعه زمین بوس کرد

کرد سوی تخت بحرمت نگاه — خورد بیاد رخ میمون شاه

بانگ ندیمان قصیده سرا — باز رسانیده سخن بر سما

روزن هر گوش پر از بانگ رود — گنبد مهر پر ز صدای سرود

مرد بیک رو همه سازی بدست — ساخته تا مجلسیان گشته مست

زن ز دگر سوی بریشم زنی — رشتهٔ جان ریشهٔ هر دامنی

صفتِ چنگ کہ بے موست تنِ کیشؔ
موسے ساقِ دگرش تا بزمیں آویزاں

چنگِ سر افگندہ سر افراختہ　　موے بموے ہنر ساختہ
یک شبہ ماہے ز سر انگیختہ　　سی شب و سی روز درآمیختہ
نیم کمانے و زہش ہست چار　　زخمۂ پیکانش بجاں کردہ کار
کشتیِ کاغذ بر و بحرش گذر　　کاغذِ او ناشدہ از رود تر
رشتہ کہ در گردنِ خود آورید　　گردنِ او راشدہ حبل الورید
شیخِ عبا پوش بہ بزمِ شراب　　پیردلے ساختہ بہرِ شباب
گرچہ چو معشوق کشندش بہ بر　　ہم دہد از نالۂ عشّاق اثر
بسکہ نماندش برگ از نالہ خوں　　رگ بزنی خونش نیاید بروں
زادہ بسے زخمہ کہ در جاں نہی　　لیک شکم تا بتہیگہ تہی
پردہ ز ابریشم و از موطناب　　گاہ بریشم گرہ و گہ موی تاب
صد فنِ باریک چو مو یافتہ　　زاں ہمہ مو چند رسن تافتہ
ہر سرِ موزاں رسنِ جاں فشاں　　ہست ز باریکی علے نشاں
ہست لباسش ز بریشم مقیم　　ہم نکشد پاے بروں از گلیم

صفتِ کاسۂ رباب و بسرش کفچۂ دست

کہ دراں کاسۂ خالی بست نغم چندا لواں

کاسِ رباب از شغبِ دل نواز — بردہ دل از مردم و جان دادہ باز

نبض بگیرندش و رنجور سنے — پردہ بہ بندندش و مستور سنے

زخمۂ تیزش چو تراشیدہ گشت — حلق نہ کآواز خراشیدہ گشت

روے ورق ساختہ مسطر زرود — گرچہ نگنجد بکتابت سرود

زخمہ زناں گشتہ زبہرِ فغاں — خونِ جگر خوردہ بزخمِ زباں

او چو زدہ راہِ حریفاں بسے — زخمہ زدہ در حقِ او ہر کسے

راہ زدن چوں ہمہ سازش بود — چوں زنیش زخمہ نوازش بود

گرچہ کہ دہ جاے گرفتش کنند — خود غلط افتند و رالف گنند

چوں بہ بلندی کشد آوازِ او — پردہ درِ زہرہ شود سازِ او

ورکند آوازِ حزیں بے خروش — نشنود آوازِ خود ار ہست گوش

کاسہ تہی وز نغمِ بیشِ او — دستِ کساں کفچہ شدہ پیشِ او

بستہ چو خرچوب بزیں رسن — طرفہ کہ خر گنگ و رسن در سخن

خر شود از خوردنِ نشتر دواں — طرفہ کہ خر ساکن و نشتر رواں

مغز تہی کرد معلم مثال　　طفل صفت ساختہ با گوشمال
طفلِ بریشم گرو تارش چہار　　پردہ دو شش ساختہ زاں چار تار

صفتِ نائے کہ ہر لحظہ زدم دادنِ او
کلۂ مطربِ پرباد شود چوں انبان

نائے دہن بستہ و بسیار گوے　　نائے نگوکش بفسوں مار گوے
مارِ سیہ کردہ بسوراخ رہ　　مار یکے بینی و سوراخ دہ
مارِ شکر خوارہ و افسوں پذیر　　گشت بدستِ دگراں پارہ گیر
گاہ بصورت شدہ زنگی سلب　　گاہ بمعنی شدہ زنگی طرب
طرفہ سیاہی ز عراق آمدہ　　سوختۂ درد فراق آمدہ
نیست دہن تات نگوئی سخن　　نیست سخن تات نبندی دہن
سر فگند پیش تو گر دم زنی　　دم نزند تا سر او نشکنی
چوں ہوس آید بسر و در تنش　　دور کند ہر چہ بود در سرش
مطرب گیرا نفس و سحر ساز　　سر ز تنش کندہ و پیوستہ باز
گاہِ سخن گشتہ سراسر زباں　　ہر نوا[1] بودہ لبالب دہاں
باز کند لب چو زباں آورے　　لیک زبانش بلب دیگرے

---

[1] بمعنی آواز ۱۲

کردہ بہر دستے ازآوازِ تر | زیرِ ہر انگشت ہزاراں ہنر
خانۂ چوبیں بمیانش ستوں | تنگ دلی باد گذار از دروں
مطرب ازاں دم کہ دما دم بداد | دمبدم اندر سرِ شش افتاد باد

صفتِ دف کہ در دستِ کساں کوبد پاے

صحن کرذ داشتہ و کوبشِ پاہیں سپاس

دائرۂ دف کہ حصارے زچوب | صحنِ وے از پنج عروسک[۵] بکوب
زہرہ زدورش بسرود آمدہ | چنبرش از چرخ فرود آمدہ
بستہ جلاجل بکمر جا بجاے | چوں کمرِ چرخ جلاجل نماے
برزبرِ دست گرفتہ نشست | گہ زبرِ دست گہے زیرِ دست
چار زبان و دو زباں در دہاں | نغز سخن لیک دوئی در زباں
ہر سخنِ نغز کہ با دست گفت | آں ہمہ در پردہ و در پوست گفت
گشتہ دورو لیک چو بر روی خورد | دستگہ خود ہمہ یک رویہ کرد
رویش ازیں سو و ازاں سوی ہم | گفتنش ازیں روی و ازاں روی ہم
برکفِ مطرب ز اصولِ لطیف | گاہ ثقیل آمدہ گاہے خفیف
گہ ز نمی لرزہ کند پوستش | کاتشِ خورشید بود دوستش

---

[۵] بمعنی پنج انگشت ۱۲

گاہ زخشکی چو شود گرم تاب	تر دہد آواز نخواہد جز آب

صفتِ پردہ وآں پردہ شناسانِ شگرف

کہ بہر دست نمایند ھزاراں دستاں

رود زنانے ہمہ باریک سنج	پردہ برابریشمِ باریک رنج
تارِ بریشم رگِ جاں ساختہ	جاں زرگِ چنگ بر انداختہ
ایں بصفت مرغ بنودہ دو رنگ	مرغ و لے چنگلِ باز ش بچنگ
آں شدہ کنجشک بگاہِ نوا	مرغ درآوردہ زروے ہوا
گاہ ترنّم بنواے کہ خواست	جانبِ چپ پردہ شد از راہِ راست
گہ بجبینی طرفے رود زن	پردہ کشا گشتہ بوجہ حسن
گہ زنوا زن کہ نوازندہ گشت	جانِ جہانے بنوازندہ گشت
گاہ برآوردہ نوا بوسلیک[۵۱]	دل شدہ چوں دُرِّ بریشم سلیک
گہ غلط[۵۲] انداز ہنرمند را	تنگ شدہ عرصہ نہاوند[۵۳] را
گاہ بہ نغماتِ ترانہ دو دہ گاہ	یافتہ در عرصۂ یا خرز راہ
گاہ ببر چنگ چو معشوق تنگ	در زدہ در پردۂ عشّاق چنگ

---

[۵۱] بوسلیک نام پردۂ موسیقی وسلیک بمعنی روندہ ۱۲

[۵۲] در فریب دادن ۱۲ [۵۳] نام سرود ۱۲

گہ چو دلِ سوختگانِ فراق — نالۂ فغاں کردہ براہِ عراق
گہ ز مخالف کہ نوازندہ ساخت — دوست بگشت ارچہ مخالف نواخت
گاہ فروغِ دمِ نائی بکام — دادہ بفرغانہ فراغِ تمام
بر دلِ عاشق کہ بکشتن سزاست — راست چو تیر آمدہ تیزی راست
نیزہ زنِ چنگ تہمتن مثال — رخش دواں کردہ بزابلِ حوزال
بستگیِ بربطِ مشکل کشائے — جائے کشادہ زپئے بستِ پائے
نغمہ چو در زیر و بم آہنگ برد — زیر کشید و بحسینی سپرد
زمزمۂ سازگری در عراق — کردہ بآہنگِ عراق اتفاق
سازگری را ہمہ خواہاں شدہ — نغمۂ او تا بسپاہاں شدہ
عقل مسافر شدہ زیں کارگاہ — تیزی باخرزکناں قطع راہ
گشتہ ازاں قول کہ قوّال راست — گفت گہی راست گہی نیم راست
زخمۂ زنگانہ ز بم تا بزیر — گشتہ زبے جائے گہے در نفیر
پیش چناں منطقِ طیر از قبول — فاختہ در باغ لنا زد اصول
بزم چو زینگونہ شد از نائی و نوش — واز شغبِ چنگ شد آسودہ گوش
خاست دو مجلس بدو شہ یکسرہ — دور زدہ میمنہ و میسرہ
ہر دو طرف ساقیٔ برپاے خاست — دادمی از دستِ چپ و دستِ راست
دورِ قدح چوں بدو سلطاں رسید — نورِ دو خورشید بکیواں رسید

دورِ قمر رفت فلک را ز سر   کز دو قمر یافت دو دورِ قمر

در سرِ شاں ساقیِ دوراں ز دور   خواند هنیاً بشرابٍ طهور

هر چه تهی گشت ز می جام پر   باز نبردند مگر پر ز در

یعنی اگر کس تهی آید بشاه   دامنِ پر باز خبر آمد براه

چوں اثرِ باده درآمد بمغز   طبع کشاں شد بغذاهائے نغز

صفتِ مائدۂ خاص که از خوانِ بهشت
چاشنی داد بهر کام و زباں لذتِ آں

گرم ترین کارگزارانِ خواں   مائده کردند ز مطبخ رواں

خوانچه آراسته بیش از هزار   بر همه الوانِ نعم کرده بار

بانگِ روا رو که ز اختر گذشت   بلک زنه خوانچه صلا بر گذشت

گشت علم از خورشِ ارجمند   خوانچه ازاں ساخت سپایه بلند

صد قدح از شیرۂ آبِ نبات   در مزه همشیرۂ آبِ حیات

کرد گزر سوئے حریفاں نخست   کامِ می آلوده ز جلاب شست

شربتِ لبگیر کزاں آب خورد   جانِ گسسته بتواں وصل کرد

از پس آں دور درآمد بخواں   دائرۂ مهر شده دورِ ناں

نانِ تنک صاف بداں گونه بود   کز تنکی روید گرسو نمود

نان نگوئیم کہ قرصِ خورست ‏ عیسیٰ اگر خوان بکشد در خورست

نان تنوری ز طرب قبلہ ایست ‏ زانکہ بخوانِ شہِ عالم نشست

کاک[1] دراں مرتبہ رو ترش کرد ‏ لاجرمش روئے چناں ماندہ زرد

دید فلک گرمیِ ہر قرصِ نور ‏ قرصۂ خور گرم ز خوان کردہ دور

ماہ بکاہید کہ خود را بخواں ‏ دید یکے قرص و دو سہ ریزہ ناں

یافتہ سنبوسہ ز تثلیث اثر ‏ برّہ بریاں شرف از قرصِ خور

خواند زبانِ برہ پہلوئے بز ‏ بر سرِ پلاؤ کہ منی اُرز

پہلوئے مسلوخ ہلالی کشاد ‏ طرفہ کہ ہی غرہ بیک سلخ زاد

استخواں
چرب دمِ دنبہ دو من بحیرہ ‏ چرب ترا ز دنبکِ آہو برہ

خندہ بروں داد سرِ گوسپند ‏ ہم بجوانی شدہ دنداں بلند

دنبۂ کوہی کہ بسر خوانچہ بر ‏ دہ مہ رفتہ و دو قرنش بسر

صد نعم از ہر بمنطے دیگ پز ‏ مردم ازاں لب گزد انگشت مز

پختہ تبے مرغ بہر گونہ طرز ‏ از وَلَج[2] و تیہو و درّاج و چرز

صحنک حلوا ہمہ شکّر سرشت ‏ چاشنیش از طبقاتِ بہشت

تحفۂ صابونی شکّر نوید ‏ راست چو جامہ بسپیدی سفید

دادہ بسے طیبِ معنبر براں ‏ خوردہ کافور تر و زعفران

---

[1] کاک نانیکہ اورا از خمیر ترش سازند ‏ [2] وَلَج سلویٰ (بشیر)

در تنِ مرداں مزہ ذاتی شدہ ناطقہ ہم روح نباتی شدہ
بہرہ خود برد چو کام از خورش یافت ز لذت دل و جاں پرورش
چند سرائی بمیاں ایستاد . وز پئے ہر نام قفاے کشاد
جوشش تیزش کہ بجاں باز خورد صد گرہ از رشتۂ جاں باز کرد
مایۂ خواں چوں ز میاں رخت برد نوبتِ تنبول بمجلس سپرد

صفتِ بیرۂ تنبول کہ نزدِ ہمہ خلق به از آں نیست نباتی بہمہ ہندوستاں

بیرۂ تنبول کہ صد برگ ہست چوں گلِ صد برگ بیاید بدست
نادرہ برگی چو گلِ بوستاں خوب ترین نعمتِ ہندوستاں
تیز چو گوشِ فرسِ تیز خیز صورت و معنی بصفت ہر دو تیز
تیزی ازو یافتہ گوشِ دگر داد بہر گوشش ز تیزی خبر
تیزی او آلتِ قطعِ جذام قولِ نبی رفتہ[1] علیہ السلام
پُر رگ و در رگ نہ نشانی ز خوں لیک ہم از رگ رودش خوں بروں
طرفہ نباتی کہ چو شد در دہن خوش چو حیواں بدر آید ز تن

---

[1] در حدیث آمدہ است ان فی الہند شجرۃ ورقہا کاذن الفرس من اکلہا امن الجذام والبرص
یعنی در ہند درختے است کہ برگ آں مثل گوش اسپ ست ہر کہ آنرا بخورد از جذام و برص محفوظ ماند ۱۲

خوردنِ آں بوئے دہن کم کند — سستیِ دنداں ہمہ محکم کند

سیر خورد گرسنہ دردم شود — گرسنہ را گرسنگی کم شود

کس نخورد خوردهٔ دندانِ کس — وانچہ تواں خورد ہمیں ست بس

از درِ تعظیم فتادہ بہ بند — صد درِ تعظیم کشادہ ببند

سرخیِ رویش زسہ خدمتگرش — چونہ و فوفل شدہ رنگ آورش

طرفہ کہ با ایں سہ شریکش نہ پس — مرتبہ و نام ہموں راست بس

گرچہ کہ آبش بنوی ہست بیش — کہنہ شود بیش کند آبِ خویش

گرچہ کہ از آب شود زرد رو — لیک ز زردیش بود آبرو

برگ کہ باشد بدرختاں فراخ — زود شود خشک چو افتد ز شاخ

برگِ عجب بیں کہ گسستہ ز بر — وز پسِ شش ماہ بود تازہ تر

حرمتش از پیشگہ و پایگاہ — ہم بگدا محترم و ہم بشاہ

شاہ چو زیں تحفہ تہی کرد لب — باز رواں گشت رحیقِ طرب

رقص برآمد بترنم زناں — زمزمہ برخاست ز مطرب زناں

صفتِ نغمہ گریہائے زنانِ مطرب
کہ لبے لحن کند زہرہ چو گیرند الحاں

شد زنِ مطرب نوا پروری — انجمنی پر زمزمہ مشتری

غمزه زنانی همه مردم فریب ‏ سیب زنخ خال زنخ تخم سیب

چاهِ زنخ روشن و صافی چو ماه ‏ روی نما گشته چو آبی بچاه

پرده برانداخته چون آفتاب ‏ کرده بیک غمزه جهانی خراب

روی چو خورشید برافروخته ‏ جانِ کسان ز آتش خود سوخته

از رخ شان کامده مقنع فرود ‏ رفته بچه ماه مقنع[1] فرود

ز ابروی خم پشت کمان ساخته ‏ تیرِ مژه نیم کش انداخته

ناوکِ شان چون شده بیرون ز کیش ‏ دیده سپر کرده سیاهی خویش

بسته بلادر[2] همه درشن بلا ‏ داده به بیهوشی عالم صلا

رشته در بسته بر او از دو سوی ‏ چون قطرات عرق از گرد روی

سی مه یکروزه فگنده بگوش ‏ حلقه بگو یک مهی روزه گوش

خوبی شان بسکه یکی صد شده ‏ حلقه بگوش رخ خود خود شده

از کفِ خود آئینه بنهاده پیش ‏ دیده رخ خود بکفِ دستِ خویش

موی میانِ سر شان فرق جوی ‏ شکل هلال آمده بفرق موی

جعد که پیچیده به پا در خرام ‏ ماهیِ ساق آمده در پای دام

بر زمین افگنده چو گیسوی خویش ‏ رفته ره خویش هم از موی خویش

---

[1] مقنع حکیم نخشبی که از صنعت خود از چاه نخشب ماه برآورده بود

[2] بلادر داروی از سمیات است که آنرا به هندی بهلاوه گویند و نام زیوریست که زنان بر سر بندند ۱۲

قامتِ شاں سروولے رستیں
پرز گل از ساعدِ شاں آستیں

یافته از نغمه گلوشاں خراش
صوتِ خراشیدهٔ شاں جاں خراش

سینه بسے خسته و دل کرده ریش
هر نفس از تیزیِ آواز خویش

قامتِ شاں بود بپا کوفتن
گیسوئے مشکیں بزمیں روفتن

رقص کناں چوں بزمیں پا زدند
در حق ناهید لگدها زدند

از روشِ جنبشِ دستانِ شاں
مجلسیاں هر همه حیرانِ شاں

هر که دراں شعبده هشیار بود
مست نه از مے که ز دیدار بود

دور چو دوراں خوشی تازه کرد
راه تکلف سوئے دروازه کرد

هر کس ازانجا که مزاج می ست
داد برون هر چه مزاج وی ست

ایں سخن سلک گهر کرده ضم
او سخنِ خویش برون داد هم

چرب زباناں شده شکر دهن
چرب زباں گشته ز مغزِ سخن

رمز بهر حیله نمی گشت حل
بلکه همی کرد حکایت بدل

وقتِ خوش و خوش منشاں باده کش
وقتِ دل شاه از خوشیِ وقت خوش

گفت ز خاصاں بیکے شاهِ شرق
تا رود از آب گذارا چو برق

آورد و پیش کشد زاختصاص
تختِ زر و تاج زر و پیل خاص

رفته شتابنده باورنگ گاه
کرد رواں جمله بفرمانِ شاه

آنچه گزر بر نفسِ شاه کرد
در نفسے حاضرِ درگاه کرد

نورا ۱۲

صفتِ تاج مکلّل کہ پسر یافت ز شاہ
آں پسر کرد سرکیں تاج ستد از خاقاں

تاج مکلّل بدُر از ہر طرف | یافتہ باہی ز ثریا شرف
جفت ندیدہ دُر ناسفتِ اد | مہرۂ پیشانیِ شہ جفت او
گوہرش از شاہ شدہ سربلند | بلکہ ز شہ یافتہ گوہر بلند
فرق نشینِ سرِ والا شدہ | موج گہر بر سرِ دریا شدہ
ہر دُر و گوہر کہ براہ افگند | خود دہد و بر سرِ شاہ افگند
نیست سرش کو بدوم سر رود | یکسر ازاں بر سرِ شہ پر رود
بس کہ فشاندہ بسرِ شہ گہر | رشتۂ گوہر شدہ ہر موئے سر
سر شدہ بر فرق بلندِ افسراں | و آمدہ بر سرز ہمہ سروراں
او سرِ شہ را گہر آرائے کرد | شہ بہتبرّک بسرش جائے کرد
چوں ز سرِ شاہِ جہاں برگذشت | گرد جہاں رفت از و سر گذشت
شاہ بدولت بگہر باریش | تخت ستد تاج بسر باریش

صفتِ تخت کہ ہمچوں فلک ثابتہ بود
وازستۂ شرق بخورشید شرف داد مکاں

تخت نگویم کہ سپہر بلند — ہفت سریر از شرفش بہرہ مند
بہر سر تاجوران تکیہ گاہ — تکیہ بدو کردہ سران سپاہ
اوج مکاں یافتہ زامکان ملک — چار طرف گرد وی ارکان ملک
بازوے او دستگہ شہریار — مملکت از دستگہش پایدار
پا نکند عرش بہ پیشش فراز — گر ہمہ تا عرش کند پا دراز
ساختہ از چوب و گرفتہ بزر — چوب ولے یافتہ پایش زسر
پاش چہار و نکند راے گشت — کز لت ہر شاہ شکر پاے گشت
کردہ جہاں را بسکونت خدم — ثابت مطلق بہ ثبات قدم
صد قدم آید جم و خاقاں بہ پیش — او نرود یک قدم از جاے خویش
شستہ مربع بہ بساط زمیں — بر سر او شہ شدہ زانو نشیں
پایۂ او شاہ بجاے کشید — کو ہم ازانجاے بجاے رسید
منزلت ملک چو جاہش داد — خویشتن از کبر بجاے نہاد
پیش شکوہی کہ شہنشاہ راست — کیست جز او کہ نہد پای راست

صفت پیل کہ شہ داد بفرزند عزیز
کہ شد از جنبش او کوہ چو دریا لرزاں

پیل چو کوہے کہ بود بے سکوں — چار ستوں زیر کہ بے ستوں

وان جبلِ زرزنیش بقرِ شکوه — سایہ ہمی کرد ببالائے کوہ
سود بگردوں سرِ شنگرف سائے — رنگ شفق زو شدہ شنگرف زائے
پیچشِ خرطوم بسانِ کمند — اژدرے افتادہ ز کوہِ بلند
اژدرِ آں کوہ شدہ پا بپیچ — مار ازو یافتہ در غار پیچ
در زمیں آنجا کہ سر افراختہ — مار ز سر غار ز پا ساختہ
گر بدلِ غار بود جائے مار — زو بدلِ مار شدہ جائے غار
ور دُمِ او را بہوا خم فتد — با ذنبش سلسلہ باہم فتد
ذنب ستارہ ۱۲
بر شدہ بالا دو سوارش بلند — چوں دو پیادہ بہ پسِ پیل بند
در تہِ پا کوہِ زمیں سائے او — پایۂ کوہے بصفت پائے او
زاں سپر انگیز پئے سہمناک — در تہِ پایش سپری گشتہ خاک
شاہ زبندی کہ بپایش فگند — مات شدہ صد شہ ازاں پیل بند
گر مثلِ[1] پائے بر آرد ز جائے — سلسلہ فریاد بر آرد ز پائے
کشتیِ عاج ست تو گوئی رواں — گشتہ دو گوشش زدو سو بادباں
کشتی و در معبرِ ملکش گزر — لنگرِ کشتی شدہ صندوقِ زر
گوش کہ با چشم ہمی کرد لاغ — مروحہ بود بہ پیشِ چراغ
طرفہ کہ آں مروحہ زآسیبِ باد — ہیچ گزندی بچراغش نداد

---

[1] در نسخۂ دیگر بجائے مثل سل بفتح سین بمعنی ناخن نوشتہ و ایں لفظ ثقیل ست و توجہ او بعید ۱۲

رُوی چو در حمله نهد گاهِ کین — زآدمیان حامله گردد زمین
برکشد از تارکِ بدخواه مغز — وزبنِ دندان کند این کارِ نغز
در صفِ کین کرده بدندان ستیز — خونِ عدو خورده بدندانِ تیز
خصم تُرُش را که بدندان درید — زان تُرُشی کندیِ دندان ندید
گاوِ زمین کز سرِ دندانش جست — شیرِ فلک را ز دو در هم شکست
چون جرسش در روش آواز داد — گنبدِ گردنده صدا باز داد
ور بفغان برکشد آوا بلند — گوشِ فلک نشنود الا بلند
بانگِ بلندش زده بار عدکوس — ابرِ بلندش بقدم داد بوس
خورده ز خم خانهٔ دولت شراب — مست شده کرده جهانی خراب
از می شه بس که زخش یافت تنگ — کرد فراموش خورشهای بنگ
تا زمیِ مجلسِ شه مژده یافت — بنگ رها کرد و بمجلس شتافت
الغرض آن پیل و هماں تاج و تخت — کان نرسد جز بخداوندِ بخت
دیدش منشه چو مهیا بپیش — رُوی کرم کرد بدلبندِ خویش
گفت که این افسر و این پیل و گاه — بهرِ ترا داشته بودم نگاه
تا چو صلاحی میباں ره برد — هدیهٔ این صلح همین درخورد
نیست مرا بهتر ازین هیچ چیز — تا دهم از دیده بچشم عزیز
هدیهٔ من جمله ز من در پذیر — خاص کن اندر نظرِ بی‌نظیر

شاہ بنظّارۂ ایں ہر سہ جنس — ماند عجب بلکہ ہمہ جن و انس

صنعت لکھنوتی ازاں تخت و تاج — داد بزرگر ہمہ چیں را خراج

پیل کسے خود چہ تواند ستود — کس بصفت نیز چناں کم شنود

ہست سہ چیز آنکہ چو آرند پیش — پیش کشد دل چو بہ بینند بیش

بوزنہ و طفل سخن گو و پیل — دیدہ ام ایں را بتجارب دلیل

ہست خود ایں وصف بہر پیل جفت — خاص بہ پیلے کہ تواں پیل گفت

کس شنودن کند ایں وصف راست — من کہ بدیدم بہ ازینش سزاست

از پدر ایں جملہ شہ نیکنام — گشت پذیرندہ بمیل تمام

ہم بزماں تخت ہماں نصب گشت — تاج ہماں بر سرِ سلطاں گذشت

تاجوراں بر سرِ آں تختِ زر — ہر دو نشستند کمر با کمر

باز دو گنجینہ گرہ کردہ باز — گہ سخن از رمز شد و گاہ راز

کرد پدر روئے بدلبندِ خویش — کآرزویم جملہ برآمد بہ بیش

لیک دو حسرت دگرم در سر است — گر بسر آید ز تو ام در خور است

اولم آنست کہ چترِ سپید — بر سرم آید ز تو دارم امید

دومیش آں شد کہ کلاہِ سیاہ — ہم تو نہی بر سرِ صاحب کلاہ

از پدرست ایں دو مرا یادگار — ز و بتو آمد تو بمن واسپار

من بتوانم کہ بجائے سری — زیں کلہ و چتر کنم سروری

لیک چو تخت پدرم جای تست … از تو به این سکه که گردد درست

تا سرم این هر دو بزرگی بسر … هم ز پدر یابد و هم از پسر

مردمک چشم بزرگان شنود … سوی سر و دیده اشارت نمود

آنچه دل شاه ز من چشم داشت … خاصه شاه است که بر من گذاشت

نیست دگر آرزویم نیز پیش … کان بسرت بنگرم از چشم خویش

تا چو از آن وعده که از شاه یافت … حاجت خود را بوفا راه یافت

مستی دولت بسرش بود تیز … دولت سرمست بگفتش که خیز

خاست بپا تاجور سر بلند … وعدهٔ دیدار بقیصر افکند

فلک فلک مرتبه را پیش جست … رجعت خود کرد بمنزل درست

او شرف خانهٔ دولت شتافت … شاه بدولت شرف از خانه یافت

نوش همی کرد می دلفروز … در شب دولت همه شب تا بروز

روز نوشش خوردن می کار باد … روز بد اندیش شب تار باد

تیغ ظفر تو ز سر انداز رزم … عود عدو سوز طرب ساز بزم

این غزل بنده که بتوان شنود … حال منش گفت بهنگام جود

غزل

مهر بگشای لعل میگون را … مست کن عاشقان محزون را

رخ نمودی و جان من بردی … اثر این بود فال میمون را

دلِ من کشتهٔ لقای تو باد
چه توان کرد حکمِ بیچون را

از درونم نمی روی بیرون
در گرفتی درون و بیرون را

نامِ لیلی برآید اندر نقش
گر بریزند خونِ مجنون را

گریه کردم بخنده بگشادی
لبِ شکّر فشانِ میگون را

بیش گشت از لبِ تو گریهٔ من
شهد هرچند کم کند خون را

هردم الحمد می دمم برخت
گرچه خوانند بر گل افسون را

گفت خسرو نگیردت ماناک
خاصیت سلب گشت افسون را

صفتِ صبح و کلاهِ سیه و چترِ سپید
رفتنِ شه بسپیدرر روز و شبِ نورافشان

صبح برآورد چو چترِ سپید
بست سیاهی بسپیدی امید

کالبدِ چرخ ز زرّین کلاه
دوخت زهِ زر بکلاهِ سیاه

کوس سحرگه فلک آوازه گشت
دیدبهٔ روز ز سر تازه گشت

یافت ضیا گنبدِ آئینه رنگ
رفت برون آئینهٔ چین ز زنگ

تیغ کشید اخترِ عالم فروز
لشکرِ شب کرد هزیمت ز روز

ابروی مه تا بسحر چشم داشت
کش فلک از وسمه بخواهد نگاشت

چشمهٔ خورشید ز موجی که راند
ابروی مه شسته شد و وسمه ماند

شب که سفیدیش درآمد بموے — هم نشدش رنگِ سفیدی ز روے

صبح سپیده که درین حقه بیخت — حقه نگون بود سپیده بریخت

زنگیِ شب کرده سپیده بروے — خنده زنان شد فلک از چار سوے

صبح چنان زلفِ ترِ شب بتافت — کآب چکیدوش نمِ شب نام یافت

طرهٔ شب را چو زنم یافت تر — شانه زسر داد خروسِ سحر

مرغِ سحر شانه صفت افسرش — شانهٔ آواره شده بر سرش

یعنی اگر نعرهٔ بیگه زنم — تو هم ازین اره ببر گردنم

بادِ صبا پردهٔ شب برگرفت — مرغِ سحر نغمهٔ تر در گرفت

دیدهٔ شب روشنی آغاز کرد — کوریِ خفاش نظر باز کرد

خواب که در دیدهٔ مردم نشست — شب بمیان کرد و ز مردم بجست

صبح بیکدم که برون زد بلاغ — کشته شد از وے بدمے صد چراغ

شمع هم از دوریِ شب جاں نبرد — سوخته شد اول و آنگاه مرد

خلق درآمد بنماز و دعا — قامتِ خود کرد موذن دوتا

دانه دراندخت شب اندر خراس — قرص شد آں دانه نا کرده آس

مشعلهٔ صبح که شد نوردار — ساخت یکے شعله زچندیں شرار

از تفِ آں شعله که در تاب شد — سیمِ کواکب همه سیماب شد

صبح زبس دم که دما دم گرفت — آتشِ خورشید لبِ عالم گرفت

مہر چو یک نیزہ ببالا دوید | نالش ہمہ کس بسرِ نیزہ دید
نان نتواں گفت کہ قرصِ خور ست | عیسیٰ اگر خواں کشدش درخورست

صفتِ چشمۂ خورشید بدریاے سپہر کہ کند پرتوِ او ماہِ سما را تاباں

روے زمیں کردہ بیک چشمہ پاک | گازر آلودگیِ آب و خاک
چشمۂ آتش نشنیدہ ست کس | چشمہ بر آں آب ندیدہ ست کس
چشمہ کہ واد آب فراواں بود | آب خور چشمہ عجب آں بود
در دلِ دریا چو شود چشمہ غرق | چشمہ ز دریا نتواں کرد فرق
طرفہ کہ آں چشمہ بدریاے نور | روشن و صافی بنماید ز دور
طفل کہن سال و لعابش دواں | دایۂ او چرخ ولے مہرباں
قرطۂ[1] زر دوش کہ زخز بافتہ | جبۂ مسکیں ہمہ ازاں یافتہ
باہمہ چوں سایہ شدہ ہم نشست | یکتن و ہر جا کہ بجوئیش ہست
گرچہ نگنجد ز فلک تا ثرے | لیک بگنجد بشگافِ درے
نورش از آفاق بروں بر دود | لیک بیک رخنہ دروں در رود
عالمِ نور او شدہ روزن دروں | بلک بسوراخۂ سوزن دروں

---

[1] قرطہ لباس ۱۲

آہوئے پوئیندہ بیالاؤ زیر　　خانۂ خود ساختہ در کامِ شیر
مشرق و مغرب ہمہ یکروزہ گشت　　یک مہ یک برج نیارد گزشت
شاہِ جہانگیر بشمشیرِ تیز　　چترِ سیاہِ شب ازو در گریز
لشکرِ انجم ہمہ چرخِ کبود　　او بکشد خنجر و گوئی نبود
لشکرش از حدِ شمردن بروں　　لیک نگنجیدہ بروزن دروں
ماہ ہم از روے علم افراشتہ　　غیبتش آنگاہ نگہ داشتہ
گرم شود بر ہمہ بے ہیچ کیں　　پس زحیا در رود اندر زمیں
بیند اگر تیز بکوہ اندروں　　زہرۂ کوہ آب شود بلکہ خوں
گر نظرِ گرمی و تیزی دروست　　ریختنِ آبِ خودش آرزوست
گرچہ کند تیزی و گرمی بسے　　تیز در او دید نیارد کسے
سینۂ شام از شفقش خوں شدہ　　شب بمیاں کردہ و بیروں شدہ
مشرقیش[1] قبلۂ خود کردہ نام　　سجدہ او جانبِ مغرب بشام
سجدہ کناں ہندواز آں سو گشت　　روے بدو کردہ سیہ روے گشت
نورِ بصر ہست بمعنی ازو　　چشم ہمہ تیرہ بود بے ازو
بے رخِ خورشید بود تیرہ داغ　　شب کہ کند چرخ و زمیں پر چراغ
نور بچشمِ ہمہ از وے پدید　　کوری خفاش کہ او را ندید

---

[1] مشرقی مجوسی (آفتاب پرست) ۱۲

شمع و چراغے کہ بود شب فروز — کشتہ شود گر برون آید بروز

الغرض آن بیلک گردون گزار — رفت چو پیخ یک آماج وار

زان علمے تا بفلک خاستہ — کوکبہ روز شد آراستہ

شاہ کہ تا صبح بُد اندر صبوح — صبح پر و فاتحہ خوان از فتوح

بود خوش از خوردن آن آب خوش — کرد زمستی نفسے خواب خوش

چون زسرش رفت خماری کہ داشت — بار بیاراست بہنگامِ چاشت

فرش کشادند بساط افگنان — پیش نشاوند سماطین زنان

گفت بفرزانہ کہ درخورد شاہ — چترِ سپید آر و کلاہِ سیاہ

حاجب درگاہ ز ایوانِ بار — شد بسوئے بقچہ کش و چتر دار

جستہ شدہ کرد بر ایشان درست — برد و رسانید بشاہ آنچہ جست

تاج و رآن چتر و کلاہِ سیاہ — کرد بمیعاد روان سوے شاہ

برد فرستادہ بحکمِ شہے — بر سرِ شرق آن دو نشان سہے

شاہ شد از دیدنِ آن سخت شاد — بستد و بوسید و بسر بر نہاد

داد بآرندۂ آن ھر دو چیز — خلعتِ خاص و زر بسیار نیز

خواست بسے عذر ز پیوندِ خویش — شکرِ خدا گفت ز اندازہ بیش

ہدیہ بسے بہرِ خداوندِ تاج — ہدیہ نہ بل مملکتے را خراج

مردِ رسانندہ خوش و شادمان — آمدہ ز آنجا بخوشی در زمان

پیش جهاں دار شد و هدیه برد   جمله بگنجینهٔ خازن سپرد

عذر زبانیش که در گوش بود   خواند بگوشِ شهِ آفاق زود

شه ز خوشی روی چو گلنار کرد   عزم می و بزم بگلزار کرد

بزم نشیں ساغرِ زر می کشید   بدرهٔ دینار بسر می کشید

بر سرِ هر مست زرِ بے کراں   مست شده هر همه و سرگراں

مجلسِ شه را همه مجلس نشیں   مست پنهاں بود و گراں سر چنیں

شاه گراں سر ز میِ خوش اثر   باده و مینا وش گرانی بسر

دست سبک زخمهٔ مطرب بود   عودِ گراں سر بنوای سرود

مجلسِ او زیں غزلم گشت مست   مست گراں سر شده هر کس که هست

غزل

آفتِ زهد و توبه شد ترکِ شراب‌خوارِ من   یار گر او ست کی بود توبه و زهد یارِ من

باده هجر خورده ام رنجِ خمار در سرست   جز بحلاوتِ لبش نشکند این خمارِ من

بود قرارِ وصلِ وی گر بود این ست دولتی   ورنه قرار بگذرد نی من و نی قرارِ من

ای چو توئی نخاسته پهلوی من دمی نشیں   تا بنشیند از درون آتشِ انتظارِ من

رغبت اگر بے کنی ساقیِ خونِ تو و شوم   مطربِ رایگانِ تو نالهٔ زیر و زارِ من

بے تو دو چشم چار شد خاکِ درِ تو سرمه ام   سرمه گر از تو نایدم خاک بهر بیارِ من

چون تو سوار بگذری دیده گهرفشاں کنم   خواه قبول خواه رد نیست جز این نثارِ من

بس که پر از غبار شد دل ز تو گر نفس زنم — خاک برویم افگند این دلِ پر غبارِ من

دولتِ روزگارِ من آه و فغانِ روز و شب — دولت اگر چنین بود وای بروزگارِ من

رنجه مشو بکشتنم زانکه برخصتِ غمت — فتنه تمام می کند محنتِ نیم کارِ من

لاغ مکن که خسروا دامنِ خود ز من بکش — چونکه ز دستِ من بشد دامنِ اختیارِ من

شبِ دیگر ز پئے عیشِ ملاقاتِ دو شاہ
وز پدر دادنِ پند و ز پسر گوش بران

مجلسِ انجم چو بیاراست شب — کشتیِ مه برد ثریا به لب

خاست ز گرداب فلک موجِ در — ماه ز در کشتیِ خود کرد پر

شاهِ جهان باز به آئینِ دوش — کرد فلک زمزمهٔ نای و نوش.

تخت خود آرایشِ دوشینه داشت — پاے شرف بر سرِ گنجینه داشت

از نمطِ مجلس و مے آنچه بود — بیشتر آراسته شد زانچه بود

شست صراحی بدو زانو به پیش — دختر رز شاند بزانوے خویش

آینهٔ می چو بزانو نهاد — بر سرِ زانوش دو آینه زاد

آتشِ مه گرچه جهان بر فروخت — پنبهٔ قرابه ز آتش نسوخت

گرچه پیاله نفسے آرمید — خاست چو قُم قُم ز صراحی شنید

جام زمانے به نشستن نتافت — هم ز دمِ قهقهه شستن نیافت

گردشِ ساقی ز سر آغاز شد   چنگِ سر افگنده سرافراز شد
بانگِ مزامیر بنه پرده جست   هفت و نه زهره بهم در شکست
چون نفس چند زمی تازه گشت   گوش ز آوازه پر آوازه گشت
باز مه و اخترِ فرخ جمال   خاست همه قرعهٔ اوّل بفال
موج ز دریاے کرم شد باوج   کشتیِ اقبال در آمد بموج
تاجورِ شرق شرف باز داد   تارکِ خود در اجلِ ناز داد
در کنفِ دولت و عونِ خداے   آمد و آورد وثیقت بجاے
بادهٔ نوشین بصفا خواست کرد   وعدهٔ دوشین بوفا راست کرد
هر دو نشستند چو خورشید و ماه   در خطِ شان نقش سپید و سیاه
جام زبردستِ دو سلطان نشست   تا دو زبردست شدش زیردست
گرچه که بد فرصتِ می پیش ازان   فرصتِ دیدار نهد پیش ازان
باده بخوردند مگر بر قیاس   تا نرود عقلِ فراست شناس
کان نه گہِ عشرتِ می خوار بود   بلکہ گہِ دیدنِ دیدار بود
هر نفسے کان بهزیمت گذشت   لذتِ صحبت بغنیمت گذشت
هر مےِ گلگون که همی شد بکام   دیده همی ریخت گلابی بجام
گرچه لب آلوده شد نه از شراب   گریهٔ شان شست دہان از گلاب
گاه پدر دید بروے پسر   پرده شدش گریه به پیشِ نظر

گاہ پسر در پدرِ خویش دید
مہرِ خود از حسرتِ او بیش دید

گاہ پدر تنگ بر در گرفت
افسرش از گریہ بگوہر گرفت

گاہ پسر دستِ پدر بوسہ داد
خاتمِ جم را بکفِ جم نہاد

گاہ پدر پیشِ پسر داشت مے
گفت کہ خوش باد حیاتت بوے

گاہ پسر پیشِ پدر برد جام
گفت کہ باد آبِ حیاتت بکام

گاہ پدر گفت بدردِ فراق
کز تو چگونہ شوم اے دیدہ طاق

گاہ پسر گفت دلم چوں بود
کز نظرم نقشِ تو بیروں بود

گاہ پدر خواست کہ از وقتِ خوش
دیدہ کند پیشِ پسر پیشکش

گہ پسر از ذوق چناں گشت مست
کش بزمیں ریخت پیالہ ز دست

زیں نمط از ہر دو سخن میگذشت
آرزوے دل بدہن میگذشت

چوں بسخن رفت بسے داورے
دور در آمد بہ نصیحت گرے

چوں پدراں روے بد لبند کرد
پندِ پدر رہبرِ فرزند کرد

داد نخستش بدعاۓ پناہ
کایزدت از حادثہ دارد نگاہ

ریخت بس آنگاہ بمہرِ تمام
دارو ے تلخش ز نصیحت بکام

کاے پسر از ملک و جوانی مناز
ناز بدو کن کہ ندارد نیاز

کار تمامی چو از و شد بکام
کار بخشنودیِ او کن تمام

گرچہ سیاست ز تو شد دستیاب
دستِ ضعیفاں بسیاست متاب

خشم بہر جرم میاور بکس — زآتشِ سوزندہ نگہدار خس

چوں بگنہ معترف آید کسے — عفو نکوتر ز سیاست بسے

وانکہ بشمشیر سیاست سزاست — ہم بتامل بتواں عذر خواست

در حقِ آں کش پےِ خود داشتے — دیر خصومت شو و زود آشتے

وانکہ سزاوارِ خصومت بود — حکمِ تو بروے بحکومت بود

ہر کہ زند در رہِ اخلاص گام — کار بروکن بعنایت تمام

وانکہ برآرد بخلافت سرے — سرزنش پیش کہ گیرد برے

خورد مبیں دشمنِ بدزہرہ را — آب دہ از زہرہٴ او دہرہ را

دشمنِ خود خورد نباید شمرد — در تہِ دنداں[1] چہ کند سنگِ خورد

گرچہ جہاں جملہ ہوا خواہِ تست — ہم بکن آں خار کہ در راہِ تست

ہر کہ بود نقشِ دولی در سرش — سر کہ یکے شد دو کن از خنجرش

دشمن اگر دوست نماید بپوست — فرق کن از دشمنِ خود تا بدوست

جاے مدہ دشمنِ کیں توز را — گوش مکن گفتِ بدآموز را

روے بیکبار متاب از دو روے — گو بود آں قبلہ کہ بینی دو سوے

خاص کن آنرا کہ خرد ہست بیش — راہ مدہ بے خرداں را بپیش

محرمِ سرساز خرد پیشہ را — مصلحت آموز کن اندیشہ را

---

[1] یعنی تو میدانی کہ سنگِ خورد دنداں را چہ ضرر میرساند ۱۲

گرچه دلت هست فراست شناس — گفتِ کساں نیز همی دار پاس

راز مگو پیشِ کسے از نخست — تاش نه بینی بوثیقت درست

باشد اگر سوے مهمت روے — رخصتِ تدبیر شناساں بجوے

گر شودت خصم بتدبیر رام — تیغ نشاید که کشی از نیام

حق چو ترا جاے بزرگاں سپرد — خویشتنت خرد نباید شمرد

درنگر اے دیده که ایں جاے کیست — دیده دریں راه زمیں سای کیست

چوں تو دریں پایه شدی دستیاب — پایه نگهدار مشو مستِ خواب

کارِ جہاں جمله چناں کن که اوست — گر نه ازاں نیست هماں کن که اوست

جد چو ترا داد کم و بیشِ خویش — بیش و کم از وے نه کمی و نه بیش

بیش کن آنها که زیزداں بود — کم کن ازانها که نه فرماں بود

چشمِ رعایت ز رعیت مگیر — تا بودت ملک عمارت پذیر

شاخِ درختے که بود سایه دار — سایه نشیں را بود از وے مدار

چوں تو شدی سایهٔ یزدانِ پاک — سایه فشاں باش بریں مشتِ خاک

عدل که سرمایهٔ شاهاں بود — مرتبهٔ مرتبه خواهاں بود

چوں تو دریں مرتبه داری نشست — سود بدست آر که سرمایه هست

عدل بود مایهٔ امن و اماں — بیش کن ایں مایه زماں تا زماں

ملکِ سلیماں چو گرفتی فراز — از پر موریت بپرسند باز

داد گری کن که ز تاثیرِ داد　　بس درِ دولت که توانے کشاد

هرچه رسد بر تو ز کارِ کساں　　از سرِ انصاف بآخر رساں

سایهٔ ظلمت ز مظالم بکش　　غصهٔ مظلوم ز ظالم بکش

تا بزبانِ تو که یادا بسے　　نشنود آوازِ تظلّم کسے

ملک چو از نامِ تو شد بهره مند　　کوش که آں نام بماند بلند

دولتِ دنیا چو مسلّم تراست　　جانبِ دیں کوش که آں هم تراست

دولتِ جاوید بپرده ہست کس　　نامِ نکو دولتِ جاوید بس

هر نفس از عمر غنیمت شمار　　یاد کن از ملکورانِ دیار

کاول شاں چرخ ببالا کشید　　آخر شاں خاک بخارا کشید

قصهٔ ضحاک همیدوں بخواں　　نامهٔ جمشید و فریدوں بخواں

نیک و بد از دفترِ ایشاں بجوے　　نیک بخاطر کن و بد را بشوے

فعلِ نکو چیست ز بد خواستن　　نقشِ کژ از راستی آراستن

پیشهٔ نکوئی کن و از بد بترس　　از بدِ کس نے ز بدِ خود بترس

چشم به نیکی نه و ایں پیشه کن　　تا نرسد چشمِ بد اندیشه کن

در همه تدبیر نکوکار باش　　از بد و از نیک خبردار باش

بدکنی اوّل بملامت کشد　　و آخر از آں سر به ندامت کشد

خود ز مکافات و جزا هر زماں　　هرچه کنی باز ببینی هماں

هرچه کنی باز نشانت دهند　　هرچه دهی باز همانت دهند

بر سرِ هر کس که ترا دست هست　　دست مکش از سرِ هر زیردست

نیتِ خیرت اگر امروز خاست　　وعده بفردا مفگن کین خطاست

در عملِ خیر توقف مکن　　چون بکنی هیچ تاسف مکن

چون تو نه محتاجِ کسی در نعم　　در حقِ محتاج همی کن کرم

کم مکن احسان دهش آور بجای　　بیش دهی بیش رساند خدای

یافتی از کشتِ ازل خوشهٔ　　راست کن از بهرِ ابد توشهٔ

دولتِ خود بین و مشو ناسپاس　　شکر بکن بر کرمِ بی قیاس

نعمتِ تو گرچه ندارد شمار　　شکر کنی بیش کند کردگار

گنجِ خرد خاصِ تو گشت از صفات　　واطلب از غیب کلیدِ نجات

گرچه جهان داری و شاهیست　　سوی خدا بین و مشو خودپرست

باش دریں پرده با فگندگی　　سر مکش از دایرهٔ بندگی

بنده شو و عاقبت اندیش باش　　معترفِ بندگیِ خویش باش

ترسِ خداوندِ جهان کن بدل　　تا ز خداوند نمانی خجل

کار چنان کن که بهنگام کار　　از درِ یزدان نشوی شرمسار

کم کن از آغاز پریشانیت　　کاورد انجام پشیمانیت

گرچه ز بیمِ تو کس از کن مکن　ق　با تو نیارد که بگوید سخن

لیک ترا نیز بہر کار ہست — آئینۂ روشن فکرت بدست

ہر چہ مصوّر شودت در خیال — نیک بکن بد مکن اینک جمال

خود نفتد در قدرت کار سخت — فضل ز حق جو و عنایت ز بخت

چون بوغا جہد کنی در جہاد — باش گران جنبش و دیر ایستاد

گر بودت در دل مشکل کشائے — مشکلے از ملک طلب کن ز رائے

ور بدل از رائے بود مشکلے — خواہ کلید از دل صاحبدلے

باز طلب صحبت مردان پاک — صحبت آلودہ رہا کن بخاک

مست مشو چون بلب آری شراب — ور چہ شوی مست مشو مست خواب

ہوش بران نہ کہ شوے ہوشیار — تا ت بغفلت نرود روزگار

غفلت شاہ است زیان ہمہ — خواب شبانست بلائے رمہ

شاہ بود از پئے پاس جہان — خواب نشاید کہ کند پاسبان

می بخور اما نہ ز اندازہ بیش — تا نشوے بے خبر از کار خویش

کم خور از انسان کہ شوی مست ازو — تا نشدہ از دست بکش دست ازو

کار جہان جملہ ترا کردنی ست — خود غم این کار ترا خوردنی ست

چون تو خوری بادہ کافور بوئے — پس غم گیتی کہ خورد خود بگوئے

مست کہ از خود خبرش کم بود — کی خبرش از ہمہ عالم بود

گرچہ کیفیت بخوشی رہبر ست — ہر چہ عنا باز کشی خوشتر ست

گرچہ کہ در می کرم بیحد ست — آں کرم از می شمر نداں بدست
بادہ حلالت نبود چوں مدام — ہرچہ مدام ست چہ باشد حرام
پیشۂ تقولیست پسندیدہ فر — از ہمہ و زشاہ پسندیدہ تر
چوں ہمہ کس خدمتِ سلطاں کنند — ہرچہ ز سلطاں نگرند آں کنند
عشرتِ دائم شہِ اقلیم را — رہ بضلالت برد اسلیم را
کوششِ پوشیدہ کن اندر شراب — تا نشود رکنِ شریعت خراب
شاہ بریں گونہ بفرزندِ خویش — داد بسے زادِ نو از پندِ خویش
کرد زبانی بچنیں گفت و گوے — کن ملکی را بجز جُست و جوے
تا دلِ شب نزدِ جگر گوشہ بود — دانۂ اشکش ہمہ رہ خوشہ بود
نیم شباں عزم سوے خانہ کرد — دامن ازاں خوشہ پُر از دانہ کرد
گفت کہ فردا بودا عست راے — آیم و ایں شرط بیارم بجاے
کرد رواں کشتیِ دولت شتاب — رفت بدولت بگذارائے آب
شاہ چوزاں دولتِ فیروز بخت — فرخ و فیروز برآمد بہ تخت
گریۂ قرآ بہ بیانگِ بلند — قہقہہ در حلقِ صراحی فگند
آبِ رواں کرد بجوے نشاط — خاک شد از جرعہ معنبر بساط
بزمِ خشش گرچہ کہ فردوس بود — وعدۂ فرداش قیامت نمود
بسکہ بدش از غمِ دوری خمار — بادہ ہمی خورد ہمی کرد کار

گرچہ خوشی در دلِ شب پیشہ کرد — لیک ز فردا بدل اندیشہ کرد
تلخ تواں شربتِ دوری چشید — دردِ جدائی کہ تواند کشید
دشمن باشد فلک از مغز و پوست — زانکہ بیک جائے نخواہد دو دوست
الغرض از مے چو سرش گرم گشت — زانچہ دلش بر قدرے نرم گشت
رفت ز مجلس لبوئے خوابگاہ — شد تہی از بادہ کشاں بزم شاہ
جفت بہ بیداری بختِ جواں — دولتِ بیدار شدش پاسباں
خوابگہش باد ببالائے تخت — ہیچگہہ خفتہ مباداش بخت
مطربِ خوش نغمہ بآوازِ نغز — زیں غزلش داد طراوت بمغز

غزل

آرامِ جانم میرود جانِ اصبوری چوں بود — آنکس شناسد حالِ من کو ہمچو من در خوں بود
بر بست چوں جوزا کمر آورد در جوزا قمر — یعنی کہ ایں عزمِ سفر در طالعِ میموں بود
گویند حالِ دلِ نہاں گویش مگر ناید عیاں — ایں با ہمی گفتن تواں کو از دلم بیروں بود
رنجم مبادا بر تنی چوں من مبادا دشمنی — من دانم و ہمچوں منے کاندوہِ دوری چوں بود
زیں دُر کہ از چشم افگنم پُر گشت جیب و دامنم — چوں ریسمانے شد تنم کاندر دُرِ مکنوں بود
بند و خطش چو ہم ہمے زیں تارِ موئے در خمے — خود عاشقاں را ہر دمے سودائے گوناگوں بود
زلفش کہ در جانم گزد چوں مار پنہانم گزد — مارے کز ینسانم گزد کے درخورِ افسوں بود
لیلیٰ وشے موئے مشکبو آنکس کہ دیدہ مو بمو — داند کہ زنجیر از چہ رو در گردنِ مجنوں بود

وه کاں شکروش ناگہاں زیں دیدۂ تر شد نہاں — از خسرو آموز و فغاں فریادا گر اکنوں بود

وداعِ دو گرامی که پدر را در اشک
مردمِ دیده همی رفت ز چشمِ گریاں

شب چو وداعِ مه و سیّاره کرد — صبحدم از مہر قبا پاره کرد
گرد کناره شفق از خونِ خویش — چشمۂ خورشید شد از دیده بیش
قلبِ دو سلطان ز دو سو کوچ کرد — بست دو پل روئے دو آب از دو گرد
کوکبۂ شرق سوئے شرق تافت — لشکرِ مغرب سوئے مغرب شتافت
سرورِ مشرق بوداعِ پسر — گریه کناں کرد ز دریا گزر
وین طرف اقبالِ معزی به پیش — گشت شتابنده بمیعادِ خویش
خاص شد از بہرِ وداعِ دو شاه — چوتره بایستۂ آرام گاه
ہر دو دراں بقعه مہیّا شدند — چوں مه و خورشید بیکجا شدند
محرمِ خلوت شده ہر دو بہم — زحمتِ غیرے ز میاں گشته کم
خلوت ازاں گونه که محرم نبود — ہیچکس از خلوتیاں ہم نبود
آنچه بد از مصلحتِ ملک راز — یک بدگر ہر دو نمودند باز
کاں چمن از خار تہی کردنی ست — واں گلِ رنگیں بکف آوردنی ست
در حقِ ایں شو بکرم رہنموں — واں دگرے را بزمیں ریز خوں

دو رمیند از فلاں راز پیش — خاص بکن آں دگرے را بخویش
هر چه که ایں گفت بداں دار هوش — جاے مده گفته او را بگوش
سرورِ مشرق چو ازیں لعل و در — گوش جگر گوشهٔ خود کرد پر
آں همه گفتارِ پدر کیقباد — دل نتواں گفت که در جاں نهاد
از پسِ ایں هر دو بپا خاستند — عذرِ بد و نیک همی خواستند
خسته پدر از دلِ پرخون و ریش — دست در آورد بدل بندِ خویش
ناله بر آورد که اے جانِ من — جاں نه ازاں دگرے زانِ من
بے تو زیم گرچه که در خوں تریم — لیک چو جاں میرود م چوں زیم
چوں بخصومت جگرم خون شود — حالِ دلم چوں تو شدی چوں شود
دیده بماند چو ز روے تو دور — سوے که بینم که بماند صبور
چوں تو شدی دل ز که جوید ترا — ویں بکه گویم که بگوید ترا
سوخت ازیں غم دلِ بے حاصلم — وه که نسوزد دلِ تو بر دلم
هجرِ تو آمد که ز خویشم برد — کیست کزیں واقعه باز م خرد
بے خبرم بهرِ تو شب تا بروز — گر خبرت هست چنینم مسوز
غم به کمین ست که خاکم کند — ترسم از اندیشه هلاکم کند
سوخته شد جانِ غم اندوخته — تا چه شود حالِ منِ سوخته
کاش نبودے دو سه روز وصال — تا نشدی دیده اسیرِ خیال

اے ز تو در دیدۂ تاریک نور — مردمے کن مشو از دیدہ دور

جانِ عزیزی بجدائی مکوش — چند بود جانِ عزیزم بجوش

صبر مفرما کہ صبوریم نیست — دور ز تو طاقتِ دوریم نیست

گرچہ ترا ہم کششے در دل ست — انچہ کہ من میکشم آں مشکل ست

خویشِ توام ورتو نہ خویشِ من — مرحمتے بر منِ بے خویشتن

با توام از ہجو دو گر با خودم — بے خودیم بیں و ببر با خودم

بر سرِ راہی و منم خاکِ راہ — بر گذر ہمچو صبا برگیاہ

چند کنی از پئے رفتن شتاب — یکدمے از سوختگاں رو متاب

با تو اگر ہمرہیم مشکل ست — اشکِ منت ہمرہِ صد منزل ست

بہرِ نثارِ تو سرشکم ز دُر — آستن و دامنِ من کرد پُر

گر تو بگوئی بسرت ریزمش — با گہرِ تاج در آمیزمش

تا چو بدامانِ تو افتد ز سر — یاد بداز آبِ دو چشم پدر

خامۂ من زیں پس و تحریر درد — واشک رواں پیکِ بیاباں نورد

حالِ من از نامہ فرو خواں چو آب — باز نویس ار بتوانی جواب

گرچہ تو خوردی و فراموش کار — تات فرامش نشوم ہوش دار

ورچہ نیاری بدلم سال و ماہ — جانِ[1] تو کز دل نشوی ہیچگاہ

بدل اخود ۱۲ ۱۲

---

[1] جان تو اے قسم بجان تو ۱۲

گشت روان چشمِ من خسته واے
دل نه همانا که بماند بجاے

آه که صبر از دل و تن میبرد
خونِ من از دیدهٔ من میبرد

تشنه اگر نیست سپهرم بخون
چون کشد آخر جگرم را برون

یا خود از نیسان شبنمے می‌نمود
روز بچشمش چو شبے می‌نمود

دیدهٔ پر خون و دلِ ناصبور
چشم همے شد ز جگر گوشه دور

چون شغب و ناله ز غایت گزشت
گریه و زاری ز نهایت گزشت

یک نفسے زان نمط از هوش رفت
کش سرِ فرزند ز آغوش رفت

وان خلفِ پاک هم از دردِ دل
خاکِ ره از گریه همی کرد گل

بسته دل و جان بوفاے پدر
دیده همی سود بپاے پدر

وز مژه در پاىِ سرِ ارجمند
ریختنها گهرے می‌فگند

اشک فشانان بدلِ دردناک
مردمکِ دیده فتاده بخاک

سر چو از این بے‌خبرے برگرفت
دُرّ خود از خاک بافسر گرفت

باز بآغوشِ خودش کرد جاے
گاه سرش بوسه زد و گاه پاے

هر دو بجان شیفتهٔ یکدگر
دوخته بودند نظر با نظر

روئے بهم کرده چنین تا بدیر
هیچ نگشتند ز دیدار سیر

نقشِ وداع ارچه بجان میگذشت
لیک ز اندازه زبان می‌نگشت

عاقبت[1] الامر دراں تفاق   چوں کہ ندید ند گزیر از فراق
ہر دو رخ از خوں شدہ عناب رنگ   یک دگر آغوش گرفتند تنگ

رفت پدر پاے بہ کشتی نہاد   دیدہ رواں از قطرہ طوفاں کشاد
گریہ کناں با دلِ بریانِ خویش   کشتی خود راند بطوفانِ خویش
شہ شد ازیں سو پسر درد مند   آہ برآورد بہ بانگِ بلند
گریہ ہمی کرد زمانے دراز   سوے پدر داشتہ چشم نیاز
راند ہمی از قطرہ سیلابِ خوں   تا ز نظر کشتی شہ شد بروں
دید چو خالی محل از شاہِ خویش   رخش رواں کرد بہ بنگاہِ خویش
روے ز شرق اخترِ عالم فروز   تافت سوے غرب گہِ نیمروز
رفت بہ لشکر درِ خرگاہ بست   وآمد و شد را زمیاں راہ بست
خلوتیاں ہر ہمہ گشتند دور   جز دو سہ از خاصگیانِ حضور
جامہ بفریاد و فغاں می درید   جامہ[2] رہا کن تو کہ جاں می درید
گشت دلِ تنگ ز غم شاخ شاخ[3]   تنگدلی در دلِ تنگش فراخ
کرد چو انبوہ ہی غم در ہمش   خواست شرابے کہ بشوید غمش
ساقی ازاں بادہ کہ با خویش داشت   پیشتر ک شد قدحے پیش داشت
شاہ ازاں مے کہ بلب در کشید   جرعۂ آں را ز قطرہ بر کشید

---

[1] آخر کار ۱۲ [2] جامہ کجا، خیال جامہ یکسو کن ۱۲ [3] پارہ پارہ ۱۲

گفت بمطرب کہ دمے بے درنگ　　ساز کند صوتِ جدائی بچنگ
شست مغنّی و براہِ عراق　　کرد روان زمزمہاے فراق
دست و زبانش چو در آمد بکار　　زیں غزل از دست ببند شہریار

غزل

سخت دشوار ست تنہا ماندن از دلدارِ خویش　　ماکہ گویم حالِ تنہا ماندنِ دشوارِ خویش
لطف کن اے دوست از شمشیرِ ہجرانم مکش　　من کہ وصلم چند گہ پروردہ در زنہارِ خویش
مردہ را حسرت نہ مردن نیست ہست از بہر آنکہ　　باز مے گیرند زو ہم صحبتاں دیدارِ خویش
ہر کہ روزے ناوکے خوردست او داند کہ چیست　　دردِ مجروحے کہ نالد از دلِ افگارِ خویش
کیست کز بسیاریِ غم اندکی بازم خرد　　کاندک اندک می بسوزم از غمِ بسیارِ خویش
راز با دیوار ہم گفتن نمی آرم از آنکہ　　گوشہا می بینم از ہر سو پسِ دیوارِ خویش
گفتہ گہ گہ کہ خواہم کرد کارت را بہجر　　کارِ من کردی و کردی عاقبت آں کارِ خویش
نا امیدم ترک گیریدم دمے اے دوستاں　　تا چو نومیداں بگریم بر غم و تیمارِ خویش
خسروا پہلوے من بنشیں ساعتے دل دہ مرا　　زانکہ دل می افتدم از گریہ ہاے زارِ خویش

صفتِ موسمِ باراں و برہ رفتن شاہ
جانبِ شہر شدن از لبِ گھگھر بگراں

کرد چو رہ در سرطاں آفتاب　　چشمۂ خورشید فرو شد بآب

ابر سراپرده ببالا کشید　　　سبزه صفِ خویش بصحرا کشید

آب فرو ریخت بکارِ زمین　　　زو همه بنشست غبارِ زمین

سیل عناں بس که به تندی گذاشت　　　باد به زنجیر نگاہش نه داشت

چوں دہلِ رعد شد از آب غرق　　　گرم شد از آتشِ سوزانِ برق

گرم چناں شد که چو آواز داد　　　غلغله در گنبدِ گردوں فتاد

قوسِ قزح گشت کماں وار کوز　　　از دو طرف سبزپی و سرخ توز[۱]

تاب کشید آتشِ برقش چناں　　　کش نمِ صد ابر نه دارد زیاں

جوی که شد مست خوش و آبدار　　　آب گرفتش لب و سبزه کنار

صفوتِ آب ار تو بدانی محال　　　زیرِ زمیں ابر نمود از خیال

تندیِ سیلاب ببالائے کوه　　　از شغب آورد زمیں را ستوه

ماند همه وقت خطِ سبزه تر　　　از کفِ خورشید نہاں شد اثر

ہر دمنے یک گل و صد آبجو　　　ہر چمنے صد گل و صد آبرو

برق به شمشیر در آورد تاب　　　گشت زره پوش سوارانِ آب

برق بہر سوئے بتابے دگر　　　دشت بہر جوی بر آبے[حباب ۱۲] دگر

پرده نشیں گشت فلک سو بسو　　　با همه زالی شده پوشیده رو

جوے که شد برهنه سیمیں تنش　　　جامهٔ غوکی[۲] شده پیراہنش

[۱] توز درختے ہست که بر زینِ اسپ و کماں پیچند برنگت سرخ باشد ۱۲　[۲] جامهٔ غوکی کاہی که بر آب باشد ۱۲

خاک ز بی آبی اماں یافتہ — چشمہ ز جوی آب رواں یافتہ

قطرہ درآورد زباں را فراز — آب شدہ از دُرِ او حلقہ ساز

چوں زمیں از آب شدہ سیمِ ناب — باد گرہ بر زدہ بر سیمِ آب

جوی رسیدہ بہ بلندی ز سیل — ہم بتواضع بہ نشیبیش میل

زود ز مستی بہ فغاں آمدہ — دورِ خرابی بگراں آمدہ

ماندہ بہر شہر عمارت در آب — متمکراں را شدہ خانہ خراب

چرخِ نگوں طشت شدہ سیل بار — طشت نگوں آب نہ گیرد قرار

ابر ہوا خواہِ گلستاں شدہ — آب کشِ مجلسِ بستاں شدہ

باغ کہ از سبزہ شد آراستہ — ابر سیہ را بہوا خواستہ

برگِ درختانِ تر از شاخسار — ہر ہمہ دُر بار و درآوردہ بار

ابر شدہ کوہِ بلند از شکوہ — برق شدہ بر سرِ او تیغِ کوہ

پر شدہ قرابہ چرخ از گلاب — پنبہ نہادہ بدہانش سحاب

حوضِ مدور کہ شدش آب پیش — آب کشاں گرد بگرداب خویش

جفتِ زمیں را ہمہ بشگافتہ — گاوِ زمیں جفت سبی یافتہ

برزگراں درگلِ لغزاں اسیر — تکیہ شاں بر کرم دستگیر

دانہ کہ سر تیز چو سوزن کشید — سوزنِ او آبلہ روشن کشید

شالی سرسبز ندانم کہ چیست — کآب گذشت از سر و آنگاہ زیست

حاشیہ: دولتمندان ۱۲ — مزارعان ۱۲

سینهٔ کنجشک ز شاخِ نو پر شده از آب و علف جو بجو

خاک یکے بیضهٔ طوطی شمار بیضه یکے بچّهٔ او صد هزار

سبزهٔ نورسته تو گوئی مگر بچّهٔ طوطی ست که شد سیخ پر

سبزه بصحرا شده چوں نوخطاں ملکِ جهاں گشته بکامِ بطاں

ژاله زناں بر سرِ کلمرغ[له] سنگ با سرِ کل خوش بود از سنگ جنگ

غوطهٔ مرغابیِ رعنا بجوے از سرِ طوفاں شده پایاب جوے

نولِ حواصل شده مقراض پر جامهٔ او نقره و مقراض زر

جفتکِ سرخاب ز حکمِ خدا روز یکجا و شب از هم جدا

جرعه که طاؤس زباراں بخورد هم بسرود آمد و هم جلوه کرد

یافته درّاج خوشی در هوا شیر و شکر داد بروں از نوا

سرخ شده آب ز سرخابگاں شسته بخوں ناخنِ قصابگاں

مرغ بسے ساخته در آب جاے بر سرِ آں نقره شده نقره پاے

لرزه کناں آب ز نرمی چو خز مرغابِ کز پاش بپا کرده کز

زآب زمیں شوے بهر شاخِ بید زاغ شده قمریِ جامه سپید

میوهٔ ایں فصل رسیده بشاخ گرد چمن طعمهٔ مرغاں فراخ

خوشهٔ انگور بداں چابکی آبله بر پا شده از نازکی

له بکاف عربی قسمے از کرگس که بر سرِ او موے نباشد ۱۲

دانهٔ او کرد طراوت درو — گرد شده جمله حلاوت درو

خسته شده سینهٔ خرما ز خار — خنده همی کرد به پرده انار

موز بیک برگ بپوشید شاخ — برگ ازو گشته به بستان فراخ

گرچه که با خربزه زد پهلوے — صلح همی کرد بشفتالوے

نغزک خوش نغزکِ بوستان — نغزترین میوهٔ هندوستان

طفل که همشیرهٔ او شد نبات — خضروشی تشنه بر آبِ حیات

میوه بباغ ار زیکی ده بود — پخته شود خوردنش آنگه بود

میوهٔ نغزک هم از آغاز بر — تا حدِ انجام سزاوارِ خور

سایهٔ او بر درم از آفتاب — مایهٔ مستان ز برائے شراب

آبِ روان گشته بهر سایهٔ — یافته از میوه زمین مایهٔ

نغزکِ پخته بچکیده زبر — گشته نباتِ زمین از شیره تر

گاه تماشاے جوانان بباغ — زیرِ درختان شده مستان بلاغ

وقت چنین میوه پر و گرم تاب — وز مددِ ابر جهان غرقِ آب

ابر دُر افشان شه دریا نوال — ابرشِ خود راند بدار الجلال

آب فراخے همه را تا به گنگ — وآمده لشکر همه از آب تنگ

لشکرِ انبوه چو دریا بجوش — سیل ز جنبیدنِ آن در خروش

بود سراسر زمیں از آب پُر — هم ز هوا سوخته می شد شتر

گرچه که بود آبِ رواں تا شکم — اسپ نکرد آتشِ خود هیچ کم

پاے ستوراں بہ زمیں در شده — گاوِ زمیں را سمِ شاں سر شده

بود بهر جا که نزولِ سپاه — تنگیِ جو بود فراخیِ کاه

خیمهٔ لشکر همه بر روے آب — راهت چو دریا که بر آرد حباب

با علمِ فتح دراں راهِ دور — سایه فشاں شد بحدِ کینتور

خانِ جهاں حاتمِ مفلس نواز — گشت باقطاعِ اوده سرفراز

از کفِ جود و کرمِ حق شناس — کرد فراهم سپهِ بے قیاس

من که بدم چاکرِ او پیش ازاں — کرد کرم زانچه که بد بیش ازاں

باز چناں بخششِ چاکر نویب — بنده شدم لازمهٔ آں رکیب

در اوده هم برد لطفے چناں — کیست که از لطف بتابد عناں

غربت از احسانش چناں گذشت — کم وطنِ اصل فراموش گشت

در اوده از بخششِ او تا دو سال — هیچ غم و ناله نبود از منال

من زپے شهرِ خداوندِ خویش — رفته زجاے خود و پیوندِ خویش

مادرِ من پیرزنِ سبحه سنج — مانده بدهلی ز فراقم برنج

روز و شب از دوریِ من بیقرار — سوخته داغِ منِ خام کار

در غم و زاری زجدا ماندنم — نامه نویساں زپے خواندنم

گرچه دلم هم زغمش بود ریش — چند گهے راه ندادم بخویش

چون کششِ سینه ز غایت گذشت　　باعثهٔ دل ز نهایت گذشت

حالِ خود و نامهٔ اُمید وار　　باز نمودم بخداوندگار

او خود از آنجا که بزرگیش بود　　. خُردیِ من دید بزرگی نمود

داد اجازت برضاے تمام　　تا نهم اندر رهِ مقصود گام

خرج زنم زان کفِ دریا اثر　　گرم روان کرد دو کشتیِ زر

تا ز چنان بخششِ مفلس پناه　　شکر کنان پاے نهادم براه

شوق کشان کرد گریبانِ من　　گریه زده دست بدامانِ من

حاملِ خون کرد غمِ مادرم　　زادِ همین بود براه اندرم

قطع کنان راه چو پیکانِ تیز　　بلکه چو تیر آمده اندر گریز

یک مهِ کامل بکشیدم عنان　　راه چنین بود و کشش آن چنان

همچو مهِ عید خوش و شاد بهر　　در مهِ ذی القعده رسیدم بشهر

خنده زنان همچو گلِ بوستان　　چشم گشادم برخِ دوستان

یافتم از لذتِ دیدار کام　　وز مَیِ مقصود شدم سیر جام

مرغِ خزان دیده به بُستان رسید　　تشنه لبی بر چشمهٔ حیوان رسید

مرده دل از حالِ پریشانِ خویش　　زنده شد از دیدنِ خویشانِ خویش

دیده نهادم بهزاران نیاز　　برقدمِ مادرِ آزرم ساز

مادرِ من خستهٔ تیمارِ من　ق　چون نظر افگند بدیدارِ من

پردہ زروے شفقت برگرفت ‏ ‏ اشک فشاناں بہرم درگرفت
داد سکونے دلِ آشفتہ را ‏ ‏ کرد وفا نذرِ پذیرفتہ را
بعد دو روزے کہ رسیدم زراہ ‏ ‏ زآمدنم زود خبر شد بشاہ
جاجیے آمد پئے تا بندگی ‏ ‏ داد نویدم بصفِ بندگی
خاستم و برگِ شدن ساختم ‏ ‏ محمدتے تان پپر دا ختم
رفتم و رخسارہ نہادم بخاک ‏ ‏ تن ادب آموز و دل اندیشناک
نقش طراز یدہ کشادم ز بند ‏ ‏ کردمش انشاد بہ بانگِ بلند
شہ کہ درچیدہ من دیدہ تر ‏ ‏ مہر بچید از ندمائے دگر
داد باحسان رہے بر درم ‏ ‏ جاگی[1] خاص و دو بدرہ درم
یافتم اندر محلِ اختصاص ‏ ‏ مرتبہ در سلکِ ندیمانِ خاص
چوں دلم از فیض و کرم شاد کرد ‏ ‏ خانہ فقرم بزر آباد کرد
گفت کہ اے ختم سخن پروراں ‏ ق ‏ ریزہ خورِ خوانچہ تو دیگراں
از دلِ پاکت کہ ہنر پرورست ‏ ۲ ‏ ہمتِ ما را طلبی در سرست
گر تو دریں فن کنی اندیشہ چیست ‏ ۳ ‏ وز تو شود خاستہ من درست
خواستہ چنداںت رسانم ز گنج ‏ ۴ ‏ کز پئے خواہش نبری ہیچ رنج
من کہ عطائے شہم ایں قدر دادند ‏ ‏ سجدہ کناں پیش دویدم چو باد

---

[1] جاگی روزینہ کہ آنرا ہندی پنشیہ گویند ۱۲

گفتمش اے تاجورِ جم جناب | بخت ندیده چو تو شاہے بخواب
منکہ بوم داعیِ مدحت طراز | تا چو توئی را بمن آید نیاز
چوں تو دہی حاجتِ ہر مفلسے | حاجتِ تو چیست بچوں من کسے
باغ نہ از گل طلبد رنگ و بوے | ابر نہ از قطرہ بود آب جوے
شہ کہ جہاں بندۂ فرمانِ اوست | گر بمثل جاں طلبد زآنِ اوست
حاصلم از طبعِ کژ و فکرِ سست | نیست مگر پارسیِ نادرست
گر غرضِ شاہ بر آید بداں | دولتِ من روئے نماید بداں
بندہ چو بنمود بشاہِ زمن | عذرِ تہی مایگیِ خویشتن
شاہ زباں را بہ سخن بر کشاد | قفل ز گنجینۂ گوہر کشاد
گفت چناں باید ماے سحر سنج | کز پئے من روئے نہ پیچی ز رنج
جسمِ سخن را بہنر جاں دہی | شرحِ ملاقاتِ دو سلطاں دہی
نظم کنی جملہ بسحرِ زباں | قصۂ من با پدرِ مہرباں
تا اگرم ہجر در آرد زپاے | آیدم از خواندنِ آں دل بجاے
ایں سخنم گفت و بگنجورِ جود | از نظرِ لطف اشارت نمود
برد مرا خازنِ دولت چو باد | مُہرِ زر و خلعتِ شاہیم داد
من شدہ مخصوص بجودے چنیں | مایہ بدستم نہ و سودے چنیں
نے قلم را ز ہنر بہرۂ | نے ورقم را ز گہر چہرۂ

از درِ شه با همه شرمندگی آمدم اندر وطنِ بندگی
خم شده از بارِ کرم گردنم فرض شده خدمتِ شه کردنم
گوشه گرفتم ورقِ دل بدست عقل سراسیمه و اندیشه مست
روی نهاں کردم از ابنای جنس نے غلطم بلکه خود از جن و انس
آبِ معانی ز دلم زاد و زود آتشِ طبعم بقلم داد دود
چوں بتوکّل شدم اندیشه سنج سینهٔ خاکیم بروں داد گنج
خامه بیاراست سخن را جمال پرده بر انداخت عروسِ خیال
حجلهٔ خط راز سراپرده یافت واں ز زبانِ قلمم در شگافت
من زده بر عرش ز فکرت علَم محرمِ فکرم شده لوح و قلم
خواست مدد خاطرِ اندیشه زای زیں سه هنر سنج و معانی فزای

سخن از وصفِ قلم آنکه بلوحِ محفوظ
هست اوّل صفتش ما خلق الله بخوان[1]

سوی قلم دست کشیدم نخست کاوّل ازو شد خطِ هستی درست
راند نخست از یدِ قدرت بروں کرده رقم بر ورقِ کاف و نوں
سلسله جنباں شده در بابِ علم داشته سر بر خطِ اربابِ علم

---

[1] اشاره بجانب حدیث اول ما خلق الله القلم ۱۲

علمِ جهانش همه طرف اللساں — هیچ خطائش نه اندر زباں

ور غلطے زاد یعنی ازو — آں ز نویسنده بود نے ازو

بر ورقِ اہل ہنر کرده داغ — روز و شب از خوردنِ دودِ چراغ

در ہنر از بس که رواں کرد دست — دستگهی یافت بہر کس که ہست

رست بہر دستگهی ہمچو تیر — راستیِ او ہمه را دستگیر

گفت خبر بر ہمه از خیر و شر — نامه سیه کرد و لے با خبر

ہم زده در خشکی و تری قدم — ہم بسیاہی و سپیدی علم

در طلبِ صوف تراشیده سر — گرچه ہمه جعد کنندش ز بر

راکع و ساجد شده در ہر مقام — در دلِ شب کرده بیک پا قیام

ہیچ نبوده بقیامش قعود — طرفه که در عین قیامش سجود

روزیِ او یک شبه با صد ہنر — گر ہمه سر زیر کند یا زبر

سر زده در رفته در دنِ دوات — یافته در ظلمتش آبِ حیات

دودهٔ او قبلهٔ دانندگاں — خوانده شده بر ہمه خوانندگاں

آہوے مشکین و سرش باد و شاخ — وز دم او مشک بصحرا فراخ

تیرِ سپر دار ازو در خراش — تیغِ گہر بار ازو در تراش

کرده سر اندر رہِ شمشیر صرف — بلکه ز شمشیر رسیده بحرف

آب سیه خورده چناں گشت مست — کش چو نگیرند بیفتد ز دست

ور بمثل خفت بجائے کہ خواست | خفتہ نخیزد مگر از دستِ راست

در بصر آمدہ چوں مرغِ باغ | نغمۂ بلبل زدہ از نولِ زاغ

قار چکاں گشتہ زمنقارِ او | تا ہمہ قاری شدہ از قارِ او

خواندہ ورا تیرِ سپہر از صواب | نامِ قلم نیزۂ خطِّ خطاب

در زدم ایں خامۂ سودائے خام | مجمرۂ سوختہ دل مدا بکام

صفتِ مجمرہ کو گرچہ سیہ دارد دل
آں سیاہیِ دلش مایۂ علمست و بیاں

سوختۂ دودِ فراقش قلم | وآبِ حیات و ظلماتش بہم

مطبخ سوداؤ دروں حجرہ وش | روزنش از سوئے دروں و دکش

ہم ورق از روزنِ او بردہ دود | ہم قلم از مایۂ او کردہ سود

زادہ ہمیں دودۂ او ہر زماں | ہر خلفش بر سرِ خود دودماں

دیگِ خوشِ پختنِ سود و زیاں | خامہ چو کفگیر مہیا براں

خانۂ رویں وز چوبش ستوں | گشتہ بروں روشن و تار از دروں

دیدہ چنیں نادرہ کس در جہاں | خانہ بجا ماند و ستونش رواں

کردہ چہے ژرف بصد نیکوئی | چوں چہ بابل ہمہ پر جادوئی

کس نہ کشد سایہ کہ درچہ نشست | سایۂ ایں چہ بہ کشد ہر کہ ہست

کرده درو خامهٔ مصری پناه — یوسفِ مصر آمده در قعرِ چاه

مکحلهٔ دیدهٔ روشن سواد — میل درو خامه و کحلش مداد

بسکه فزوں یافته زرقِ قلم — آبِ سیه رانده بفرقِ قلم

نشستنِ او باهمه دانندگاں — رفتنِ او جانبِ خوانندگاں

هرچه سوادِ ورقِ مشکلش — حل شده چوں آب درونِ دلش

در شکم از خشک و ترش مایه بیش — کرده قناعت به تر و خشکِ خویش

بلکه شکم کرده پر از بیش و کم — مانده دهاں باز برائے شکم

گه گہے از زحمتِ مشکی بتاب — دافعِ مشکیش دو سه قطره آب

معتبرِ عالم و جاهل شده — گرچه درون تار و سیه دل شده

من چو ازیں حقه کشیدم قلم — بر زدم از مشک بکاغذ علم

صفتِ کاغذِ سیمیں که پئے دودِ قلم
سیم سوزے شود و نقش برآرد بریاں

کاغذ شامی نسب و صبح دام — آنکه شد آرایشِ صبحش ز شام

ساده حریرے شده و اصلش ز خویش[1] — با قصب و خز شده پیوند خویش

---

[1] خویش در مصرعهٔ اول بمعنی کتان و در مصرعهٔ ثانی بمعنی قریب و رشته دار ۱۲

نامے حریر آمدہ اندر نورد | طرفہ حریرے کہ تواں جزو کرد

آمدہ اجزاش فراہم ز آب | لیک پراگندگیش ہم ز آب

بسکہ شد از کوبشِ بسیار پست | پشت دوتا گردش از یک شکست

گہ بود از دستۂ تیغش گزر | گہ دہد از تیغ بمقراض سر

گہ خلۂ سوزنِ مسطر کشد | گہ کششِ رشتۂ دفتر کشد

گہ ہدفِ تیر شود از ہوس | الغرض از دوستیِ کلک بس

گہ کند اندر کلہِ شہ نشست | تا رقمے یابد ازاں سرنبشت

برزدہ از روے سپیدی علم | لیک سیہ روے شدہ از قلم

نامِ خدا یافتہ بروے گزر | زانش ببوسند و نہندش بسر

عاشقِ خطہاے تر آمد ز اصل | مے برِیش گردن و در بند وصل

با خطِ عارض نگزارد وفا | گرچہ کنی بند ز بندش جدا

ہیچ گہ از حرف نداند گزشت | حرف رواں نہ و نتواند گزشت

حرف بحرف از قلم آرد سخن | لیک بہ پیچد ہمہ بر خویشتن

ہر کہ گہے قصہ فرو خواندش | عاقبت الامر بہ پیچاندش

کار کشاے ہمہ ز اسرارِ خویش | پیچشِ او از خود و از کارِ خویش

قدرِ گراں یافتہ لیکن سبک | واں سبکے ہم ز مزاجِ تنک

---

[1] نامے حریر طاقہ جامہ یعنی تھان،

خامه که صد نامه پیاپے نبشت   علم جهاں را همه بروے نبشت
آنکه مهین مهتر او با گهر   وانکه کهین بخشش او با شکر
آئینهٔ دیدهٔ صورت گراں   صورتِ هر نقش که جوئی دراں
من چو بریں آئینه رو نمائے   مورچه ریختم آئینه زدائے
همّتِ مردانه به بستم بکار   ریختم از خامه دُرِ شاهوار
باز نیاید قلم تا سه ماه   روز و شب از نقش سفید و سیاه
تا ز دلِ کم هنر و طبعِ سست   رست شد ایں چند خطِ نادرست
ساخته گشت از روشِ خامهٔ   از پسِ شش ماه چنیں نامهٔ
در رمضان شد بسعادت تمام   یافت قراں نامهٔ سعدین نام
آنچه بتاریخ ز هجرت گزشت   بود سنه ششصد و هشتاد و هشت ۶۸۸
سالِ من امروز اگر بر رسی   راست بگویم همه شش بود و سی ۳۶
زیں نمط آراسته بکری چو ماه   باد قبولِ دلِ دانائے شاه
تا چو شود خاصِ خداوندِ خویش   ایں غزلِ بنده بخواند به پیش

غزل

باز ابرِ تیره از هر سوے سر بر می کند   سبزه را در هر چمن بر آب دیگر می کند
گرد بر می آید از عالم که از امساکِ ابر   گاه بخشش عالمے را در زباں تر می کند
سر بهر باغی درون کرد مستان تیغش   سرو من تا در کدامی باغ سر بر می کند

ابر کردم چشم را کاں لالۂ رنگینِ من
بیشتر در روزِ باراں مے بباغ می کند

ما و تنہائی و روزِ ابر بارانی ز اشک
اے خوش آنکس کو خوشی با آں سیمبر می کند

ابر بر من می بگرید کش حیاے ہست و برق
خندۂ دزدیدہ بیں کز زیرِ چادر می کند

خلق گوید دردِ خود را گوے تا درماں کنند
من ہماں گویم و لے از من کہ باور می کند

شہسوارے ہر زماں کاندر دلم می بگذری
صد غبار از سینۂ خاکیم سر بر می کند

دیدہ گر خاکِ درت سرمہ کند دانی کہ چیست
از غبار انگیزیِ تو خاک بر سر می کند

چشمِ من ہر چند افزوں تر ہمی بارد سرشک
ایں غبارے را کہ من دارم فزوں تر می کند

وقتِ باراں خوش کہ میبارد گہے در وقتِ خویش
ماجراے چشمِ خسرو پیشِ دلبر می کند

ذکر باز آمدنِ شاہ بدولت گہِ شہر

ہمچو برجیس بقوس و قمر اندر سرطاں

صبحِ دماں چو علمِ آفتاب
کرد بدروازۂ مشرق شتاب

خرگہِ مہ گشت نہاں در پرند
قبۂ خورشید بر آمد بلند

رخشِ طلب کرد شہِ کامگار
شد بگہِ چاشت بدولت سوار

کرد رواں کوکبۂ فتحیاب
سوے درِ دولت ازاں فتحباب

بادشہ اندر سرِ زرینہ ناے
بادِ رواں گشت سمِ بادپاے

از روشِ پیل گراں تا گراں
سر بسر اندامِ زمیں شد گراں

بسکه شد آواز جرس چند میل | هر نلِ نی گشت گران گوش پیل

بسکه علم هاے سیه شد بماه | ماه نهاں گشت در ابرِ سیاه

یافت ازاں رایتِ شبرنگ داغ | شد پرِ طوطیِ فلک پرِّ زاغ

صفِّ سیاه از علمِ سرخ و زرد | نسخهٔ دیباچهٔ نوروز کرد

از علمِ لعل که بر چرخ سود | طاسکِ خورشید پر از خوں نمود

نوکِ سناں کرد بہ بالا گذر | گشت کبوتر بہوا سیخ پر

در تہِ پرچم کہ سناں گشت گم | نیزہ شد از نوکِ سناں گاو دم

کرد سناں گاوِ فلک را زبوں | شد ز دم گاو ہوا گاو گوں

شہ بتہِ چترِ سیہ مے چمید | اوّلِ شب صبحِ دوم مید مید

بود دراں دائرهٔ شام گوں | مردمِ دیده بسیاہی درون

تیغ بہ پیرامنِ چترش قطار | ابر یکے قطرۂ آبش ہزار

بود بہ یک جاے صفِ تیغ و تیر | ہمچو نیستاں بلبِ آبگیر

بانگِ روا رو کہ برآمد بلند | غلغلہ در گنبدِ گردوں فگند

پترہ زدہ تیغ زناں سربسر | پرّۂ سناں گشت کلیدِ ظفر

زاں ہمہ لشکر کہ زمیں می نوشت | گرّہ کلِ مرکب زیں پشت گشت

شد زمیں از لعلِ نقش و نگار | چوں شکمِ ماہی و اندامِ مار

گرد کہ بر شد ز زمیں ہر زماں | کاسہ گلِ شد طبقِ آسماں

صحنکِ زرّینِ سما شد سفال — گشت گِل آلوده چو چرخ کلال

خنگِ سما روے بجولاں نہاد — گرد زمیں بر شد و میدانش داد

مقرعہ بربستہ ہر چابکے — تازکناں بر سرِ ہر تازکے

شانۂ اسپاں کہ بہم سود روے — یافت ہم از سرِ ہر شانہ موے

کوکبہ چوں فلک آراستہ — گردِ ظفر تا بفلک خاستہ

شاہ بدروازۂ دولت شتافت — داد بدروازہ کشادیکہ یافت

توسنِ شہ را ز نثار افگناں — گشت مکلّل بجواہر عناں

نعل کہ بنشست بگوہر دروں — گوئی از آہن گہر آمد بروں

چتر کہ در چرخ شد از جاے خویش — چرخ رواں گشت سراپاے خویش

زاں عجبے کو زبرش می‌نگشت — از عجبِ خویش سرش می‌نگشت

شد چو عروسے بہا و بہی — جلوہ کناں پیشِ تنکوہِ شہی

کوس خبر کرد بگوش از خروش — وز خبرش بے‌خبری یافت گوش

بانگِ دہل خاست کراں تا کراں — تعبیہ شد کاسۂ گردوں دراں

نغمۂ مطرب ز گلوگاہِ ساز — گوشِ نیوشندہ ہمی کرد باز

زہرہ دراں انجمنِ اختراں — رام شدہ از دمِ رامشگراں

ماہ وشاں چرخ زن و پاے کوب — گشتہ ہوا از رہِ شاں خاکروب

شمع تنکروشں بزباں آوری — سوختہ جانہا بحرارت گری

ملک بپا کوفتنِ بوالعجب | پا نزدیں شان نہ رسید از طرب
پیکرِ شاں طرّہ چو بالا فشاند | صورتِ قبہ بتحیر بماند
گرچہ کہ صورت نزند چشم لیک | چشم زد از دیدنِ روئے نیک
شاہ بنظارۂ آں کارگاہ | نرم تریں راند فرس را براہ
نرم ہمی راند و عناں می کشید | تا بشرف خانۂ دولت رسید
از سمِ اسپش فلک آوازہ یافت | خانۂ دولت شرفِ تازہ یافت
رفت چو در بارگہ از بارگی | بندہ شدش بخت بیکبارگی
بسکہ فشاندند ز ہر سو نثار | فرشِ زمیں شد ز درِ شاہوار
خاک نہاں گشت بدر ثمیں | کس نتوانست کہ بوسد زمیں

بزم بیاراست شہِ بزم ساز | بست زمیں را بجواہر طراز
جشنِ فریدوں طرب گاہِ جم | تازہ شد از مجلسِ شاہِ عجم
از دلِ خواہندہ بتاراجِ گنج | خواستہ می داد وہمی برد رنج
از شب تا روز سحر تا بشام | بزم نہ گشتش تہی از رود و جام
بادہ دہش بطرب دستگاہ | رود زنش زہرہ و ساقیش ماہ
مطرب او را بنوائے سرود | ایں غزل از آبِ رواں تر بُرود

غزل

عمرِ گذشتہ مرا باز کہ جاں باز آمد | وز پیِ عمرِ من آں جانِ جہاں باز آمد

رہ دہ اے دیدہ و خارِ مژہ را یکسو کن — کہ خرامان و خوش آں سروِ رواں باز آمد
جاں کہ بگریختہ بود از غمِ ہجراں بعدم — خبرِ آمدنش آمد و آں باز آمد
جانِ من چشمم از آں گہ کہ بروئے تو فتاد — جز تو در ہر چہ تواں دید ازاں باز آمد
ظن نبود ایں کہ ز خوباں دلِ من باز آید — تا ترا دید نگہ کن کہ چساں باز آمد
باز ناید دلِ من گرچہ بگویت صد بار — شاد ماں رفت و بفریاد و فغاں باز آمد
چوں بکوئے تو روم خلق بر آرد فریاد — کاینک آں عاشقِ بیچارۂ جاں باز آمد
ہر کسم گوید باز آئی از و تا برہی — گر دل این ست کہ دارم نتواں باز آمد
بندۂ خسرو ز تو دیدہ بپوشید و برفت — چوں میسر نشدش دیدہ کناں باز آمد

سخن از ختمِ کتاب و بخطا خواہشِ عذر
کہ بجویند خطا را بدرستی برہاں

من کہ دریں آئینۂ پر خیال — بکر سخن را بنمودم جمال
کس چہ شناسد کہ چہ خوں خوردہ ام — کیں گہر از حقّہ بر آوردہ ام
ساختہ ام ایں ہمہ لعل و گہر — از خوئے پیشانی و خونِ جگر
تا نہم از فکرتِ پنہانیش — گہ بجگر گاہ بہ پیشانیش
ہر گہرے بیتے و کانے درو — ہر ورقے ملک جہانے درو
در تہِ حرفش ہمہ باریکی ست — آبِ خضر در دلِ تاریکی ست

حرف نشیں معنیِ خورشید تاب — رہت چو اندر دلِ شب ماہتاب

شب پرہ را مہرِ منور مدام — مورچہ را ملکِ سلیماں بکام

گنجِ گہر در شبہ داشتہ — شب ز کواکب علم افراختہ

ہر حبشی پیکرے رومی جمال — رومِ سخن را ز حبش داد خیال

ہر خطِ توحید بریں لوحِ راز — ہمچو بلالے ست ببانگِ نماز

ہر رقمِ نعت رموزش بجیب — چوں شبِ معراج پر انوارِ غیب

نقطۂ ہر حرف بزیبِ تریں — مردمکِ چشمِ معانی یقیں

ذوقِ خیالات ز مستی پُر — دارُوے جرّاح[1] دوم بخیہ بر

ہر غزلے دشنۂ[2] عشاق کش — پیش کہ بکشند ز دروں پردہ پیش

اوجِ معانی نہ بمقدارِ طبع — بلکہ گزشتہ ز سموات سبع

دید چو ایں مثنویِ بیش را — تیر قلم کرد سرِ خویش را

ہر یک ازیں بیت کہ جنت وش است — شد خوشیِ دل کہ چو جنت خوش است

چوں سرِ خامہ بسرش خم کنند — حیف بود زو کہ یکے کم کنند

من چو نکردم عددش از نخست — کم شد و سرمایہ نماندش درست

---

[1] یعنی ذوقِ خیالات من از مستی بسیار مانند دارُوے بیہوشی جراح ست کہ بوقت دوختن زخم بمریض دہد و افسوں طراران ست کہ بوقت بریدن جیب دمند ۱۲

[2] یعنی ہر غزل من دشنۂ عشاق کش ست و برے آنکس کہ پردہ از دل بردارد یعنی ہوشیار و صاحب تمیز باشد ۱۲

گشت ضرورت کہ کنونش بعقد — بستم و دادم بامینانِ نقد

تا چو دریں بنگری اے[1] ہوشمند — بیش و کمش باز شناسی کہ چند

بیزش این حرف کن از فکرِ تیز — خواں تو قراں نامۂ سعدین نیز

ور ز جمل باز کشائی شمار — نہصد و چار و چہل و سہ ہزار

خواہش از خامہ زنانِ گزیں — آنکہ نہ گرد در ستے کم ازیں

زانکہ خراشیدہ مردم بود — آہ کسے کش خلفے کم بود

اینت مبارک خلفے نامہ را — دودہ ازیں بہ نبود خامہ را

خامۂ من گرچہ تراش افگن ست — زو چہ گہرہا کہ تراشِ من ست

زاغِ[1] زبانی کہ بفرِّ ہمائے — کبکِ رواں را بزند زاغِ پائے

ہم ز سیہ نے خشک نباتم دہد — ہم ز سوادِ آبِ حیاتم دہد

ہر سخنے کز رقمش یافت داغ — طعمۂ طوطی ست بمنقارِ زاغ

زیں ہمہ سودا کہ فرو ریختم — چیست ز معنی کہ نہ انگیختم

چند گہم بود بدل کیں خیال — تازہ کنم ہر صفتے را جمال

بود در اندیشۂ من چند گاہ — کز دلِ دانندۂ حکمت پناہ

چند صفت گویم و آبش دہم — مجمعِ اوصاف خطابش دہم

باز نمایم صفتِ ہر چہ ہست — شرح دہم معرفتِ ہر چہ ہست

---

[1] زاغ زباں کنایہ از قلم سیاہی زدہ ۱۲

بفگنم از جیب گهرها به پیش — تاجِ خودش سازم و دامانِ خویش

طرزِ سخن را روشِ نو دهم — سکه زین ملک بتجدید دهم

نو کنم اندازهٔ رسمِ کهن — پس روی پیش روانِ سخن

ور نگرم تا چه دُر افشانده ام — تا بچه ترتیب سخن رانده ام

آنکه به بینم به هنر پیشتر — کوششِ آن راه کنم بیشتر

آنچه هنر هست بگیرم نکو — وانچه جز این ست بگیرم ازو

کحلِ بصر نو کشم از هر مداد — نورِ بصر نو کنم از هر سواد

اول ازانجا که برانگیزمش — بر کشم آنگاه فرو ریزمش

سکهٔ خود زین منِ اندیشه زای — تا نه نشانم نه نشینم ز پای

آنچه ز سر جوشِ دلِ نقشبند — معنیِ نو بود خیالِ بلند

موی بموییش به هنر بیختم — پخته و سنجیده درو ریختم

وحشت ازان کو نه شد از دل برون — کان دگری را بدل آید که چون

زین پس اگر عمر بود چند گاه — کم هوس آید به سفید و سیاه

رنگ نه یادت ندهم خامه را — ساده ترین نقش کنم نامه را

کانچه همی شد بدلم خار خار — یافت درین گلشنِ رنگین نگار

گرچه شد از سیرِ چنین نامه — داد مرا گرمیِ هنگامه

کرد نکوئی که نکوئی کنند — هر چه نی آنچه تو گوئی کنند

نز پئے آں شد قلمم سحر سنج[1] — کز پئے ایں مار نشینم بہ گنج

منکہ نہادم ز سخن گنجِ پاک — گنجِ زر اندر نظرم چیست خاک

گر دہدم تاجورِ سر بلند — دُر نتواں باز بدریا فگند

ور ندہد زانِ خودم رائگاں — رنجہ نگردم چو تہی مایگاں

یک جو ازیں فن چو بداماں نہم — وہ کنم آں را و بصد تن دہم

شیرم و رنج از پئے یاراں برم — نے چو سگِ خانہ کہ تنہا خورم

ہر چہ کہ پنہاں کنی از محرماں — سنگ ہماں باشد و گوہر ہماں

مار کہ گنجش بود اندر مغاک — حاصلِ او چیست ازاں گنج خاک

زیں ہمہ شربت نہ بداں کردہ ام — کآب ز دریاے کرم خوردہ ام

ہر ہمہ دانند کہ چندیں گہر — کس نہ فشاند بدو صد بدرہ زر

ور دہدم گنج فریدون و جم — ہدیہ یک حرف بود بلکہ کم

کامم ازیں نامۂ عنواں کشاے — نامِ بلندست کہ ماند بجاے

کانچہ دریں نسخہ چو بیند کسے — یاد کند از منِ مسکیں بسے

ہر صفتے را کہ بر انگیختم — شعبدۂ تازہ در و ریختم

مور شدم بر شکرِ خویش و بس — در نزدم دست بحلواے کس

گرچہ دُرِ چیدہ بسے دیدہ ام — مہرہ نچیں کز گہرے چیدہ ام

---

[1] یعنی ایں کار (شاعری) از براے طمع نہ کردہ ام کہ مثل مار بر گنج نشینم ۱۲

نیست زکس لولوے لالاے من   ژرف بہ بیں در تهِ دریاے من
نکتهٔ من گوهرِ کانِ من ست   زآن کسے نیست از آنِ من ست
دزد نه ام خانه بُرِ دیگرے   خانه کشاده ز درِ دیگرے
مایهٔ هر دزد که در عالم ست   گرچه فزون ست بقیمت کم ست
هرچه که از دل درِ مکنون کشم   زهرهٔ آن نیست که بیرون کشم
زانکه نگه می کنم از هرکران   ایمنیم نیست ز غارتگران
قلب زنے چند بهر گوشه هست   کز زرِ من پاره دهندم بدست
نقب زده گنجِ نهانِ مرا   مرغ شده ریزهٔ خوانِ مرا
دزدِ متاعِ من و با من بجوش   شان بزبان آوری و من خموش
خانهٔ فکرم همه روزن کنند   جستنِ احسنت هم از من کنند
نقدِ مرا پیشِ من آرند راست   من کنم احسنت کز آنِ شماست
شرم ندارند و بخوانند گرم   با من و من هیچ نگویم ز شرم
طرفه که شان دزد و من از شرم پاک   صاحبِ کالا من و من شرمناک
باز کشایند خیالے که هست   درچه کشایند ندانند بست
پرفنِ شان گرچه روائی دهد   سستیِ هر بیت گوائی دهد
آنکه درین گنجِ نهان جوهری ست   باز شناسد که گهر زانِ کیست
دُر که فتد زافسرِ شاهِ جهان   سفله اگر یافت نماند نهان

بے شود ایں مایہ از آنِ کسے　　گنج نہ گنجد بدہانِ کسے

درخورِ ہر لب نبود ایں زلال　　کیست کہ اینجا برساند خیال

جلوہ گرِ من کہ رخ آراستہ ست.　　جلوہ کناں پیشِ تو برخاستہ ست

در نگر از مقنعہ تا دامنش　　عاریتے نیست بہ پیراہنش

زیورِ نو کردہ نگارِ چنیں　　نغز بود دیدنِ یارِ چنیں

لیک بہ نظارہ گہِ زلف و خال　　ہدیۂ او شرط بود در جمال

پیشِ نکو نیک مگو بد ز پس　　ہدیۂ ایں روئے ہمیں ست وبس

ورچہ ترا گفتنِ بد فن بود　　آں بدِ تو نیکوئیِ من بود

آنکہ بہ نقصانِ خیالِ من اند　　جملہ گواہانِ کمالِ من اند

بر ہنر آید ہمہ را گفت و بس　　بے ہنراں را نہ کند یاد کس

در سخن افتد ہمہ را پیچ پیچ　　چوں سخنے نیست چہ گویند ہیچ

چوں عملے لازمِ صورت بود　　نیک و بدِ خلق ضرورت بود

آنکہ ورا در سخن آوازہ بیش　　زخمِ زباں بر وے از اندازہ بیش

ہر گل و خارے کہ رسد زیں خرال　　نے خوش ازاں گردم و نے رنجہ زال

ہر چہ ستایش کندم مردِ ہوش　　گرچہ بود راست نیارم بگوش

زانکہ چو زیں فن بغرور اوفتم　　ترسم ازیں مرتبہ دور اوفتم

چرب زبانی نہ بود سودمند　　طفل بود کش بفریبی بقند

آنکه شناسندهٔ این گوهر ست | گر همه نفرین کنندم درخور ست
وآنکه به تقلید نشست اندرین | نشنوم ار خود کنندم آفرین
مردم دانا که بود نیک خوے | نیک شنو گفتِ بد از وے مجو
وآنکه به بد گفت گرفت ست خو | نیک نگوید که نیاید ازو
بد نتوان گفت نکو را چو نیست | یا بد و یا نیک برون ز دو نیست
هست اگر سکّهٔ نیکو نیش | نیک نگو بیند چو بد گویدش
ور ز بدی خال بود بر خدش | خود نتواند که بپوشد بدش
گیر که پوشی همه عیبش به زور | چند توان داشت نهان چشم کور
باز کسے را که حسد ره زند | زخمه درین ره نه یکے ده زند
گر بمثل صد هنر آرم ز غیب | هیچ نگاہے نکند جز به عیب
از هنرِ خود همه کس دم زند | آنکه کم ست او همه را کم زند
جوهرِ هر مرد که در عالم ست | کم زنِ او از زنِ[۱] حائض کم ست
کم نه زند مرد کسے را و لیک | بد همه جا بد بود و نیک نیک
صد سخنِ راست نه گیرد به هیچ | یک قلم کژ کند انگشت پیچ
گر به ازین نیست گرفتن بشش | عیب بود عیب کسان گفتنش
در کم ازین مایه ندیدش ز عیب | طفلِ رهِ ماست نه طفلان چه عیب

---

[۱] زن حائض چیزیں خود را می پوشد

من بدِ کس نا ورم اندر زباں ‌ ‌ ‌ وانچه بود در است ندارم نهاں

چونکه جهاں پر زخسیس ست وخس ‌ ‌ ‌ روے نمی تابدم از هیچکس

گرمیِ دل نیست چو حاصل مرا ‌ ‌ ‌ سرد شد از آبِ سخن دل مرا

تا کے ازیں شیوه به تنگی شوم ‌ ‌ ‌ بے غرض آماجِ خدنگی شوم

نام گداے کنم اسکندرے ‌ ‌ ‌ خلعتِ عیسیٰ فگنم بر خرے

مختشمانند دریں روزگار ‌ ‌ ‌ مس بزر اندوده ناقص عیار

کوردل از دولتِ کوته نظر ‌ ‌ ‌ دولتِ شاں از دلِ شاں کور تر

گوش گرانی همه ناموس جوے ‌ ‌ ‌ سفله وش و دوں صفت و تنگ خوے

لازمِ شاں گشت ز نقصانِ هوش ‌ ‌ ‌ کوتهی[۱] چشم و درازیِ گوش

حاتم و رستم شده در جاے لاف ‌ ‌ ‌ چوں زنِ حائض که بود در مصاف

بے کرمے نام فروشی کنند ‌ ‌ ‌ بے گہرے مرتبه کوشی کنند

خورده بدر ویش نیارند پیش ‌ ‌ ‌ پیش[۲] رسانند بدانجا که بیش

شاخ[۳] گلے تحفه مرا ورا کنند ‌ ‌ ‌ کز پےِ باغیش تقاضا کنند

گر مگسے باشد و شاں خواں نشیں ‌ ‌ ‌ سرکه دهند و طلبند انگبیں

---

۱ یعنی هرچه کسے گوید مے شنوند و از کوتاه چشمیِ خود امتیازِ حق و باطل ندارند ۱۲

۲ یعنی مسرفِ حق بقدار نمی رسانند و بغیر مستحقاں مے دهند ۱۲

۳ یعنی شاخ گل پیش کسے تحفه برند و بعوض آں باغ خواهند ۱۲

بیش ستانند و دهند اندکے — تا ندهی ده ندهندت یکے

گر بستانند مثل بر گداے — یک درمے ده طلبند از خداے

صفتِ خاتمه و قطعِ تعلق کردن
از پے اختره صحبتِ اربابِ جهان

برد ز سرمایهٔ خود مُقبلے — بدرهٔ دینار بصاحبدلے

گفت که بپذیر و عطائے بکن — تا شودم بیش دعائے بکن

پیر بگفتش که چو نیت هواست[1] — آنچه که کم میکنی از خود خطاست

گفت بدو منعمِ سود آزماے — کانچه دهم سود بجویم بجاے

مردِ پذیرندهٔ بخواب و خورد — ق — بدره بدو داد که اے نیک مرد

باز پذیر این ز چو من مُقبلے — زانکه تو مفلس تری از من بسے

چون همه میلِ تو به بیشی درست — این کم تو هم بتو اولیٰ ترست

آنکه ندارد صفتِ مردمی — نیست برادِ میان آدمی

خاصه کسانیکه بهمت کم اند — ظن نبرم کز نسبِ آدمند

این سخنِ چند که بخواسته است — شاعری نیست همه راست است

گرچه چنین راست نباید نهفت — راست بسے هست که نتوانش گفت

لیک بخواهش چو هرانیست را — ق — جز بخدا یا بدرِ بادشاه

هرچه بگفتم ز کسم باک نیست — زهر نخوردم غمِ تریاک نیست

نیتِ آن دارم ازین لیق راز — کز درِ شه نیز شوم بے نیاز

---

[1] هوا بمعنی خواهش۔ مراد ایجاں بدرهٔ دینار ۱۲

پشت بخویم بنہ بناہے زکس | چوں بخداوند کنم روے و بس

تا بطمع بر درِ ہر کم زنے | ننگِ خسیساں نہ کشد چو منے

خسروِ من بگذر ازیں گفتگوے | نیکی خویش و بد غیرے مگوے

چشم تو از عیبِ تو دیدن تہی ست | از دگرے پرس کہ عیبِ تو چیست

چشم بخود باز مکن چوں خساں | بیں سوے خود لیک بچشمِ کساں

چیست نظر سوے خود انداختن | صورتِ خود قبلۂ خود ساختن

زیں دو سہ اوراقِ مزخرف نورد | چند تواں نازشِ بیہودہ کرد

تا کے ازیں مایۂ بے پایگاں | بانگ برآری چو فرومایگاں

چوں جرسِ چند فغانِ تہی | خشک زبانی و میانِ تہی

کام جلاجل[۱] کہ بداں تنگی ست | بانگِ نفیرش ز سبک سنگی ست

زورِ جوانی برہ آورد پاے | وز تو نرفت ایں فنِ اندیشہ زاے

نامۂ ہستی بسوادے گذشت | عمر بہ پیمودنِ بادے گذشت

شد ہمہ عمرت بشمارِ چنیں | وہ کہ چنیں عمرے و کارِ چنیں

ہر چہ دریں تختہ قلم نقش بست | زاں ہمہ جز باد نیامد بدست

سوخت دلم زیں رقمِ دود فام[۲] | پختہ شدی[۳] در پے سودائے خام

---

۱ مراد از جلاجل زنگولہ ہاست کہ در گردن چارپایاں اندازند و دہنِ شاں تنگ باشد ۱۲

۲ دود ہ دلم سیہ فام ۱۲ — ۳ پختہ شدی اے پیر شدی ۱۲

سر برهی باز نبردی دریغ — راه بجایی نسپردی دریغ

زانچه بگفتی بخطا و صواب — چونت بپرسند چه گوئی جواب

از پی نامی که مبادش امید — نامه سیه کردی و دیده سفید

گرچه شد آوازه بچرخ کبود — چون تو نه‌ای نام بلندت چه سود

صور قیامت که برآید بلند — نام بلندت نه بود سودمند

این رقم امروز که سودای تست — سلسلهٔ گردن فردای تست

چند پوئی در پی این ترهات — چند بغفلت گذرانی حیات

گیر که نظمت سخن از در کند — پس بدروغی چه تفاخر کند

یک هنر اندر دلت آرد فروغ — راست بگویم که نگوئی دروغ

اصل تن و دیو کم و کاستیست — رستن مرد از سبب راستیست

راستی آور که دروغت بسیست — هر که چنین نیست چگوئی کسیست

تا بود اندر فن شعرت هوس — جز بدروغت نبرد نام کس

پای ازین دایره یکسو نه — پشت بدو کن بنگارش نه

هیچ خبر داری از اندیشه‌ها — کآوردت باز بهر پیشه‌ها

هیچ نگوئی بکس از همرهان — هیچ نگنجد بدلت جز همان

از همه جا دل بگران داشته — تهمت دل جمله بر آن داشته

بس که دلت گرد از اندیشه‌ها — تا سخن از دل آری برون

چوں نگری حاصلِ چندیں گزند — بیہدہ باشد و ناسودمند

ایں قدر اندیشۂ خاطر ز دلے — ق — گر شودت صرف بیادِ خدائے

گرچہ نہ در عالمِ رازت برد — بارے ازیں بیہدہ بازت خرد

جان و دل غائبِ تو از حضور — دور نباشد کہ نباشند دور

کیست کہ اینجا شد و کارے نیافت — کیست کہ آں در زد و بارے نیافت

صدق دریں مرحلہ یارِ قوی ست — بگذر ازیں کار کہ کارِ قوی ست

ہست چو در سلکِ پیرانت روے — ترکِ ہوسہائے جواناں بگوے

شعر چو باد ست نہ بادِ بہار — بادِ خزانے کہ برآرد غبار

کم کن ازاں باد کہ گرد آورد — و آخرِ کارت دمِ سرد آورد

پیشۂ خموشی کن و دمساز شو — بلبلِ باغ آمدہ باز[۱] شو

ور ہوسِ مثنویت در دل ست — حل کنم ایں بر تو کہ بس مشکل ست

در روشے کز تو نیاید مرو — گفتِ بدم مشنو و نیکو شنو

نظمِ نظامی بہ لطافت چو دُر — وز دُرِ او سربسر آفاق پُر

پس چو تو کم مایۂ بسیار لاف — دُر شمری مہرۂ خویش از گزاف

چیست دراں کم کہ بجوئیش باز — تا چہ نہ گفت ست کہ گوئیش باز

پختہ ازو شد چو معانی تمام — خام بود پختن سودائے خام

۱؎ باز بمعنی شہباز کہ خاموش می باشد ۱۲

زیں دو خیالی کہ ترا گژدُم[1] ست — جستنِ آں مایہ خیالِ گژ ست

بگذر ازیں خانہ کہ جاے تو نیست — ویں رہ باریک بپاے تو نیست

کالبدے داری و جاں اندروست — ہرچہ تو دانی بہ ازاں اندروست

تا بود ایں[2] سکہ بعالم درست — بر تنِ تو کے بود ایں نقد چیست

بہ کہ دریں جنبشِ طبع آزماے — سر بنہی اول و انگاہ پاے

گفتۂ او را بشنو و گوش باش — گفتِ مرا بشنو و خاموش باش

سحر ورانے کہ درو دیدہ اند — خامشیِ خویش پسندیدہ اند

مثنوی او رہ ہمت ثنائے بگوے — بشنوش از دور و دعائے بگوے

ایں ہمہ ز انصاف نگر زور نیست — گر تو نہ بینی دگرے کور نیست

گر نہ بدی ایں نمطِ جاں نواز — بو کہ دلم را بتو بودی نیاز

لیک چو سرہا ہمہ زاں بو خوش ست — عودِ[3] تو آں جا علفِ آتش ست

تا بود آوازۂ قمری بباغ — کس ندہد گوش بآوازِ زاغ

آنکہ چشیدہ ست مےِ خوشگوار — دُرد کشد در پے آں در خمار

---

[1] گژدم سرِ کج پیچ یعنی بیہودہ ۱۲

[2] ایں سکہ یعنی مثنوی نظامی ۱۲

[3] حضرت امیر خسرو دریں اشعار فروتنی مے کنند کہ در مقابلہ مثنوی نظامی مثنوی تو ہیچ چیز ست ۱۲

در هوس می نه گذارد عناں   ق   می کشدت دل به خیالِ جہاں
کوششِ آں کن که دریں راهِ تنگ   زاں گلِ تر بوئے دهندت به رنگ
از پئے بخشش بخدا آرزوے   لیک عنایت ز بزرگاں بجوے
رنج بنه بر دلِ گویاے خویش   لیک مدد جوی ز گویاے خویش
سوزِ سخن را نه بخامی طلب   پختگیش هم ز نظامی طلب
سوزِ تکلف خس و خاکستر ست   چاشنیِ سوختگاں دیگر ست
لیک اگر پندِ من آری بگوش   مصلحت آنست که باشی خموش
چل شد و در پنجهت آمد نشست   پیش مبیں پیش که افتی شکست
نوبت تو به ست گرانی مکن   روے به پیری ست جوانی مکن
در غزلت یادِ جوانی دهد   ق   وز خوشی طبع نشانی دهد
تن زن ازاں هم که کساں گفته اند   هر چه تو گوئی به ازاں گفته اند
نوبتِ سعدی که مبادا کهن   شرم نداری که بگوئی سخن
ترکِ هوس گیر و رہے پیش گیر   ره بسوے مصلحتِ خویش گیر
آں کن و آں ساز کزیں کوچگاه   چوں بروی توشه بجوئی براه
تاکه بعزلت[1] نه نشانند خیز   پیشتر از مرگ بعزلت گریز
چند کنی خواب دریں رهگذر   خوابگہت هست بجاے دگر

---

[1] عزلت اول قبر و عزلت دوم گوشه نشینی و ترک دنیا ۱۲

یک نفسے زیر زمیں دار ہوش   بنگر و پوشیدہ بر خود مپوش

مرحمتے نیست جہاں را چناں   کامدہ را تافت ز رفتن عناں

ناگہ ازیں خانہ سفر کردنی ست   شربتے از جام اجل خوردنی ست

گرچہ کسے زندہ نماند بسے   زندۂ جاوید بماند کسے

خاک بسے خورد تنِ پاک را   سیر نگردیست کسے خاک را

جاں بشتاب و دل اسیرِ ہوس   غفلت ازیں بیش نگردیست کس

عمر چنیں آدمیِ بے خبر   یا دل بسر کردہ کہ خاکش بسر

ایں ہمہ بیداریِ ما خفتن ست   کامدنِ ما ز پئے رفتن ست

رفتنیانیم ازیں راہِ دور   در چہِ ظلمت نہ بصحرائے نور

گنبدِ گردندہ وفا کے کند   وائے بر آں کیں طمع از وے کند

زیں گذر راہ روان برگذر   چوں گذرندہ ست روان برگذر

ایں طبقِ گل کہ فراز و کرست   کاسہ خور اینش ز سر مردم ست

بے نمک ست ایں خاک کاسہ اش   از نمک او چہ کنی کام خوش

ناں دہدت لیک بخونِ جگر   تو ہم از و ترک کن و [illegible]

گر بودت خوش خور و بد خو مباش   ور نبود رنجہ مشو گو مباش

تنگ مباش از پئے عیشِ فراخ   کاں بری از باغ کہ فیروز شاخ

لہ لے نۆد، در سر پیدا نمودہ، تاک [illegible]

هرچه رسد بیش خورد کم مخور ٭ ور نرسد هم برسد غم مخور
وانچه به قسمت به ازل زان تست ٭ رنجه مکن دل که بدامان تست
وانچه قضا نیست بدان یافتن ٭ گرچه بجوئی نتوان یافتن
ورچه بگردی همه بالا و پست ٭ روزی ازان بیش نیابی که هست
هرچه بجوئی و نیابی مرنج ٭ زانکه بخواهش نتوان یافت گنج
چند چو موران سراسیمه گرد ٭ کم خوری و بیش نهی بهر خورد
عاقبت آن مور بهر خانهٔ ٭ جان دهد اندر طلب دانهٔ
گرچه که زر جانست مجویش بسی ٭ ور همه عمرست مخواه از کسی
جوهر هر چیز که زیبنده تر ٭ نیست ز زر هیچ فریبنده تر
جان که همه در پی این خاک رفت ٭ پاکی آن کس که ازین پاک رفت
طفل شود فتنه برین خاک زرد ٭ مردی آن کس که غرورش نخورد
این گل رنگین که فریب دلست ٭ هر که فریبش نخورد عاقلست
عقل کسی راست که گردش گذشت ٭ آخر ازان گونه که آمد گذشت
تا عاریت میرسدت زین خراس ٭ دل مفگن از پی گندم در آس
قرص جو آن کس که بدندان کند ٭ مرد نه آن کز پی زر جان کند
آنکه شکیبش بقناعت درست ٭ قرص جو از قرص زرش بهترست
کان بغذا لذت کامش دهد ٭ وین بطمع خست نامش دهد

هر ذره از خود خورشش در جوست — گر ز رشش از ره نبرد رهبر دست

مور که بر سقف دود بی‌قیاس — پاش بلغزد چو در افتد بطاس

مال چه جوئی حشمی نیستش — بهره فزون از شکمی نیستش

ترکِ طمع گیر ز خود شرم دار — تا نه شوی چون خجلان شرمسار

دست مکن کفچه که روزی به است — روزی از و خواه که روزی ده است

گرسنه زانی که درین تنگناے — نان ز ملک میطلبی نه از خداے

گر بودت صدق که روزی ده اوست — منتِ دشمن نه کشی پیشِ دوست

غره به نزدیکیِ سلطان مشو — بلبلِ باغی مگسِ خوان مشو

هست وے از خرمنِ هستی خسے — تا تو چه باشی که کمی زو بسے

گرچه پرد بلبلِ بستان بلند — بازیِ طفلان شود از بهرِ قند

چند کشی پیشِ ملک دست پیش — تا ت زکوتے دهد از ملکِ خویش

گر بیه کنی هر چه بضاعت کنی — ملک تو داری چو قناعت کنی

تشنه بمیر آب ز دونان مخواه — خون خور و از خواجه نشان نان مخواه

دل بقناعت نه و خورسند باش — مملکت این است خداوند باش

خور کن و آشام بخونابِ خویش — از پے نانے چه بری آبِ خویش

دل ز وفا جوئی دونان بکش — خو ز رعانت گه دونان بکش

ابله مجو گرد جهان زانکه نیست — ترکِ جهان گیر و جهان دان که نیست

گوشہ نشیں تا بخیالت بوند — ہر ہمہ محتاجِ جمالت بوند
راہ طلب در روشِ بیگماں — تا رہی از کنِ مکنِ مردماں
بوم بویرانہ ازاں شد ز باغ — تا نہ کشد رنجِ لگدکوبِ زاغ
دُر کہ نہاں در صدفِ آبی ست — بلبش بہا از پئے کم یابی ست
گل کہ بقدرش ہمہ عالم بہاست — در ہمہ جا رویدا زاں کم بہاست
چند چو بیچارہ تو بر ہر کسے — زود کنی روے ز بہرِ خسے
بازِ سفیدی بہوا کن شکار — زاغ نہ جیفہ بکرگس گذار
چوں ببریدی طمع از ناکساں — صرف مکن گوہرِ خود با خساں
مردمیِ نیست چو در چشم کس — چشم نگہدار ز آسیبِ خس
گل بچراگاہِ ستوراں مبر — آئینہ در مجلسِ کوراں مبر
لیک ازاں جا کہ طمع خوے تست — ملکِ قناعت نہ بہ بازوے تست
از تنِ گازر نتواں شست داغ — پرّ ِ ہوا صل نشود پرّ ِ زاغ
بیہدہ با تو جدلے می کنم — درنہ کشائی تو ولے می زنم
ہرچہ دمیدم بتو دودے بداشت — پند بسے دادم و سودے نداشت
چوں تو چنیں غافلے از کارِ خویش — من بروم بر سرِ گفتارِ خویش
ایں سخن چند کہ از بہرِ سمع — ق — طبعِ پراگندہ من کرد جمع
فکر بسے داد جگر کاہیم — عمر بسے رفت بہ گمراہیم

بو کہ بہ سر گرمیِ ہنگامہ — یاد کنندم ز چنین نامہ

ہر کہ بسے ہست تشکر نیستش — جز صفتِ چیز دگر نیستش

چون سخن از لطف نشانے نداشت — کالبدش صورتِ جانے نداشت

وصف بران گونہ فرو راندہ ام — کز غرضِ قصہ فرو ماندہ ام

خالِ تکلف زدمش بر جمال — نغز نماید مگر اندر خیال

دیو بود یافتہ رہ در بہشت — بستنِ پیرایہ بخاتونِ زشت

عیب چنان نیست کہ بنہفتہ ام — کانچہ بگویند ہمہ گفتہ ام

چون منم اندر قلبِ کانِ خویش ق — معترفِ عجز بہ نقصانِ خویش

ہست امیدم کہ سخن پروران — چون نگرند از رہِ بینش دران

عیب یکے نیست کہ جویند باز — چون ہمہ عیب ست چہ جویند باز

خردہ نہ گیرند بزرگی کنند — ورنہ چنان نیست کہ گرگی کنند

بارِ خدایا منِ غافل بہ راز ق — این ورقِ سادہ کہ بستم طراز

گرچہ کہ امروز جمالِ من ست — عاقبت الامر وبالِ من ست

ہر چہ درو شد رقم از خوب و زشت — این ہمہ تقدیرِ تو بر من نوشت

عفو کن آن را کہ رضائے تو نیست — توبہ دہ از ہر چہ برائے تو نیست

چون کرمت ہست ز جرمم چہ باک — تیرہ نہ شد بحر بیک مشت خاک

گیر کہ سفتم دُرِ ناسفتنی — یا سخنے بود کہ ناگفتنی

چون ز تو شد این همه ناچیز چیز   هم تو کنی در دلِ خلقے عزیز

عیب شناساں بہ کمینِ من اند   بے ہنراں جملہ بہ کینِ من اند

تو بکرم عیبِ من عیب کوش   در نظرِ عیب شناساں بپوش

سرمۂ انصاف بہر چشم سائے   بکرمن آنگاه بر ایشاں نمائے

داغِ قبولی بکش اندر سرش   تا نکند با دِ خزاں ابترش

بو کہ برآرد بہ چنیں نامہ نام   بر درِ شہ خدمتِ من والسلام

در نظرِ شاه مبادا حسن   این غزلم ختم برین شد سخن

غزل

نامہ تمام گشت بجاناں کہ می برد   پیغامِ کالبد بسوے جاں کہ می برد

این خط پر ز مہر بدلبر کہ می برد   وین دردِ سر بمہر بدرماں کہ می برد

این نامہ نیست پیرہنِ غدرینِ ما   پر خون ز دستِ ہجر بجاناں کہ می برد

مائیم و شرطِ بندگیش با ہزار شوق   این بندگی بحضرتِ ایشاں کہ می برد

زین تن رمیدہ چون دل و جانِ من از فراق   کشتہ شدیم قصہ بسلطاں کہ می برد

گفتم صبا بگفت کہ دیوانہ گشتۂ   اندوہِ مور پیشِ سلیماں کہ می برد

جاناں مرا بہ ہجرِ تو ہر موئے نکہت   غم می برد و لے غمِ ہجراں کہ می برد

گفتی نگاہدار بفرمانِ خویش دل — دارم دلے بگوے کہ فرمان کی برد

دردا کہ دل ز حسرتِ بیچارہ می رود — وآگاہ نے ز بردنِ دل آں کہ می برد

شد سخن ختم و قبولے کہ خدایش دادہ است

تا ابد باقی باد او مبادش پایاں

تمّت